ماہنامہ
جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Monthly JEHD-E-HAQ - February 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22..... شمارہ نمبر 02 ...... فروری2015..... قیمت 5روپے

پھر ایک شہر ہے لہو، لہو

30 جنوری 2015، کراچی: ایچ آر سی پی نے سی پی ایل سی پبلک سکول گلبہار کراچی میں
''یوڈی ایچ آر کا ادراک'' کے موضوع پر ایک تقریب کا انعقاد کیا جس میں
نویں اور دسویں جماعت کے طالب علموں نے شرکت کی

24 جنوری 2015، حیدرآباد: سول سوسائٹی تنظیموں کے نیٹ ورک
''سندھ لینڈ ریفارمز موومنٹ''
کا اجلاس منعقد ہوا

16 جنوری 2015، حیدرآباد: انسانی حقوق کے کارکنوں نے پشاور سانحہ کے خلاف پُرامن احتجاجی مظاہرہ کیا

کوئٹہ: ایچ آر سی کے کارکنوں نے بلوچستان نیشنل پارٹی کے سربراہ
سردار اختر جان مینگل سے ملاقات کی اور اُن کے ساتھ بلوچستان کے
مسائل پر تبادلہ خیال کیا

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:			
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ	
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع	
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں	
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)			
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل			

7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	با اثر صلاحیت/سیاسی اثرورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	

15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆ تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف پُر کر کے بھیجیں۔ حسین نقی

فہرست

حکمرانی کے بحران 5

ٹریڈ یونین کی بدحالی اور اس کی بحالی پر ایک نظر 6

دہشت اور بچے 9

خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے موجودہ قوانین پر عملدرآمد ضروری ہے 10

سندھ میں قوم پرست کارکنوں کا ماورائے عدالت قتل 11

بلوچستان......جملوں کی زد میں ذکری 13

بچوں، خواتین، محنت کشوں اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں شعور و آگہی پر زور 14

لاہور میں ریاستی لوٹ مار 17

انتہاپسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس 18

امام بارگاہ میں دھماکہ، 7 افراد ہلاک 31

عورتیں 33

بچے 37

خودکشی کے واقعات 38

اقدام خودکشی 42

تعلیم 43

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا 44

جنسی تشدد کے واقعات 45

صحت 48

قانون نافذ کرنے والے ادارے 50

اقلیتیں 51

جہدحق پڑھنے والوں کے خطوط 52

حکمرانی کے بحران

آئی۔اے۔رحمٰن

وفاقی حکومت کئی ہفتوں سے تندہی کے ساتھ لوگوں کو اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کررہی ہے کہ پاکستان کو درپیش بنیادی مسئلہ ناقص حکمرانی ہے لیکن اس سے نجات حاصل کرنے کا کوئی راستہ دکھانے سے قاصر ہے۔

پٹرول کے بحران کے دوران حکومت نے جو کردار ادا کیا، اس کے باعث اس پر یہ فردِ جرم عائد کی گئی کہ حکومت اس بحران کے حوالے سے خوابِ خرگوش کے مزے لیتی رہی اور اس بحران میں ایک ہی زبان بولنے میں اس کی نااہلی واضح ہونے کے ساتھ ساتھ بحرانوں سے نبٹنے کے لئے اس کی مہارت کا پول بھی کھل گیا۔ پھر اس کے ساتھ ہی پورے ملک میں بجلی کی ترسیل میں تعطل کا سامنا کرنا پڑا۔ ان دونوں واقعات نے انتظامیہ کی تین انتہائی توجہ طلب کمزوریوں کو آشکار کردیا۔

پہلی کمزوری یہ کہ مختلف وزارتوں کے درمیان رابطہ کا شدید فقدان ہے۔ایسے لگتا ہے جیسے وزیراعظم کی طرف سے وزارتوں سے مانگی جانے والی ماہانہ رپورٹیں یا تو وزیراعظم کو بھیجی نہیں جاتیں یا پھر وزیراعظم کی ہدایت کو سمجھا ہی نہیں جاتا۔شاید یہ رپورٹیں لکھنے والے افسر لوگ ان رپورٹوں میں صرف اپنے کارنامے بیان کرتے ہیں حالانکہ انہیں چاہیئے کہ وہ درپیش مسائل کا ذکر کریں اور انہیں حل کرنے کے اپنے منصوبے تحریر کریں۔اس طرح وہ کابینہ کی اجتماعی فہم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اگر ایسا کیا گیا ہوتا تو حکومت پی ایس او کو درپیش رقم کی کمی کے مسائل سے بروقت آگاہ ہوتی اور پٹرولیم کے وزیر پٹرول پمپوں پر لمبی قطاریں لگنے سے پہلے ہی مسئلہ سے آگاہی حاصل کرچکے ہوتے۔

جہاں تک بجلی کی ترسیل میں رکاوٹ کا معاملہ ہے تو اس حوالے سے یہ وضاحت مضحکہ خیز تھی کہ ٹرانسمشن لائنوں پر حملے کے باعث بجلی کی ترسیل میں رکاوٹ آئی۔ یہ بے معنی بات تھی اس لئے کہ ٹرانسمشن لائنیں تو برسوں سے حملوں کا شکار ہیں۔ جو بات سبھی لوگ جاننا چاہتے تھے یہ تھی کہ ٹرانسمشن لائنوں میں خلل اندازی کے اثر کو کم کرنے کے لیے کیا حکمت عملی تیار کی گئی تھی۔ دوسری کمزوری یہ کہ قبول عام حاصل کرنے کے لئے مذاق عام کے مطابق عمل کرنے کا حکومتی شوق بے حد تکلیف دہ ہے۔ تحقیقات کئے بغیر سرکاری ملازمین کو معطل کرنا دراصل مطلق العنان حکمرانوں کا وطیرہ رہا ہے۔ اور یہ کسی منتخب، ذمہ دار حکومت کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ایسی حرکت کرے۔ تیسری کمزوری واجبات کی بروقت وصولی نہ کرنے میں حکومت کی نااہلی فرائض کی قرینے سے ادائیگی کی راہ میں خطرہ بن جاتی ہے۔توانائی کے شعبے میں سرکلر ڈیٹ مستقل دردسر ہے۔ پی ایس او اس لئے تیل درآمد نہیں کرسکتا تھا کہ اس کے گاہکوں نے اپنے بلوں کی ادائیگی نہیں کی تھی اور بجلی کی فراہمی میں باقاعدگی اس لئے ممکن نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کے مراعات یافتہ صارفین کی ایک بڑی تعداد اپنے واجبات ادا نہیں کرتی۔ کوئی بھی وضاحت ایسے کسی عام شہری کو مطمئن نہیں کرسکتی جس کی بجلی کا کنکشن دو یا تین ماہ کے بل کی عدم ادائیگی کے سبب کاٹ دیا گیا ہو۔ اگر اسے بتایا جائے کہ سرکاری دفاتر نے اربوں روپے کے بجلی کے بل ادا نہیں کئے تو بتایئے اس کا کیا ردعمل ہوگا۔

توانائی کے بحران پر قابو پانے میں حکومت کی پست انتظامی صلاحیت سے بھی کہیں زیادہ تکلیف دہ بات وہ مبالغہ آرائی تھی جو تعلیمی اداروں کی حفاظتی ضرورتوں کے حوالے سے حکومت نے کی۔ دہشت گردی کے حملوں سے ان اداروں کو محفوظ رکھنے کے لئے جو اقدامات کئے گئے، ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن سے لگتا ہے کہ یہ اقدامات عقل ودانش کی بنیاد پر نہیں اٹھائے جاسکتے اور ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اس معاملے میں عام سمجھ بوجھ سے کام ہی نہیں لیا گیا۔ سکولوں سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی بیرونی دیواروں کو بلند کریں، محافظوں کو ملازم رکھیں اور اس کا بوجھ طلبہ کی طرف منتقل نہ کریں۔ ایسے دشمن کی طرف سے، جس کی چکمے بازی اور برجستگی کی صلاحیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، ملنے والی دھمکیوں اور خطرے کا جواب ایسے بچگانہ طریقے سے دینے کا کوئی جواز بنتا ہے اور کیا عقل وشعور رکھنے والا کوئی بھی شخص اس ''جواب'' سے مطمئن ہو پائے گا؟

یہ سوال کہ کیا حکومت شہریوں کی جانوں کی حفاظت کرنے کے فرض سے دستبردار ہوسکتی ہے یا اپنی ذمہ داری شہریوں کے سپرد کرسکتی ہے؟ انتہائی سنجیدہ معاملہ ہے اور سامنے کھڑے ہوکر اس کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ یہ سوچ کہ اساتذہ (اور طلبہ؟) کو اسلحہ دیا جائے نہ صرف مضحکہ خیز بلکہ خطرناک بھی ہے۔ اگر ہماری فوج دہشت گردوں کے انتہائی اعلیٰ درجے کے ہتھیاروں کے مقابلے میں اسی معیار کے ہتھیار حاصل نہیں کرسکتی تو پھر عام لوگ چھوٹے موٹے اسلحہ سے ان کا مقابلہ کیسے کرسکتے ہیں۔ کم وسائل والے ادارے نااہل، غیرتربیت یافتہ اور غیر ذمہ دار گارڈوں کو ملازم رکھ رہے ہیں اور اس کے باعث کچھ واقعات بھی ہوچکے ہیں۔ مزید برآں حکومت نے لوگوں کے خوف کے ساتھ مذاق کرنے کے خطرناک نتائج کو نظرانداز کردیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ پشاور سکول پر حملہ نے اساتذہ اور والدین کو چوکنا کردیا ہے، اور یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔انہیں مزید خوفزدہ کرنے کی بجائے حکام کو کوشش کرنی چاہیئے تھی کہ وہ ایسے چیلنجوں کا سامنا کرنے کی عوام کی اہلیت کو تقویت دیتے اور والدین کے اعتماد کو پختہ کرنے میں معاون بنتے۔

گھروں اور سکولوں میں ننھے بچے خوف محسوس کرتے ہیں اور یہاں وہاں ہونے والی گفتگو ان کے خوف میں اضافہ کرنے کے علاوہ ان میں عدم تحفظ کا احساس پختہ کررہی ہے۔ یقیناً یہ احمقانہ بات ہوگی کہ بچوں اور ان کی ماؤں سمیت لوگوں کو اس مشکل صورتحال کو بھلانے کا درس دیا جائے لیکن خوف کے عنصر پر مکمل انحصار کرنا بھی غلط ہوگا۔

اپنے فرض کی ادائیگی میں ریاست نے کسی حد تک کوتاہی برتی، اس کا اندازہ حساس تنصیبات کے تحفظ کے لئے پنجاب حکومت کے نئے آرڈیننس سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس آرڈیننس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ پہلے سے موجود قانون میں بہتری پیدا کرنے کی طرف قدم ہے۔ پہلے والا قانون بنکوں اور پٹرول پمپوں جیسی چند عمارتوں کو سرکاری احکامات کے مطابق تحفظ دینے کے لئے منظور کیا گیا تھا۔ حساس تنصیبات کی فہرست کو بہت زیادہ طویل اس لئے کیا گیا تاکہ اس میں عبادت گاہوں، مذہبی عمارتوں، سرکاری دفاتر، این جی اوز کے دفاتر یا غیرملکی منصوبوں، ہسپتالوں، بنکوں، منی چینجرز اور دوسرے مالیاتی اداروں، فرموں اور کمپنیوں، صنعتی اداروں، تعلیمی اداروں، پبلک پارکوں، نجی کلینکوں، شادی گھروں، پٹرول پمپوں، سی این جی سٹیشنوں، جیولری شاپس، ہوٹلوں، تفریح کے مراکز اور کمرشل مارکیٹوں، شاپنگ سنٹروں اور پبلک ٹرانسپورٹ کے اڈوں کو شامل کیا جاسکے۔

جو چند ایک حساس عمارتیں اس فہرست میں شامل ہونے سے رہ گئیں، غالباً ان میں سیکرٹریٹ، پولیس لائنز اور اہم شخصیات کی رہائش گاہیں شامل ہیں۔ بہرحال ریاست ان کی حفاظت کی ذمہ داری نبھاتی رہے گی۔ فہرست میں شامل تمام عمارتوں کے مالکان اپنے خرچ پر سرکاری کمیٹی کے احکامات کے مطابق سکیورٹی کا اہتمام کرنے میں خوشی محسوس کریں گے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں ان عمارتوں کو سیل کیا جاسکے گا، ان کے خلاف مقدمہ چلایا جاسکے گا اور چھ ماہ تک قید کی سزا دی جاسکے گی۔

طرزِ حکمرانی کی اس سے زیادہ تضحیک اور کیا ہوسکتی ہے۔

اور یہ بات کرتے ہوئے ہم حکومت کے اس بحران کا حوالہ نہیں دے رہے جو اس پولیس مقابلے کے نتیجے میں پیدا ہوا جس میں ایک لڑکا جاں بحق ہوا۔ یہ لڑکا ایک بچے کے ساتھ زیادتی کے بعد اسے قتل کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا۔ جسے پولیس نے مقابلے میں ہلاک کردیا تھا۔ ''مجرموں کے قاتل زندہ باد''۔

یہ صحیح ہے کہ ہمیں تشویشناک صورتحال کا سامنا ہے لیکن اپنے ہوش وحواس کھو کر اور معقول منصوبہ بندی کے لئے اپنی اہلیت سے کنارہ کش ہوکر اس صورتحال پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ یقینی طور پر لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اس میں ہاتھ بٹائیں اور سکیورٹی کے حوالے سے کچھ ذمہ داری اٹھائیں۔ لیکن تمام اداروں کی حفاظتی ضروریات کا مشترکہ سروے کرنے کے بعد حکومت اور عوام کے درمیان شراکت شروع کی جانی چاہیئے۔ خاص طور پر ایسے سکولوں پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے جن کی چاردیواری ہی نہیں ہے اور نہ ہی ان کے پاس محافظ رکھنے کی مالی قوت ہے۔ پولیس، شہریوں کی مشترکہ کمیٹیاں مکمل حفاظتی انتظام کرنے کے قابل نہیں بہتر یہ ہوگا کہ اس مقصد کے لئے نوجوانوں کو متحرک کرکے ملازم رکھا جائے بجائے اس کے کہ انہیں اٹھک بیٹھک کروائی جائے یا انہیں نوجوانوں پر مشتمل ایک بہت بڑا قومی پرچم تیار کرنے پر مجبور کیا جائے۔ تحفظ کے نام پر مفاہمت، سمجھوتہ یا ناپختہ اور خام مشقیں کرنے سے حکمرانی کے بحرانوں میں اضافہ ہی ہوگا۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

ٹریڈ یونین کی بدحالی اور اس کی بحالی پر ایک نظر

کراچی پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے 28 نومبر 2014ء کو ایچ آر سی پی کے کراچی چیپٹر آفس میں ''ٹریڈ یونین کی بدحالی اور اس کی بحالی پر ایک نظر'' کے عنوان سے ایک مشاورتی تقریب کا اہتمام کیا جس میں مزدور رہنماؤں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور پاکستان کے مزدوروں کو درپیش مسائل کا احاطہ کیا اور ان کے حل کے لیے تجاویز پیش کیں۔ تقریب کی رپورٹ ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

عبدالحئی (صوبائی کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی، کراچی چیپٹر)

شاہد علی ایڈووکیٹ کو آپ سب جانتے ہیں۔ 1969 سے 1976 تک یہ باقاعدہ متحدہ مزدور فیڈریشن سے وابسطہ رہے ہیں اور مزدوروں کے مقدمات بلا معاوضہ اپنے سنیئر ایڈووکیٹ مرزا محمد کاظم کے ساتھ دیکھتے اور انکی عدالتوں میں پیروی کرتے رہے ہیں اور گزشتہ 18 سال سے HRCP کے ممبر ہیں اور شکایت کندگان کو قانونی مشورے فراہم کرتے ہیں۔ شاہد چائلڈ اینڈ لیبر آرگنائزیشن کے نائب صدر بھی ہیں۔ سب سے پہلے میں ان کو اظہار خیال کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

شاہد علی (نائب صدر چائلڈ لیبر آرگنائزیشن)

ان کا مقصد آپ تمام دوستوں کے ساتھ مشاورت ہے جنہوں نے محنت کشوں کی فلاح اور محنت کشوں کے مفادات کی نگرانی کے لیے مشترکہ جدوجہد میں ساتھ رہے ہیں۔ آج صوتحال مختلف ہے۔ پاکستان میں محنت کشوں کے حقوق مسلسل اور بتدریج کم ہو رہے ہیں۔ مزدوروں سے متعلق قانون سازی محدود کردی گئی ہے۔ موجود قوانین میں پہلے سے زیادہ حقوق کو قانون کے دائرے سے خارج کیا جا تا رہا ہے۔ اور جو قانون کے دائرے میں رہ جاتے ہیں ان حقوق تک انکی رسائی کم کردی گئی۔

محنت کش عدالتی نظام کی کارکردگی اور نظم ونسق کے مسائل کا شکار ہیں۔ اس سب کے باوجود عدالتی نظام وہ واحد میدان ہے جہاں محنت کش اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کر سکتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ 92% سے زائد صنعتی مزدوروں وصنعت سے متعلق دیگر اداروں میں کام کرنے والوں کے پاس اپنی ملازمت کے ثبوت موجود نہیں ہیں۔ ان صنعتی اداروں میں حکومتی اقدامات اور قوانین کی بدترین خلاف ورزی جاری ہے۔

ملک کے محنت کشوں کی 90% تعداد کو سرکاری جانب سے مقرر کردہ تنخواہ مبلغ 12000 روپے ادا نہیں کی جارہی۔ اسی طرح اولڈ ایج بینفٹ یعنی ریٹائرڈ محنت کشوں

> صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے مزدور اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے جدوجہد اپنے پلیٹ فارم سے ہی کرسکتے ہیں۔ بدقسمتی سے سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد ترقی پسند تحریکیں کمزور ہوگئیں۔ اسکا براہ راست اثر ٹریڈ یونین پر پڑا ہے۔

کی حکومت کی جانب سے مقرر کردہ 6000 روپے پینشن ادا نہیں کی جارہی ہے۔

محنت کشوں کے سماجی تحفظ کے اداروں خصوصاً سوشل سیکیورٹی ویلفیئر بورڈ، اولڈ ایج بینیفٹ (EOBI) جیسے اداروں میں آنے والے ورکرز کی تعداد میں تیزی سے کمی واقع ہورہی ہے۔ سرمایہ داروں اور ان اداروں کے گٹھ جوڑ سے ٹریڈ یونین تحریک کو دوہرے جبر کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔

صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے مزدور اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے جدوجہد اپنے پلیٹ فارم سے ہی کرسکتے ہیں۔ بدقسمتی سے سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد ترقی پسند تحریکیں کمزور ہوگئیں۔ اسکا براہ راست اثر ٹریڈ یونین پر پڑا ہے۔

1972-73 کی ٹریڈ یونین جدوجہد کے بعد مزدور تحریک کوئی کوئی موثر کردار ادا نہیں کر پائی۔ اسکی بہت سی وجوہات ہیں۔

صنعتی اداروں میں مستقل ملازمت کی جگہ کنٹریکٹ لیبر، ٹھیکیداری نظام میں اضافہ، لسانی بنیادوں پر محنت کشوں کی تقسیم، سیاسی جماعتوں کے لیبر ونگ اور دیگر معاملات شامل ہیں۔

ان مسائل کی تلاش میں آج یہ سوال بڑی اہمیت اختیار کرگیا ہے کہ آج کے حالات میں مزدور تحریک کو نئے سرے سے بلا رنگ ونسل، فرقہ واریت سے بچتے ہوئے کیسے منظم کیا جاسکتا ہے؟

محبوب احمد (صدر پرل کانٹی نینٹل ورکرز یونین)

1972 میں فیروز سلطان ٹکسٹائل کا مسئلہ پیدا ہوا۔ انہوں نے محنت کشوں کی تنخواہ روک لی۔ محنت کشوں نے پورے کراچی کے محنت کشوں کے ساتھ مل کر جدوجہد کو مزدور تحریک میں تبدیل کر دیا اور انتہائی منظم تحریک کو جنم دیا اور یہ آج بھی ہوسکتا ہے۔

بلدیہ کے علاقے میں 300 محنت کش جل کر مر گئے۔ اس پر بالکل خاموشی رہی۔ کسی فیکٹری میں محنت کشوں نے سیاہ پرچم تک نہیں لہرائے۔ کام بند کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ یہ محنت کشوں کی انتہائی بدحالی کی شکل ہے۔

آج 14 سالوں سے پرل کانٹی نینٹل کے محنت کش اپنی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اپنی انتہائی کوششوں کے بعد ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔ اسی طرح مسلم کمرشل بینک ملازمین اور کے الیکٹرک کے مسئلے میں ہم کوئی منظم جدوجہد نہیں کرسکے۔

لطیف مغل (سابق صدر کراچی الیکٹرک امپلائز یونین)

یہ درست ہے کہ ٹریڈ یونین انحطاط کا شکار ہے۔ اس میں ہمارے نئے نوجوان دوست شامل نہیں ہو رہے۔ پرانے محنت کش دوستوں نے کالا کوٹ پہن لیا ہے۔ ہمیں سنیئر دوستوں کی سرپرستی کی ضرورت ہے۔ ماضی میں ہمارے دفاتر باقائدگی سے کھلتے تھے ہم لوگوں کو لکھنا پڑھنا بھی سکھاتے تھے۔ محنت کشوں سے متعلق قوانین کی آگاہی کے درس ہوتے تھے۔ آج کوئی چارج شیٹ کا جواب دینے والا نہیں ہے۔

فنڈز کی کمی ہوگئی ہے جسکی وجہ سے دفاتر چلانا مشکل ہے۔ آج ہمارے سربراہ محنت کشوں کو قانون سے آگاہی کے لیے وقت نکال سکتے ہیں۔

مقتدا منصور

انہوں نے کہا کہ ملک میں موجود سیاست کے اثرات نے ٹریڈ یونین کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ ٹریڈ یونین لسانی بنیادوں پر تقسیم ہو چکی ہے۔ محنت کشوں کی پیٹھ میں سیاسی جماعتوں نے چھرا گھونپ دیا ہے۔ ہمارا نعرہ ہے دنیا بھر کے

محنت کشوایک ہوجاؤ۔ہمیں دیکھنا ہوگا کہ یہ مرض کیسے پیدا ہوا اوراب اسکا علاج کیا ہے۔ہمیں ماضی کو دیکھنا ہوگا۔اس پر مشاورت باقائدگی سے جاری رہنی چاہیے۔

محبوب احمد

14 سالہ جدوجہد کے نتیجے میں ہم نے دیکھا کہ ہم اپنے ادارے کے محنت کشوں کے ساتھ مستقل جدوجہد کر رہے ہیں۔خصوصاً NGOs کی طرف ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ہمیں ایسا لگتا ہے کہ محنت کشوں کی تباہی میں انکا بڑا کردار ہے۔انکے پاس باہر سے پیسہ آتا ہے یہ بڑے بڑے ہوٹلوں میں پروگرام کرتے ہیں، کیوں کرتے ہیں؟ کس کے لیے کرتے ہیں؟ کیا سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کرتے ہیں؟

جاپانی کمپنیاں جہاں جہاں اپنا کام شروع کرتی ہیں وہ عوام کا استحصال کرنے سے پہلے ٹریڈ یونین کو ختم کرتی ہیں۔

ILO ائیر مارشل نور خان نے بنایا۔ پاکستان میں جب بھی لیبر لاء بنے وہ فوجی حکومت میں بنے۔محنت کشوں کے مفاد میں سیاسی جماعتوں کا کوئی کردار نہیں ہے۔وہ ٹریڈ یونین کے نقلی نمائندے جو پاکستان سے باہر ہماری نمائندگی کرتے ہیں وہ محنت کشوں کو کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں۔مزدوروں کا ہم پر سے اعتماد ختم ہوگیا ہے یا پھر ہم میں کوئی کمزوری ہے ، محنت کشوں کی قیادت کرپٹ ہے۔مزدوروں کی کوئی تربیت گاہ نہیں ہے جہاں ان کو تربیت دی جا سکے۔محنت کش نسلی بنیاد پر تقسیم ہو چکے ہیں۔محنت کشوں میں سیاسی شعور کا فقدان ہے انکو ہم صرف ٹریڈ یونین تک محدود کر دیتے ہیں۔محنت کشوں کو پھر سے منظم کرنا بہت مشکل کام ہے۔

محمد علی

سیاسی جماعتوں کو چھوڑیں اپنا کوئی حل بنائیں

ریاض بابا

محنت کشوں کی جدوجہد ایک زمانے سے جاری ہے اور جاری رہے گی، کبھی کام نہیں رکتا لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔شکست سے مایوسی ہوتی ہے لیکن پہلے سیکولرازم اور سوشلزم پر بات کرنا ایک مشکل کام تھا آج لوگ بات کرتے ہیں۔NGO کی سرپرستی سے نقصان پہنچا ہے ہم پھر عدالتوں کے ایجنٹ بننا چاہتے ہیں۔عدالتیں کبھی ہمارا تحفظ نہیں کرتیں۔یونین کی رجسٹریشن سے بھی اور بغیر رجسٹریشن سے بھی کام کرنا ہوتا ہے۔کسانوں کی کمیٹیاں بننی چاہئیں۔غیر ہنر مند محنت کشوں کو بھی منظم کرنے کی ضرورت ہے۔معاشی کام کے ساتھ ساتھ سیاست بھی کرنا ضروری ہے۔اسکو منظم کرنے کی ضرورت ہے۔انہوں نے نشاندہی کی کہ کارخانوں پر کمپنی کے نام کے بورڈ تک موجود نہیں ہیں جبکہ یہ لازمی ہے۔تنظیم سازی کی ضرورت ہے۔سرکاری اداروں سے کوئی امید نہ رکھیں۔قوانین پر عمل درآمد کے لیے جدوجہد کرنی چاہیئے۔

خالد احمد (کراچی پورٹ ورکرز یونین)

ہمارے ادارے میں 8-7 یونینیں ہیں مگر ان کے عہدیداروں کو ملازمین کے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں یہ کرپشن کا شکار ہیں۔یہی لوگ محنت کشوں کی بدحالی کے ذمہ دار ہیں۔

> ہمیں نئے لوگوں سے رابطے کرنے چاہئیں۔ سیاست بہت اچھی چیز ہے اس میں حصہ لینا چاہیئے۔یہی وہ فورم ہے جہاں سے ہماری بات آگے بڑھے گی یہ شعور پیدا کرتی ہے، جدوجہد کے راستے پیدا کرتی ہے اور محنت کشوں کے منشور کو آگے بڑھاتی ہے۔

شیخ مجید (پی آئی اے لیبر بیورو)

پی آئی اے میں یونین تین حصوں میں تقسیم ہے۔پی آئی اے ملازمین، پبلک سیکٹر اور غیر منظم مزدور۔ہم نے جوائنٹ ایکشن کمیٹی بنائی ہے ہمارے سامنے نجکاری ایک بڑا مسئلہ ہے اس پر لوگ منظم ہورہے ہیں۔غیر رسمی ملازمین کا بہت برا حال ہے بلدیہ کا سانحہ ہوا اس وقت وہاں کوئی ٹریڈ یونین نہیں تھی اور آج بھی نہیں ہے۔محنت کشوں کی خبروں کو اخبارات نظر انداز کرتے ہیں۔

قاضی سراج (صحافی)

ہمیں نئے لوگوں سے رابطے کرنے چاہئیں۔ سیاست بہت اچھی چیز ہے اس میں حصہ لینا چاہیئے۔یہی وہ فورم ہے جہاں سے ہماری بات آگے بڑھے گی یہ شعور پیدا کرتی ہے، جدوجہد کے راستے پیدا کرتی ہے اور محنت کشوں کے منشور کو آگے بڑھاتی ہے۔

ڈاکٹر پروفیسر توصیف احمد خان (وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی)

کراچی کا کلچر تبدیل ہوا ہے۔ریاست کا کردار محدود ہو گیا ہے۔ٹریڈ یونین کی ناکامی سے منفی اثرات پیدا ہوئے ہیں۔گلوبلائزیشن سے اسکا کردار تبدیل ہوا ہے اور مزید تبدیل ہوگا۔آلات پیداوار تبدیل ہوئے ہیں۔ہائی ٹیکنالوجی نے ٹریڈ یونین کو متاثر کیا ہے۔

ٹریڈ یونین کے افراد مراعات یافتہ طبقے میں شامل ہوئے ہیں۔اب ضرورت ایک نئی مزدور تحریک کی ہے جس کو منظم کرنے کی کوشش جاری رہنی چاہیے۔NGOs ہماری مدد کرتی ہیں ہمیں ان سے کام لینے کی ضرورت ہے اور ان سے مدد لینی چاہیے۔

عثمان بلوچ (سابقہ مزدور لیڈر، جنرل سیکرٹری سندھ عوامی ورکرز پارٹی)

فیروز سلطان ٹیکسٹائل کے ماضی کا تجربہ ہمارے سامنے ہے۔آج ہم محنت کشوں کی جدوجہد سے لاتعلق ہو گئے ہیں۔ٹارگٹ کلنگ، علاقے میں گندگی، ٹرانسپورٹ کے مسائل غرض ہر چیز سے ہم لاتعلق لوگ ہیں۔1963 میں مزدور تحریک کی کامیابی اور ناکامی ہمارے سامنے تھی ہم نے 1968 میں اس پر توجہ دی۔ٹریڈ یونین موجود تھیں جو بائیں اور دائیں بازو میں تقسیم تھی۔طفیل عباس کا قومی مزدور محاذ بمعہ یونین اور سیاسی کارکن پیپلز پارٹی میں ضم ہو گیا اس کی وجہ سے محنت کشوں کا ایک منظم کام کا نقشہ ہی تبدیل ہوگیا۔لیبر بیورو اور پریشر گروپ میں فرق ہوتا ہے۔صنعت کاروں یا دیگر اداروں نے لیبر بیورو کو ترجیح دی۔لیبر بیورو سیاسی جماعت ہوتی ہے۔سرمایہ کار بھی سیاسی جماعت کے اثرات کو قبول کرتے ہیں حکومت کی قومیانہ پالیسی نے بینکنگ اینڈسٹریز میں یونین سازی کو ختم کردیا۔ ہمارے مزدور افسران میں شامل ہوگئے۔اس پر سوچنا چاہیے اس پر کوئی تو وائٹ پیپر جاری کرے ہمارے پاس آج معلومات کے ذرائع بہت ہیں ہمیں انہیں استعمال کرنا چاہیئے۔

پرل کانٹی نینٹل مکمل طور پر SI کے کنٹرول میں ہے یہ بہت بڑی بات ہے کہ محبوب احمد اور وہاں کے دیگر لوگ یونین چلا رہے ہیں۔

توقیر عباسی

باتیں بہت ہوئی ہیں۔ہمارا عمومی رویہ ہے کہ ہم کہانی سنا کر اٹھ جاتے ہیں۔محنت کشوں کا آج کا رویہ کیا ہے، ہمارے مزدوروں کے رہنما کو کیا کرنا ہے؟ محنت کشوں کی تقسیم ایک منظم اور کامیاب حملہ تھا اور ہے۔مزدور لسانی اور مذہبی بنیادوں پر تقسیم موجود ہیں انہیں سینئر اور جونیئر بنا کر مزید تقسیم کردیا گیا ہے۔

حبیب جنیدی (صدر پاکستان بنکنگ فیڈریشن)

ٹریڈ یونین کی بحالی کے مسئلے پر سنجیدگی سے کام کرنا چاہیے۔پارلیمنٹ ہمیشہ مزدوروں کے خلاف کام کرتی ہے کیونکہ وہاں کہیں بھی محنت کشوں کا نمائندہ موجود نہیں ہے آج گلوبلائزیشن کے حوالے سے دیکھیں تو تمام خبریں ہمارے

سامنے ہیں۔ لاس اینجلس کی ایک یونین نے تحریک چلائی۔ ہڑتال کامیاب ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنی نہیں پوری دنیا کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ آج ہمارے مزدور بھی غفلت کا شکار ہیں میڈیا بھی ہماری طرح بدحالی کا شکار ہے وہ محنت کشوں کی خبر لگانا بھی چاہیں تو نہیں لگا سکتے۔

شفیق غوری (صدر سندھ لیبر فیڈریشن)

اخبار میں Dying Merchant ٹریڈ یونین کے حوالے سے مضمون شائع ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سیاسی جماعتیں ٹریڈ یونین کی تباہی کی ذمہ دار ہیں اور بھی بڑے بڑے ادارے تباہ ہوئے جس میں پی آئی اے، اسٹیل ملز اور دیگر ادارے شامل ہیں۔

NGOs کا کردار مناسب نہیں ہے۔ بلدیہ کی آگ سے مرنے والے محنت کش تھے کسی فیکٹری نے احتجاجاً سیاہ پرچم نہیں لہرایا۔ اب مزدور تحریکوں میں لوگ شامل نہیں ہو رہے کیونکہ ان کی ملازمت کا تحفظ نہیں رہا۔ اس خوف سے انہیں کیسے نکالا جائے؟

معاشی صورتحال یہ ہے کہ اب ملازم ٹھیکیداری نظام کے تحت ہیں۔ ہمیں اپنی طاقت استعمال کرنی ہوگی یعنی غیر منظم مزدوروں کو یونین سازی کے تحت منظم کرنا ہوگا۔ ہمارے یہاں یونین سازی میں 2% عہدار باہر سے لئے جاسکتے ہیں اس لئے سودا کار یونین کے لوگوں کا ادارے سے تعلق نہیں ہوتا۔ اس احساس کو اجاگر کرنا ہوگا کہ اپنی لڑائی خود لڑیں۔

سیف (طالب علم میڈیکل ڈینٹل کالج)

یہاں یونین سازی نہیں کی جاسکتی ہے کیوں کہ اسکا تعلق صحت سے ہے۔ یہاں داداگیر پیدا ہوگئے ہیں اور ان کی ڈکٹیٹر شپ ہے

عبدالرحمان

ماضی میں مزدوروں پر معاشی مالیاتی دباؤ کم تھا اور آج بہت ہے۔ مزدوروں کی ملازمت کی انشورنس ہونی چاہیے تاکہ اگر ملازم کسی ادارے سے برطرف کیا جائے تو جب تک اس کی ملازمت دوسری جگہ نہیں لگتی اس وقت تک اس کو بے روزگاری الاونس سرکار ادا کرے۔

عثمان (یو ای ایف)

ہمارے زوال کا تعلق نوجوانوں کی طرف سے لاعلمی کا رویہ ہے ہمیں نوجوانوں پر خصوصاً طالب علموں پر توجہ دینی چاہیے۔

عبدالحئی (صوبائی کوآرڈینیٹر، ایچ آر سی پی)

تجزیہ اس بات پر کرنے کی ضرورت ہے کہ ایوب خان کے دورِ حکومت میں صنعتیں اپنے عروج پر تھیں اسی مناسبت سے محنت کشوں کی تنظیمیں بھی طاقت ور اور منظم تھیں۔ ایوب خان کی حکومت کے خاتمے کے بعد بنگلہ دیش بن گیا اور موجودہ پاکستان میں تمام صنعتوں کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا۔ حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی صنعتیں جیسے چاول صاف کرنے کا کارخانہ، فلور ملز جیسے اداروں کو بھی قومی ملکیت میں لے لیا گیا۔ عابد زبیری نے اپنی کتاب Road to Socialism میں کہا تھا کہ اس وقت کی موجودہ حکومت میں جو بیوروکریسی آئی ہے۔ جاگیردارانہ ہے۔ جو صنعتی ارتقاز کو ختم کردے گی۔ آج ہم بال پین اور جوتے کے فیتے بھی بنانے کے قابل نہیں رہے ہم کچھ نہیں بنا رہے ہر چیز باہر سے منگواتے ہیں۔ بے روزگاری کی شرح 40% تک پہنچ گئی ہے۔ صنعتیں ماضی کے مقابلے میں 25% رہ گئیں ہیں۔ ایسی صورت میں ٹریڈ یونین کو کمزور ہونا ہی تھا۔

معاشی صورتحال یہ ہے کہ اب ملازم ٹھیکیداری نظام کے تحت ہیں۔ ہمیں اپنی طاقت استعمال کرنی ہوگی یعنی غیر منظم مزدوروں کو یونین سازی کے تحت منظم کرنا ہوگا۔ ہمارے یہاں یونین سازی میں 2% عہدار باہر سے لئے جاسکتے ہیں اس لئے سودا کار یونین کے لوگوں کا ادارے سے تعلق نہیں ہوتا۔ اس احساس کو اجاگر کرنا ہوگا کہ اپنی لڑائی خود لڑیں۔

جو کچھ بھی بچا ہے اسکو منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ محنت کشوں کی بربادی پر افسوس کرنے کے بجائے اسکو منظم کرنے پر غور کریں اور محنت کشوں کے کچھ سنجیدہ دوست اپنا ایک Think Tank منظم کریں تاکہ اس امر پر غور کیا جاسکے کہ کس طرح محنت کشوں کو منظم کیا جائے۔ اور اس پر بھی غور کریں کہ صنعتی ارتقاز کیسے ہو۔

شاہد علی ایڈووکیٹ

ہم نے آپ تمام حضرات کو متوجہ کیا ہے اور خواہش ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہے اور حئی صاحب کی تجویز پر بھی غور کریں۔ بہت بڑا نہیں تو چند افراد جو وقت دے سکیں اس صورتحال پر مزید غور وفکر کریں تاکہ بے روزگاری اور بدترین غربت سے محنت کشوں کو باہر نکالا جاسکے۔

(ایچ آر سی پی، کراچی چیپٹر)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
- جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کرسکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

دہشت اور بچے

مراد موسیٰ خان

پشاور کے آرمی پبلک سکول پر دہشت گردوں کے حالیہ حملے نے پاکستانی قوم کے ذہن پر ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہجب دہشت گردوں نے سکول پر دھاوا بولا اور بے رحمی سے فائرنگ کر کے 140 سے زائد بچوں کو ہلاک کرڈالا تو ان کرب ناک لمحات کے دوران سکول کے باقی بچوں پر کیا گزری ہوگی۔

شہید ہونے والے ان بچوں کے اہل خانہ جس اضطراب اور صدمے کی کیفیت سے گزر رہے ہوں گے اس کا تصور بھی محال ہے۔ یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ دہشت گردی اور پرتشدد کارروائیاں پاکستانی طرز زندگی کا حصہ بن چکے ہیں اوراس سے سب سے زیادہ متاثر اس ملک کے بچے ہورہے ہیں۔

بچوں پر ایسی کارروائیوں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ کیا ایسے ماحول میں بچوں کی پرورش کے دوران ان پر مرتب ہونے والے اثرات طویل المدت تو نہیں ہوتے؟اور پشاور کے آرمی پبلک سکول کے وحشت ناک المیے کے علاوہ تشدد اور دہشت گردی کی دیگر کارروائیوں کو روکنے کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے جن کا ہمارے بچوں کو ہر روز سامنا رہتا ہے؟

گزشتہ دوعشروں سے پاکستان نچلی یا درمیانی شدت کی مسلسل جنگ کی حالت میں ہے۔اوراس صورتحال کے جلد ختم ہونے کا کوئی امکان بھی نظر نہیں آتا۔ بہت سے بچے اور نوجوان بذات خود دہشت گردی سے متاثر ہوئے ہیں چاہے وہ جائے وقوعہ پر موجود رہے ہوں، یا انہوں نے دہشت گردوں کے ہاتھوں کسی کے ہلاک یا زخمی ہونے کے بارے میں سنا ہو یا پھر ٹی وی پر تصویری مناظر دیکھے ہوں۔

دنیا بھر میں موجود وہ بچے جو جنگ زدہ علاقوں میں تشدد کے عینی شاہد ہیں، ان سے کیے گئے متعدد سروے میں یہ بات سامنے آئی کہ ان میں سے تقریباً تین چوتھائی بچے ناامیدی کے معروضی خوف میں مبتلا ہیں۔ پاکستان میں بھی اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اتنا ہی تناسب دیکھنے کو ملے گا کیونکہ دہشت کی تشہیر محض ایک مرتبہ پیش آنے والا واقعہ نہیں بلکہ یہ پاکستان میں معمول سا بن چکا ہے۔

ان اعدادوشمار نے ذہنی امراض کے کئی ماہرین کو یہ جاننے پر آمادہ کیا کہ تشدد کے ماحول میں پرورش پانے والے بچے اس سے کس حد تک متاثر ہوتے ہیں، اوراس صورتحال سے نمٹنے کے لیے بچوں کی کیا مدد کی جا سکتی ہے۔

بہت سے بچوں کو پر ہجوم مقامات پر شدید خوف کا سامنا رہتا ہے۔ کچھ بچوں کو سونے میں دشواری، توجہ کے فقدان ،تنگ مزاجی، جارحانہ پن، بھوک نہ لگنا وغیرہ جیسی شکایات ہو سکتی ہیں۔کسی صدمے کے نتیجے میں پیدا ہونے والا ذہنی تناؤ ایک ایسی نفسیاتی کیفیت ہے جس کا کسی جان لیوا وقوعے، مثلاً عسکری جنگ اور دہشت گردی، قدرتی آفات اور ذاتی جھگڑوں کا تجربہ ہونے یا ان کا مشاہدہ کرنے کے بعد سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

کسی وقوعے کے بعد ذہنی کرب اور ماضی کی یادیں، سونے میں دشواری اور خلوت پسندی جیسے مسائل روزمرہ کی زندگی میں بگاڑ پیدا کر سکتے ہیں۔

بچوں پر ایسی کارروائیوں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ کیا ایسے ماحول میں بچوں کی پرورش کے دوران ان پر مرتب ہونے والے اثرات طویل المدت تو نہیں ہوتے؟اور پشاور کے آرمی پبلک سکول کے وحشت ناک المیے کے علاوہ تشدد اور دہشت گردی کی دیگر کارروائیوں کو روکنے کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے جن کا ہمارے بچوں کو ہر روز سامنا رہتا ہے؟

سکولوں میں انسانی طرز عمل سے متعلق مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دہشت گردی کے ہر نئے واقعے کے بعد ماضی کے زخم پھر سے تازہ ہو جاتے ہیں اوراس حوالے سے ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس بات کو سنجیدگی سے لے کہ بچے ذہنی سراسمیگی سے دوچار ہیں۔

مستقبل میں اس سے بچوں کی خوداعتمادی اور خود پسندی، ان کے تعلقات اور زندگی میں ترقی کرنے کی قابلیت متاثر ہوتی ہے۔ قابل فہم طور پر بہت سے بچے خود کو متذبذب اور پریشان محسوس کرتے ہیں۔ بچے لاتعداد مشکل سوالات پوچھتے ہیں مگر دہشت گردی یا جنگ سے متعلق سوالات ایسے ہیں جن کا جواب دینا انتہائی مشکل ہے۔خاص طور پر جب ٹی وی چینل فوری اور تصویری تفصیلات فراہم کرتے ہیں تو والدین اور ماہرین گومگو کی حالت میں ہوتے ہیں کہ بچوں کو کس قسم کی معلومات فراہم کی جانی چاہئیں۔

والدین کو دہشت گردی اور خودکش بم دھماکوں اوراس بات کی وضاحت کرنے میں مشکل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے کہ اتنی بڑی فوج رکھنے اور ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود ہم اس مسئلے کو حل کیوں نہیں کر سکے۔

اگرچہ یہ مشکل ہے تاہم یہ ضروری ہے کہ بچوں کے ساتھ کھل کر گفتگو کی جائے۔ اس سے والدین کو یہ موقع ملتا ہے کو وہ اپنے بچوں کی مدد کریں تاکہ وہ خود کو پہلے سے زیادہ محفوظ محسوس کریں اوراس دنیا اور معاشرے کو سمجھیں جس میں وہ رہتے ہیں۔امریکی درسگاہ برائے نفسیات بالغاں و اطفال کے مطابق ”بالغ افراد دیانتداری، مستقل مزاجی اور معاونتی طریقے سے بچوں کی بات پر دھیان دیتے اور مثبت ردعمل ظاہر کرتے ہوئے بچوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ زیادہ تر بچے خاصے مضبوط اعصاب کے مالک ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان کے اعصاب بھی مضبوط ہوتے ہیں جو ذہنی دباؤ میں ہوتے ہیں۔ زیادہ تر بالغوں کی طرح وہ بھی مشکل حالات پر قابو پا سکتے ہیں اوراپنی زندگیوں کو جاری رکھ سکتے ہیں۔ والدین ایک ایسا ماحول قائم کرکے، جس میں بچے آزادی سے سوال پوچھ سکتے ہیں، جذباتی مسائل کا مقابلہ کرنے اور ان کو کم کرنے میں اپنے بچوں کی مدد کر سکتے ہیں۔“

دہشت گردی اور جنگ، تعصب، مذہبی عدم رواداری اور امتیازی برتاؤ جیسے مسائل پر بحث کرنے کا موقع بھی فراہم کرتے ہیں۔لیکن چند ماہرین کہتے ہیں کہ ”کسی صورتحال کو قابل فہم بنانا اور یہ الزام تراشی کرنا بہت آسان ہے کہ اسے روکا جا سکتا تھا۔“

اکثر کہا جاتا ہے کہ بچے کسی بھی ملک کا مستقبل ہوتے ہیں۔اگر ایسا ہے تو پھر ہم اپنے مستقبل پر سمجھوتہ کر رہے ہیں کیونکہ ہم نے اپنی گلیوں، اپنی مسجدوں اوراب اپنے سکولوں میں بھی تشدد کو جاری رہنے کی اجازت دے رکھی ہے۔

ملک میں ہتھیاروں کی بھرمار ہے۔ان میں چھوٹے اور بڑے آتش گیر ہتھیار بھی شامل ہیں، جن کا مظاہرہ ہم ہر نئے سال کی شام کو، عید کا چاند دیکھنے پر یا کسی اور موقعے کی مناسبت سے کرتے ہیں۔

وقت آ گیا ہے کہ ہم اسلحے پر پابندی عائد کرنے اور ملک میں جاری تشدد کو کم کرنے پر سنجیدگی سے غور کریں، جو کہ پاکستان کے بچوں کے لیے تباہی کا باعث بن رہا ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے موجودہ قوانین پر عملدرآمد ضروری ہے

جسٹس اینڈ پیس کمیشن کے زیرِ اہتمام 22 دسمبر 2014 کو شیزا ان ہوٹل، ملتان میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔جس کا عنوان تھا ''خواتین کو بااختیار بنانے کے لئے موجودہ قوانین پر عملدرآمد''۔ مشاورتی اجلاس میں زندگی کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے 25 خواتین اور 45 مرد حضرات جن میں سیاسی وسماجی رہنما، وکلاء اور صحافتی برادری شامل ہے، نے شرکت کی۔مقررین میں ہائی سینٹ پیٹر (ایگزیکٹیو سیکریٹری جے پی سی)، بابو نفیس انصاری (سابقہ ایم پی اے پی پی پی)، عابدہ حسین بخاری (مرکزی صدر ویمن ونگ سرائیکی ڈیموکریٹک پارٹی)، عامر نوید جیوا (سابقہ ایم پی اے) اور دیگر مہمانوں میں زہرہ سجاد زیدی (سماجی رہنما)، یاسمین خاکوانی (سماجی رہنما)، نورین ملک (ایڈووکیٹ)، فادر جمشید البرٹ، کاشف بجیر شامل تھے۔جسٹس اینڈ پیس کمیشن کا تعارف ملتان ریجن کے انیمیٹر فیاض امین نے پیش کیا اور الزبتھ فرزند نے خواتین کی صورتحال کے بارے میں بتایا۔

ہائی سینٹ پیٹر (ایگزیکٹیو سیکرٹری جے پی سی) نے کہا کہ عالمی جینڈر گیپ کی رپورٹ کے مطابق دنیا کے 142 ممالک میں سے پاکستان کا 141 واں نمبر ہے۔ جبکہ ملک میں پچھلے 10 سالوں میں خواتین کے ساتھ ہونے والے ظلم وزیادتی کے تقریباً ایک لاکھ کیسز درج ہوئے اسی طرح سالانہ تقریباً دو ہزار خواتین جہیز کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں اور ہر سال 2045 خواتین کو تشدد کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ خواتین پر ڈھائے جانے والے اس ظلم کا کون ذمہ دار ہے؟ ہمارا عدالتی نظام، ہماری روایات، پولیس کا نظام یا پھر انسانی حقوق کی وزارت؟ انہوں نے پاکستان میں خواتین کے حقوق کے تحفظ کیلئے موجود قوانین کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا کہ پاکستان جہیز اور شادی گفٹ ایکٹ 2008 کے مطابق جہیز کی مالیت 30,000 روپے اور دلہن کی تمام تحائف بمعہ جہیز مالیت 50,000 روپے ہے۔اسی طرح عورت فاؤنڈیشن کی رپورٹ کے مطابق خواتین پر تشدد کے واقعات کا تناسب سب سے زیادہ پنجاب جو کہ 63%، سندھ میں 22%، بلوچستان میں 2%، خیبر پختونخواہ میں 9% اور اسلام آباد میں 4% ہے۔اسی طرح جرائم کے لحاظ سے اغوا 20% قتل 23%، گھریلو تشدد 13%، خودکشی 8%، گینگ ریپ 11%، تیزاب گردی سے جلانے کے واقعات کا تناسب 1% اور دیگر جرائم 15% ہیں۔انہوں نے مزید کہا کہ اگر ہم جائزہ لیں تو پاکستان میں خواتین پر تشدد میں اضافہ ہوا ہے گھریلو تشدد 63%، تیزاب گردی میں 89%، قتل کے واقعات 11% اور آگ سے جلائے جانے کے واقعات میں 44% اضافہ ہوا ہے۔

خواتین کے خلاف پر تشدد واقعات کی روک تھام کے لئے اگرچہ قوانین موجود ہیں مگر اُن پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے خواتین عدم تحفظ کا شکار ہیں اس لئے ضروری ہے سماجی رہنما ان قوانین میں نقائص کی نشاندہی کریں اور پارلیمنٹرین ان قوانین کے نقائص کو دور کرنے میں اپنا کردار ادا کریں تاکہ ان قوانین کو اطلاق کو یقینی بنا کر خواتین کو ان کے حقوق دلوائے جاسکیں۔اور جس سے انصاف کے تقاضے پورے ہوں تاکہ خواتین معاشرے میں باوقار مقام حاصل کرسکیں۔

ایڈووکیٹ نورین ملک نے خواتین کے تحفظ کے ایکٹ 2006، جنسی ہراسانی کا ایکٹ 2010 اور تیزاب کے کنٹرول اور تیزاب گردی کے واقعات کی روک تھام کا ایکٹ 2012 کے نقائص کو اجاگر کیا۔

سپارک کے نیشنل مینیجر کاشف بجیر نے کہا کہ انسانی حقوق کے فروغ کیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ پولیس اور ججز

ایڈووکیٹ نورین ملک نے خواتین کے تحفظ کے ایکٹ 2006، جنسی ہراسانی کا ایکٹ 2010 اور تیزاب کے کنٹرول اور تیزاب گردی کے واقعات کی روک تھام کا ایکٹ 2012 کے نقائص کو اجاگر کیا۔

اکیڈمیوں میں انسانی حقوق کو بطورِ نصاب شامل کیا جائے۔اس کے ساتھ ساتھ بار ایسوسی ایشنز اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے خواتین کے تحفظ کیلئے بنائے گئے قوانین میں موجود نقائص کی نشاندہی کریں اور حکومت کو چاہیے کہ خواتین کے مسائل کے حل کیلئے الگ سیل اور ویمن پولیس سٹیشنز قائم کیے جائیں جہاں خواتین اپنی FIR درج کرواسکیں۔

آل پاکستان مینارٹی الائنس کے جنوبی پنجاب کے صدر عامر نوید جیوا نے اقلیتی خواتین کی نمائندگی کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتی خواتین کو بھی 5% نمائندگی دی جائے۔

اوپن فورم میں اجلاس کے شرکاء نے قوانین کے بارے میں نقائص کو دور کرنے کیلئے اپنی آراء سے نوازا۔

آخر میں الزبتھ فرزند نے شرکا کے اظہار رائے کے بعد حاصل کی گئیں تجاویز پیش کیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ سیاسی رہنما اپنی اپنی پارٹی کی سطح پر موجودہ قوانین کو مزید بہتر بنانے کے لئے پارلیمنٹ میں اپنا کردار ادا کریں تاکہ ان قوانین کا اطلاق آسان ہو سکے۔

2۔ ان قوانین کی الیکٹرانک، پرنٹ میڈیا اور سوشل میڈیا پر تشہیر کی جائے تاکہ عوام الناس کو آگاہی مل سکے۔

3۔ قوانین کا اطلاق کرنے والے اداروں (پولیس، عدلیہ، انتظامیہ) کی کارکردگی بہتر بنائی جائے تاکہ خواتین کو انصاف مل سکے۔

4۔ تیزاب، زہریلے یا کیمیائی مواد کی تیاری، درآمد، فروخت اور خرید کے سلسلہ میں موجود ضوابط پر سختی سے عملدرآمد کروایا جائے۔

5۔ کسی بھی قسم کے تشدد کا شکار خواتین کی قانون اور عدالت تک رسائی کو یقینی بنایا جایا اور راضی نامے کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

6۔ خواتین کے لئے الگ پولیس اسٹیشنوں کے قیام کو یقینی بنایا جائے۔

7۔ جنسی زیادتی کے مقدمات کی سماعت خاتون ججز کریں تاکہ صنفی امتیاز کو ختم کیا جاسکے اور خواتین اپنے مسائل کے لئے بلاجھجک ان اداروں پر اعتماد کرسکیں۔

8۔ ضلعی صنفی کرائم یونٹ کو متحرک کیا جائے اور جہاں نہیں وہاں پر قائم کئے جائیں۔

9۔ پولیس اور ججز اکیڈمیوں کے اندر انسانی حقوق کو بطور نصاب پڑھایا جائے۔

10۔ بار ایسوسی ایشنز اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے خواتین کے تحفظ کے لئے بنائے گئے تمام قوانین میں موجود نقائص کی نشاندہی کریں۔

11۔ خواتین کے لئے الگ سیل قائم کئے جائیں یا پھر خواتین کے لئے الگ پولیس اسٹیشنز کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ خواتین اپنی ایف آئی آر کا اندراج کرواسکیں۔

12۔ صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں اقلیتی خواتین کی نمائندگی 5% بڑھائی جائے۔

پروگرام کے اختتام پر فادر اختر نوید او پی (چیئر پرسن جے پی سی) نے تمام مہمانوں کا شکریہ کیا اور کہا کہ اگر ہم انسانیت کا احترام کریں اور ایک دوسرے کی عزت و احترام کا خیال رکھیں تو ہم پُرامن معاشرے کے قیام کو ممکن بنا سکتے ہیں اور اس کوشش کا آغاز ہمیں خود اپنی ذات سے کرنا چاہیے۔ہم سب اُمید رکھنے والے لوگ ہیں اور مایوسی اور ناامیدی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ہم ایک دوسرے عزتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے ملکِ پاکستان کو امن وآشتی کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔فادر موصوف نے مزید کہا کہ پاکستان کی آبادی کا 52% حصہ خواتین اور 48 فیصد پر مشتمل ہے مگر وہ اپنی بقا کیلئے جدوجہد کر رہی ہیں جس کی بڑی وجہ خواتین کے تحفظ کے لئے بنائے گئے قوانین کے اطلاق میں حائل رکاوٹیں ہیں جن کو دور کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے خواتین کے حقوق کے حصول کو ممکن بنایا جاسکے۔

(حفصہ افتخار)
(پراجیکٹ اسسٹنٹ، ویمن ڈیسک
جسٹس اینڈ پیس کمیشن، ملتان)

سندھ میں قوم پرست کارکنوں کا ماورائے عدالت قتل

سندھ میں گزشتہ برس کے دوران متعدد سندھی قوم پرستوں کو قتل کیا گیا۔ ان میں سے بعض کو سکیورٹی فورسز کے اہلکاروں نے حراست میں لیا اور ان کی مسخ شدہ نعشیں برآمد ہوئیں۔ واقعات کی مختصر روداد ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

صاحب خان گھوٹو

صاحب خان گھوٹو ولدیت دھنی بخش گھوٹو عمر 40 سال گاؤں جلال خان گھوٹو ضلع گھوٹکی کا رہائشی تھا، جسے گھوٹکی کی پولیس نے بم رکھنے کے الزام میں گرفتار کرلیا تھا جس کا مقدمہ ATC کورٹ سکھر میں چل رہا تھا۔ صاحب خان 14 فروری 2014 کو مقدمہ کی سماعت کے لئے سکھر آیا ہوا تھا جسے سکیورٹی ایجنسیوں کے اہلکاروں نے روہڑی کی لینسڈاؤن پُل سے گرفتار کرکے نامعلوم جگہ منتقل کر دیا۔ 17 فروری 2014 کو ضلع نوشہروفیروز کے علاقے بھریا روڈ کی درگاہ ابراہیم شاہ کے قریب سے صاحب خان کی مسخ شدہ نعش برآمد ہوئی۔ نعش کی جیب سے ایک پرچی میں فون نمبر بھی برآمد ہوا جس پر فون کرکے ان کے ورثاء کو اطلاع دی گئی۔ صاحب خان گھوٹو ضلع گھوٹکی جسمم پارٹی کا صدر تھا اور دو بیٹوں کا باپ تھا۔

مقصود قریشی

مقصود قریشی ضلع لاڑکانہ کے رتو دیرو کا رہائشی تھا جس کی عمر 42 سال تھی۔ مقصود قریشی جیئے سندھ قومی محاذ کے چیئرمین بشیر قریشی کا بڑا بھائی تھا۔ 23 مارچ 2014 میں ہونے والے آزادی مارچ کے سلسلے میں سلمان ودھو کے ہمراہ لاڑکانہ سے کراچی اپنی گاڑی میں جا رہا تھا کہ مسلح افراد نے ضلع دادو کے شہر میہڑ کے قریب مقصود قریشی اور سلمان ودھو کو اغوا کر کے اگلے دن 21 مارچ بھریا روڈ کے پکا چانگ کی سنسان شاہراہ پر فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور گاڑی کو نذر آتش کر دیا جس کی وجہ سے دونوں کی نعشیں جھلس گئیں، مقصود قریشی اپنے بھائی کے مقدمے میں سرگرم تھا اور مدعی بھی خود تھا، جسقم کے کارکنان کا کہنا تھا کہ مقصود قریشی کا ہم سے میہڑ تک 9 بجکر 22 منٹ رابطہ رہا تھا، بعد میں نمبر بند ملنے لگا۔ دونوں کی پہچان گاڑی کی پلیٹ نمبر سے کی گئی تھی، مقصود قریشی دو بیٹوں کا باپ تھا۔

سلمان ودھو

سلمان ودھو ضلع شکارپور کی تحصیل گڑھی یاسین کے گاؤں حاصل ودھو کا رہائشی کا تھا جسکی عمر تقریباً 18 برس تھی۔ غیر شادی شدہ تھا اور انٹر کا طالب العلم تھا، وہ جیئے سندھ لطیف سنگت کا مرکزی صدر تھا۔ 21 مارچ کو مقصود قریشی کے ساتھ اسے بھی نذر آتش کیا گیا تھا۔

وقار ڈاوچ

وقار ڈاوچ کی عمر تقریباً 35 برس تھی اور وہ ضلع جامشورو کے علاقے کوٹڑی کا رہائشی تھا اور جسمم کا کارکن تھا جسے حیدر آباد میں 14 مئی 2014 کو ایک ریلی میں قتل کیا گیا۔

جمیل بابر

جمیل بابر کی عمر تقریباً 35 سال تھی اور ضلع جامشورو کے علاقے کوٹڑی کا رہائشی تھا اور جسمم کا سنیئر کارکن تھا جسے 22 مئی 2014 کو کوٹری میں فائرنگ کر کے قتل کیا گیا۔

> مقصود قریشی ضلع لاڑکانہ کے رتو دیرو کا رہائشی تھا جس کی عمر **42** سال تھی۔ مقصود قریشی جیئے سندھ قومی محاذ کے چیئرمین بشیر قریشی کا بڑا بھائی تھا۔ **23** مارچ **2014** میں ہونے والے آزادی مارچ کے سلسلے میں سلمان ودھو کے ہمراہ لاڑکانہ سے کراچی اپنی گاڑی میں جا رہا تھا کہ مسلح افراد نے ضلع دادو کے شہر میہڑ کے قریب مقصود قریشی اور سلمان ودھو کو اغوا کر کے اگلے دن **21** مارچ بھریا روڈ کے پکا چانگ کی سنسان شاہراہ پر فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور گاڑی کو نذر آتش کر دیا جس کی وجہ سے دونوں کی نعشیں جھلس گئیں۔

منیر چولیانی

منیر چولیانی عمر تقریباً 45 برس رہائشی وارہ ضلع شہدادکوٹ قمبر کا تھا۔ منیر چولیانی جسمم میڈیا کا کنویز تھا، جو اپنے گاؤں وارہ سے سیوھن اپنی ہی کار میں بیوی اور بیٹی کے ہمراہ سیوہن جا رہا تھا کہ راستے میں بوبک شہر کے قریب مسلح افراد نے اغوا کرلیا۔ منیر چولیانی کی بیٹی اور بیوی کو گاؤں حیدر رند کے قریب چھوڑ دیا جبکہ اسے 29 مئی کو درگاہ گنجڑی کے پاس گاڑی سے اتار کر گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ مسلح افراد بھان سید آباد فرار ہوگئے، پولیس نے نعش سیوہن پہنچائی جہاں سے پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کی گئی جسے آبائی گاؤں وارہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

انیس الرحمان سومرو

انیس الرحمان سومرو ولدیت انور سومرو عمر تقریباً 18 سال رہائشی نصیر آباد ضلع قمبر شہدادکوٹ۔ انیس سومرو کے باپ انور سومرو کا کہنا تھا کہ انیس سومرو کو سچل گوٹھ کراچی کی پولیس نے اپنی دکان پر جاتے ہوئے راستے سے گرفتار کیا تھا۔ سچل گوٹھ پولیس کے تھانے کی حوالات میں اس نے بیٹے سے ملاقات کی تھی جہاں پر ایس ایچ او اسماعیل لاشاری نے اس کی رہائی کے عوض 5 لاکھ روپے رشوت طلب کی۔ رقم نہ ملنے پر اسے 23 جون کو طالبان ظاہر کر کے جعلی پولیس مقابلے میں ہلاک کر دیا، جس کی لاش افغان کالونی نزد سہراب گوٹھ کراچی میں پھینکی گئی جہاں سے ایدھی ویلفیئر فاؤنڈیشن نے وہاں سے اٹھا کر اپنے سرخانے میں رکھ دی جس کی انیس سومرو کے نام سے پہچان ہوئی۔ انور سومرو نے ملیر کورٹ میں پٹیشن بھی دائر کی تھی۔ عدالت نے انیس کی بازیابی کے لیے تھانے پر بیلف کا چھاپہ پر بھی مروایا تھا۔ لیکن پولیس نے اس سے قبل انیس کو کسی اور جگہ منتقل کر دیا تھا، انیس سومرو جیئے سندھ متحدہ محاذ کا سرگرم کارکن تھا۔

فتح ڈاہری

فتح ڈاہری کراچی کا رہائشی اور جسمم کا سرگرم کارکن تھا، جسے 4 جولائی 2014ء کو گارڈن صدر کراچی میں قتل کیا گیا۔

سلیم پنہور

سلیم پنہور کراچی کورنگی کا رہائشی اور جسمم کا صدر تھا جسے 4 جولائی 2014ء کو کراچی صدر میں قتل کیا گیا۔

جانی بھٹی

جانی بھٹی عمر 35 سال سچل گوٹھ کراچی کا رہائشی تھا جو جسمم کا کارکن تھا۔ جسقم کے چیئرمین بشیر قریشی کی سالگرہ پر جانی بھٹی اور انکا دوست حنیف سومرو گئے تھے واپس آ رہے تھے کہ اسٹیل ٹاؤن کی پولیس نے گرفتار کر لیا اور اگلے دن 12 اگست کو صبح کے وقت پولیس مقابلہ ظاہر کر کے ہلاک کر دیا اور لاشیں لاوارث قرار دیکر ایدھی فاؤنڈیشن کے حوالے کردیں، جن کی 48 گھنٹوں کے بعد جانی بھٹی اور حنیف سومرو کے طور پر شناخت ہوئی، جانی بھٹی کو آبائی قبرستان سچل گوٹھ کراچی میں سپرد خاک کیا گیا۔

حنیف سومرو

حنیف سومرو ضلع نواب شاہ کے علاقے سکرنڈ کے نواحی گاؤں شورو گوٹھ کا رہائشی تھا، عمر تقریباً 25 سال تھی،

حنیف سومرو جسقم کا کارکن تھا۔ جو اپنے دوست جانی بھٹی کے ہمراہ شہید بشیر خان قریشی کی سالگرہ پر گیا تھا واپسی پر اسٹیل ٹاؤن کی پولیس نے گرفتار کرلیا اور اگلے دن 12 اگست کو پولیس مقابلہ ظاہر کرکے ہلاک کر دیا، اسے آبائی قبرستان ضلع نواب شاہ کے سکرنڈ علاقے میں دفنایا گیا، حنیف سومرو اسٹیل ملز کا ملازم بھی تھا۔

شکیل احمد کھونہارو

ضلع لاڑکانہ کی تحصیل ڈوکری کے نواحی گاؤں کریم ڈنو کھونہارو کے نوجوان 22 سالہ شکیل احمد کھونہارو کے گھر میں خفیہ ایجنسی کے اہلکاروں نے دھاوا بولا۔ شکیل احمد کے ہمراہ سردار کھونہارو اور انکا دوست خالد چنو کو اٹھا لیا۔ کچھ دور جا کر خالد چنو اور سردار کھونہارو کو رہا کر دیا۔ 11 اکتوبر کو شکیل احمد کھونہارو کی مسخ شدہ نعش ملیر کراچی سے ملی۔ شکیل احمد کھونہارو سندھ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا، جس نے 6 ماہ قبل شادی کی تھی شکیل احمد سونگی جسقم ضلع لاڑکانہ کا جنرل سیکریٹری بھی تھا۔

سید پریل شاہ

ضلع کشمور کے ہیڈ کوارٹر کندھ کوٹ کے رہائشی نوجوان جیئے سندھ متحدہ محاذ کے ضلعی صدر سید پریل شاہ عمر 28 سال کو کشمور سے ڈھرکی جاتے ہوئے سکیورٹی ایجنسی کے اہلکاروں نے گاڑی سے اتار کر لاپتہ کر دیا، جس کی لاش 07 نومبر 2014 کو ضلع رحیم یار خان کے علاقے کوٹ سبزل کے تھانے سنجر پور سے مسخ شدہ حالت میں ملی۔ مقتول کی جیب سے پرچی ملی تھی جس میں موبائیل نمبر تحریر تھا، پریل شاہ کے باپ نے سندھ ہائی کورٹ کراچی میں پریل شاہ کی جبری گمشدگی کے حوالے سے ایک پٹیشن بھی دائر کرائی تھی۔ 17 ماہ قبل اس کے بھائی ضامن شاہ کو بھی کراچی میں ہلاک کیا گیا تھا۔

روشن بروہی

لاڑکانہ شہر کے کوثر محلّہ کا رہائشی روشن بروہی ولدیت پناہ بروہی عمر 25 سال تھی جسے 26 اکتوبر 2014 کو لاڑکانہ کے رسول آباد محلّہ سے اٹھا کر لاپتہ کر دیا گیا۔ روشن بروہی ایک خانگی اسکول میں ملازمت کرتا تھا اور جسقم پارٹی کے ضلع لاڑکانہ زون کا سربراہ تھا۔ 14 نومبر 2014 کو ضلع ملیر کے علاقے گلشن حدید کے قریب قومی شاہراہ پر پولیس کو ایک بند بوری لاش ملی جس کی جیب سے ایک پرچی ملی جس میں روشن بروہی اور ایک موبائل نمبر لکھا ہوا تھا۔

آصف پنہور

ضلع بدین کے علاقے گولارچی کا رہائشی آصف پنہور عمر 22 سال کو 15 اگست 2014 کو حیدرآباد سے اغوا کیا گیا، جو سندھ یونیورسٹی کا طالب العلم تھا اور جسقم سندھ یونیورسٹی کا

ضلع لاڑکانہ کے علاقے موہن جودڑو کے گاؤں بلہڑ جی کا رہائشی 22 سالہ سرویچ پیرزادہ ولدیت لطف پیرزادو کراچی میں گلشن حدید میں رہتا تھا۔ وہ کراچی میں ایک نجی ادارے میں نوکری کرتا تھا اور جسقم کا کارکن تھا۔ جسے **11 ستمبر 2014** کو صدر کراچی سے اٹھا گیا اور ضلع جامشورو کے علاقے نوری آباد کے قریب **2 دسمبر 2014**ء کو مسخ شدہ لاشیں برآمد ہوئیں جن کی پہچان سرویچ پیرزادو اور واجد لنگاہ کے نام سے ہوئی۔ نعش کا حیدرآباد سے پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کی گئی، جسے آبائی گاؤں بلہڑ جی ضلع لاڑکانہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ سرویچ پیرزادو کے لئے ایم پی اے مہتاب اکبر راشدی نے بھی سندھ اسمبلی میں آواز بلند کی تھی۔ اس کے علاوہ علاوہ سرویچ کے والدین نے اس کی بازیابی کے لیے پریس کلب کراچی کے آگے بھوک ہڑتال بھی کی تھی۔

جنرل سیکریٹری تھا۔ 27 نومبر کو لاڑکانہ کے گاؤں شیر محمد جتوئی تحصیل باقرانی کے جنگل سے ایک لاش ملی جس کے پیٹ میں ایک گولی لگی ہوئی تھی جس کی پہچان آصف پنہور کے طور پر ہوئی۔ اطلاع ملتے ہی سندھ یونیورسٹی میں ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی جسے رینجرز نے کنٹرول کرلیا رینجرز نے شیلنگ کی جس کے نتیجے میں 20 سے زائد طالب زخمی ہوئے۔ مقتول کو اس کے آبائی گاؤں گولارچی میں سپرد خاک کیا گیا۔

وحید لاشاری

ضلع شہداد کوٹ قمبر کے علاقے وارہ کا رہائشی نوجوان عبدالوحید لاشاری ولدیت جندل لاشاری عمر 37 سال، جو جسقم کا رکن تھا۔ لاڑکانہ سے بیمار بہن کا علاج کرا کہ لاڑکانہ سے واپس وین میں بھائی بہن آرہے تھے کہ راستے میں مبینہ طور پر خفیہ ایجنسی کے اہلکاروں نے بہن کے سامنے بھائی وحید لاشاری کو مار پیٹ کرتے ہوئے وین سے اتار کر لاپتہ کر دیا۔ 27 اکتوبر 2014ء کو اس کی لاش گلشن معمار کراچی کے ایک نالے سے برآمد ہوئی۔ جس کے جیب میں شناختی کارڈ تھا، جس سے اس کی شناخت ہوئی۔

سرویچ پیرزادو

(02 دسمبر 2014)۔ ضلع لاڑکانہ کے علاقے موہن جو دڑو کے گاؤں بلہڑ جی کا رہائشی 22 سالہ سرویچ پیرزادہ ولدیت لطف پیرزادو کراچی میں گلشن حدید میں رہتا تھا۔ وہ کراچی میں ایک نجی ادارے میں نوکری کرتا تھا اور جسقم کا کارکن تھا۔ جسے 11 ستمبر 2014 کو صدر کراچی سے اٹھایا گیا اور ضلع جامشورو کے علاقے نوری آباد کے قریب 2 دسمبر 2014ء کو مسخ شدہ لاشیں برآمد ہوئیں جن کی پہچان سرویچ پیرزادو اور واجد لنگاہ کے نام سے ہوئی۔ نعش کا حیدر آباد سے پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کی گئی، جسے آبائی گاؤں بلہڑ جی ضلع لاڑکانہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ سرویچ پیرزادو کے لئے ایم پی اے مہتاب اکبر راشدی نے بھی سندھ اسمبلی میں آواز بلند کی تھی۔ اس کے علاوہ علاوہ سرویچ کے والدین نے اس کی بازیابی کے لیے پریس کلب کراچی کے آگے بھوک ہڑتال بھی کی تھی۔

واجد لنگا

ضلع قمبر شہداد کوٹ کے علاقے سجاول جونیجو کے نواحی گاؤں عرضی بھٹو کا رہائشی 26 سالہ واجد لنگاہ ولدیت قابل لنگاہ کی پپری کراچی کے علاقے میں پرچون کی دکان تھی اور وہ جسقم کا کارکن تھا، جسے 13 اگست 2014 کو گلشن حدید سے اٹھا کر گم کر دیا گیا۔ 2 دسمبر کو ضلع جام شورو کے علاقے نوری آباد سے دو لاشیں برآمد ہوئی جس کی پہچان سرویچ پیر زادو اور واجد لنگاہ کے نام سے ہوئی، واجد لنگاہ کی نعش حیدر آباد سے پوسٹ مارٹم کرانے کے بعد ورثاء کے حوالے کی گئی جسے آبائی گاؤں عرضی بھٹو نزد سجاول جونیجو ضلع قمبر شہداد کوٹ میں سپرد خاک کیا گیا۔

فہیم بھٹو

ضلع لاڑکانہ کے علاقے رتو دیرو کے نواحی گاؤں بنگل دیرو کا 11 ویں کلاس کے طالب علم 17 سالہ نوجوان فہیم بھٹو کو 13 اگست کراچی کے علاقے پپری کے علاقے سے اغوا کیا گیا تھا جس کی مسخ شدہ نعش 2 دسمبر 2014ء کو بلوچستان کے علاقے حب سے ملی۔ جسے آبائی قبرستان بنگل دیرو میں سپرد خاک کیا گیا۔ میڈیا کو مقتول فہیم بھٹو کے والد غلام قادر بھٹو نے بتایا کہ پپری کراچی تھانے کے ایس ایچ او ہارون کورائی نے فہیم کو گرفتار کیا تھا۔ انہوں نے سندھ ہائی کورٹ کراچی میں پٹیشن دائر کرائی، جس پر ایس ایچ او کو عدالت نے معطل کر دیا۔ ایس ایچ او کے مطابق خفیہ ادارے کے اہلکار فہیم بھٹو کو تھانے سے اٹھا کر لے گئے تھے، جس کی یکم دسمبر کو لاش موصول ہوئی۔

کریم میمن

کریم میمن عمر 24 برس کراچی ملیر کا رہائشی تھا جو جسقم کا کارکن تھا جسے 30 اکتوبر 2014 کو گلشن حدید سے جبری اغوا کیا تھا جس کی لاش یکم دسمبر 2014ء حب بلوچستان سے ملی۔

(شاکر جمالی)

بلوچستان...........حملوں کی زد میں ذِکری

ساحر بلوچ

آواران: یہ گزشتہ ہفتے کی ایک سہ پہر کا واقعہ ہے۔اس سہ پہر کو بادلوں نے آواران کے قصبہ تیرتیج کو گھیر رکھا تھا۔اسی تیرتیج میں خانہءِ ذِکر ہے جس کو چاروں طرف سے خاموشی نے گھیر رکھا تھا۔عبادت گاہ پر نیا نیا رنگ روغن کیا گیا تھا جس کے باعث کچے گھروں میں گھری عبادت گاہ نمایاں اور ممتاز نظر آرہی تھی۔ایک خاتون ناز زیتون اپنی دو جواں سال بیٹیوں کے ساتھ خانہءِ ذِکر کو جانے والی راہداری کو جھاڑو سے صاف کررہی تھی۔ جلد ہی نمازِ ظہر کا وقت ہونے والا تھا۔ اس خاتون نے بتایا کہ ''مرد ذِکر کے لئے جمع ہونا شروع ہوجائیں گے''۔

عبادت گاہ کے اندر کنکریٹ کی اینٹوں کا چھوٹا سا چبوترہ وہ جگہ ہے جو عبادت کے لئے مخصوص ہے۔اس چبوترے کو رنگ برنگے کپڑے کی کترنوں سے سجایا گیا ہے۔ان میں سے کپڑے کے کچھ ایسے ٹکڑے بھی ہیں جن پر کچھ اشعار لکھے ہوئے ہیں جبکہ باقی کترنیں صاف ہیں اور گانٹھ کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ باندھی گئی ہیں۔

اگست کے اواخر میں اس عبادت گاہ پر حملہ کیا گیا۔ کچھ مسلح افراد عبادت گاہ میں گھس آئے اور اندھا دھند فائرنگ شروع کردی جس کے نتیجے میں چھ افراد جاں بحق اور سات دوسرے زخمی ہوگئے۔اُس وقت عبادت گاہ کے اندر تین افراد تھے جن کے خاندان عبادت گاہ کے باہر ایک بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ فائرنگ کی زد میں آنے سے خود کو بچانے میں کامیاب رہے۔ تاہم اس واقعہ نے انہیں دہشت زدہ کردیا اور اس کے بعد تقریباً چار سو افراد محفوظ علاقوں کی طرف ہجرت کرگئے جبکہ پیچھے رہ جانے والے لوگ صرف اس لئے پیچھے رہ گئے تھے کہ وہ کہیں اور جا ہی نہیں سکتے تھے۔ یہ بات وہاں کے مقامی لوگوں نے بتائی۔

تیرتیج میں اس حملہ کے فوراً بعد آواران بھر سے ذِکریوں کو حملوں کا نشانہ بنانے کے متعدد واقعات سامنے آئے۔ ان میں وہ واقعات بھی شامل ہیں جن میں بسوں میں سوار ذِکریوں کی شناخت کرکے بسوں سے نیچے اتار کر انہیں لوٹ لیا گیا۔اس حملہ سے قبل بھی اگست میں تربت اور جولائی میں خضدار میں ایسے ہی واقعات ہوئے۔خضدار میں تو نامعلوم افراد کی فائرنگ سے سات افراد زخمی بھی ہوئے تھے۔ بلوچستان کے اس حصے میں اب ذِکریوں اور نمازیوں کے درمیان واضح تفریق نظر آتی ہے۔اگرچہ یہ تفریق بالکل نئی تصور کی جاتی ہے لیکن تاریخی طور پر اس کی جڑیں اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہیں۔''آکسفورڈ ان پاکستان ریڈنگز ان سوشیالوجی اینڈ سوشل اینتھروپالوجی'' جیسی مستند کتاب میں میں ایک باب ہے جس کا عنوان ''بلوچستان کے ذِکری'' ہے۔کتاب کے مصنف ڈاکٹر عنایت اللہ بلوچ لکھتے ہیں کہ ''ذِکری فرقہ سے تعلق رکھنے والے بنیادی بلوچوں کے ذیلی گروہ ساجدی، سنگور، رئیس، درزاداس، میڈ اور کوہ بلوچ کے ناموں سے جانے جاتے ہیں۔ ذِکری فرقہ کے کچھ پیروکار مشرقی بلوچستان کے خضدار اور خاران کے علاقوں کے خانہ بدوش بلوچ ہیں۔

اگست کے اواخر میں اس عبادت گاہ پر حملہ کیا گیا۔ کچھ مسلح افراد عبادت گاہ میں گھس آئے اور اندھا دھند فائرنگ شروع کردی جس کے نتیجے میں چھ افراد جاں بحق اور سات دوسرے زخمی ہوگئے۔اُس وقت عبادت گاہ کے اندر تین افراد تھے جن کے خاندان عبادت گاہ کے باہر ایک بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ فائرنگ کی زد میں آنے سے خود کو بچانے میں کامیاب رہے۔

ڈاکٹر عنایت اللہ بلوچ ذِکری فرقے پر ہونے والی ستم رانیوں کے حوالے سے لکھتے ہیں۔''اٹھارہویں صدی میں ذکریوں نے قلات کے سنی مسلمان حکمران میر ناصر خان دی گریٹ کے ہاتھوں بدترین اذیتوں کا سامنا کیا۔اس وقت اس فرقے سے متعلق تمام تاریخی دستاویزات اور ریکارڈ ضائع کردیا گیا اور جو تھوڑی بہت معلومات ہمارے زمانے تک پہنچی ہیں وہ مذہبی علوم کے ذریعے پہنچی ہیں جو زبانی روایات کے ذریعے یا غیر ذِکریوں کی تحریریوں کے باعث زندہ رہ سکیں۔

مورخ اور مصنف ڈاکٹر شاہ محمد مری، جو کوئٹہ میں رہتے ہیں، کے مطابق ذکریوں کو ''پاک'' کہا جاسکتا ہے اس لئے کہ ان کا ملاپ کسی اور نسل کے ساتھ نہیں ہوا۔''وہ آباد کار نہیں ہیں۔وہ یہیں پیدا ہوئے اور یہیں پر ان کی پرورش ہوئی اور بلوچستان ہی وہ علاقہ ہے جسے وہ جانتے ہیں''۔ان کا تعلق مہدوی فرقے سے ہے جس کی بنیاد پندرہویں صدی میں سید محمد جونپوری نے رکھی۔ بنیادی طور پر ذِکری زرتشتی تھے جو بعد میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور سنی ہوگئے۔ بعد میں انہوں نے ''ذِکر'' شروع کردیا۔ یہ بات صحافی ایاز سنگور نے بتائی۔

ڈاکٹر شاہ محمد مری کا کہنا ہے کہ ''ذِکریوں کا عقیدہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کے وارثوں میں سے ایک جو امام مہدی کے طور پر جانے جاتے ہیں، دنیا میں آچکے ہیں اور یہ لوگ (ذِکری) عبادت اور ذِکر کے ذریعے ان تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ یا تو حیدرآباد دکن (بھارت) یا بلوچستان کے علاقہ مکران میں پائے جاتے ہیں جبکہ گزشتہ کئی برسوں کے دوران ان میں سے کئی خاندان کراچی میں آباد ہوگئے ہیں۔ ناصر خان نے انہیں دوبارہ اپنے عقیدے کی طرف لانے کے لئے ان کے خلاف جنگ کی جس میں 35 ہزار لوگ مارے گئے۔ یہ جنگ ''ذِکری۔نمازی جنگ'' کے نام سے جانی جاتی ہے۔ کچھ صدیوں بعد یہ لوگ جنرل ضیاء الحق کے دور میں ایک بار پھر اس وقت حملوں کی زد میں آئے جب وہ 27ویں رمضان کو تربت میں کوہِ مراد پر سالانہ زیارت کے لئے جارہے تھے۔

ڈاکٹر شاہ محمد مری بتاتے ہیں کہ ''جو بات لوگ نہیں سمجھتے یہ ہے کہ بلوچی بولنے والے زیادہ تر لوگ مذہب کی حقیقی اور عملی تفصیلات میں نہیں جاتے۔ان کی اکثریت نام کی مسلمان ہے۔ ایک ہی خاندان میں باپ ذِکری جبکہ ماں نمازی ہوسکتے ہیں۔ مذہب کی بنیاد پر ذِکریوں پر کی جانے والی ستم رانی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کی گئی تھی لیکن آج سیاسی بنیادوں پر ان کے خلاف خونریز کارروائیاں کی جاتی ہیں۔ سیاسی وجہ یہ ہے کہ ذِکری، جن کی بلوچستان کے ساتھ انتہائی گہری وابستگی ہے، نظریاتی اور عملی طور پر قوم پرست ہیں اور اپنے صوبے کے وسائل کے لئے لڑتے ہیں۔ تیرتیج کے ایک رہائشی عادل علی جو ایک گیٹ کیپر ہیں، کا کہنا ہے کہ انہوں نے ذِکریوں اور نمازیوں میں کبھی کوئی فرق نہیں دیکھا۔ حقیقتاً وہ ایک ہی ہیں۔

ڈاکٹر شاہ محمد مری کہتے ہیں کہ ''خطرات یہ ہیں کہ وسائل کی خاطر ان کی لڑائی کہیں بلوچستان میں جاری علیحدگی کی تحریک کا حصہ نہ بن جائے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر دونوں اطراف کو الگ اور منتشر کرنے کے لئے مذہب یا فرقے کی بنیاد پر تصادم کا سہارا لیا جائے گا''۔

(انگریزی سے ترجمہ: بشکریہ ڈان)

بچوں، خواتین، محنت کشوں اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں شعور وآگہی پر زور

ہرنائی پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق بلوچستان چیپٹر نے یکم نومبر 2014ء کو گورنمنٹ کالج ہرنائی میں محنت کشوں اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں شعور وآگہی پھیلانے کے لئے ایک روزہ پروگرام کا انعقاد کیا جس میں سول سوسائٹی، سیاسی اراکین، طلباء، خواتین، اساتذہ اور HRCP کے ممبران نے شرکت کی۔ پروگرام کا مقصد لوگوں کو ان کے حقوق کے بارے شعور وآگاہی دینا اور معاشرے میں رواداری کو فروغ دینا تھا۔ تقریب کی مختصر رُوداد ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

فرید احمد (صوبائی کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

سب سے پہلے ہمارے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ انسانی حقوق کیا ہیں، ہمارے بنیادی حقوق کون کون سے ہیں، ان کو کہاں سے اور کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ انسانی حقوق تمام انسانوں کے قدرتی حقوق ہیں۔ تمام انسان قومیت، رہائش، جنس، نسل، رنگ، مذہب اور زبان کے امتیاز کے بغیر مساوی انسانی حقوق کے حقدار ہیں۔ تمام حقوق آپس میں باہم مربوط اور نا قابل تقسیم ہیں۔ پاکستان کے آئین اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدات میں ان کی ضمانت دی گئی ہے۔ بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون میں حکومتوں کی ذمہ داریوں کا تعین اور حقوق کو فروغ دینے اور افراد یا گروہوں کی بنیادی آزادیوں کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے۔ انسانی حقوق کے عالمگیر ضابطے اس انسانی حقوق کے قانون کی بنیاد ہیں۔ 1948ء میں انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ منظور کیا گیا۔ 1993ء کی ویانا عالمی کانفرنس میں حقوق کو فروغ دینے اور قطع نظر سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی نظام کے تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ کیلئے تمام اقوام پر ذمہ داریاں عائد کی گئیں۔ انسانی حقوق کے معاہدوں کی پاکستان نے بھی توثیق کی ہے۔ اسی طرح خواتین کیخلاف امتیاز کی تمام شکلوں کے خاتمے پر بین الاقوامی کنونشن منظور ہوئے ہیں جن کا اطلاق ضروری ہے۔

بچوں کے حقوق

شمس الملک

پاکستان نے بچوں کے حقوق کے میثاق پر نومبر 1990 میں دستخط کیے۔ اس میثاق کے تحت پاکستان پر یہ لازم ہے کہ بچوں کے لئے ان حقوق کی ضمانت دے۔ جس کے تحت تمام بچوں کو زندگی کا حق، پیدائش کے وقت اندراج کا حق، ایسی زندگی کا حق جو بچے کو ترقی کرنے میں مدد کرے، مناسب کھیلنے اور آرام کا حق، مفت ابتدائی تعلیم کا حق، جنسی تشدد سے بچاؤ کا حق حاصل ہے۔ 14 برس سے کم عمر بچوں کی ملازمت کو قانون میں موجود ان خصوصی شقوں کے ذریعے باضابطہ بنایا جاتا ہے۔ تاکہ بچے جو کام کرتے ہیں اس کام کی نوعیت، اجرت اور ماحول کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ تاکہ وہ بچے کے مستقبل پر اثر انداز نہ ہوں۔ 14 برس سے کم عمر بچوں سے سخت نوعیت کے کام کروانے کی ممانعت ہے۔ ان سے فیکٹریوں، اسلحہ کے کارخانوں زہریلی دھاتوں اور مادوں وغیرہ کے کارخانوں میں کام کرانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ پاکستان کے

تمام انسان قومیت، رہائش، جنس، نسل، رنگ، مذہب اور زبان کے امتیاز کے بغیر مساوی انسانی حقوق کے حقدار ہیں۔ تمام حقوق آپس میں باہم مربوط اور نا قابل تقسیم ہیں۔

آئین کے آرٹیکل 25A کے تحت ہر بچے کو مفت اور لازمی ابتدائی تعلیم فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اور تمام بچوں کو تعلیم کے یکساں مواقع مہیا کرنے ہونگے۔ اور بچوں کو جنسی تشدد یا جسم فروشی پر مجبور کرنا جرم تصور ہوگا۔

مقدمات میں ملوث بچوں کو ہتھکڑیاں نہیں لگائی جائیں گی۔ ان کو بڑی عمر کے قیدیوں سے الگ رکھا جائے گا۔ ان سے دوران حراست مشقت نہیں کروائی جائے گی۔ ریاست ان کو مفت قانونی معاونت فراہم کرے گی۔ اور بچوں کو سزائے موت نہیں دی جاسکتی۔ پروبیشن کو ایک رپورٹ تیار کرکے جج کو پیش کرنی چاہیئے۔ اور بچوں کے حوالے سے مخصوص ادارے بنانے چاہئیں تاکہ ان کو جلد از جلد انصاف فراہم کیا جاسکے۔ صوبہ بلوچستان کو بھی بچوں کے حوالے سے قانون سازی کرنی چاہیئے۔ تاکہ یہاں کے نادار اور بے سہارا بچوں کی معاونت ہوسکے۔ پاکستان میں قانونی طور پر لڑکیوں کی شادی کے لئے عمر کم ازکم 16 سال اور لڑکوں کے لئے 18 سال مقرر ہے۔ اگر کوئی اس عمر سے کم بچوں کی شادی کراتا ہے تو وہ سزا کا مرتکب ہوتا ہے اور قانون میں اس کیلئے سزا مقرر ہے۔ بچوں سے مشقت پاکستان میں عام ہے۔ اور اس میں تمام عمر کے بچے شامل ہیں جن سے مزدوری کروائی جاتی ہے۔ اور کام کے دوران ان بچوں کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ پاکستان میں ہر سال ہزاروں بچوں کو کام کے دوران تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ تعلیم کے حوالے سے پاکستان میں پرائمری اسکولوں میں داخلہ بہت کم ہے۔ اور ہر دس میں سے 3 بچے سکول نہیں جاتے۔ اور فرضی سکولوں کی بھی بھرمار ہے۔ بچوں کو سکولوں اور مدرسوں میں جسمانی سزا بھی دی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اکثر بچے اسکولوں سے بھاگ جاتے ہیں۔

محنت کشوں کے اہم مسائل

شمس الملک

محنت کشوں کو درپیش مسائل اخبارات میں کم ہی جگہ حاصل کر پاتے ہیں۔ سال بھر میں کام کی جگہ سینکڑوں محنت کشوں کے جان لیوا حادثات کی خبریں اخبارات کے پچھلے صفحات کے کونوں کھدروں میں ڈال دی جاتی ہیں۔

کارخانوں اور کام کی جگہ پر تحفظ کے لئے حکومت کی جانب سے حفاظتی اقدامات کو یقینی نہ بنانے کے باعث مزدوروں کے لئے دوران کام کارسلامتی غیر یقینی ہوگئی ہے۔ 2102ء میں کراچی کی بلدیہ فیکٹری میں بھڑکنے والی ہولناک آگ کے ذمہ دار ضمانتوں پر رہا ہوگئے اور حکومت کی مقرر کردہ انکوائری کمیٹی کی مرتب کردہ تحقیقاتی رپورٹ ابھی تک عوام کی دسترس سے باہر ہے۔

افرادی قوت کے درست اعداد وشمار نہ ہونے کی وجہ سے محنت کشوں کے لئے بنائی جانے والی معدودے چند پالیسیاں بھی فرضی اعداد وشمار کی بنیاد پر مرتب کی جاتی ہیں۔ ابھی تک یہ پتہ نہیں چلا کہ زرعی اصلاحات حال یا مستقبل کے حکومتی ایجنڈے میں شامل ہیں یا نہیں۔

اجرت میں اضافے کے لئے سال بھر سے جاری احتجاجی مظاہروں کے باوجود کم ازکم اجرت بڑی حد تک کم رہی۔ افراط زر کی بڑھتی ہوئی شرح کے پیش نظر کم ازکم اجرت میں ہونے والا سالانہ ایک ہزار روپے کا اضافہ ناکافی ثابت ہے۔

انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ اور آئین کے تحت تسلیم کئے گئے محنت کشوں کے حقوق مزدوروں کو دینے کیلئے ضروری ہے کہ حکومت محنت کشوں کے درج ذیل مطالبات پر غور کرے۔

1۔ پچھلے دس سالوں میں مزدور طبقہ کی تعداد میں ہونے والے اضافے کے تعین کے لئے مردم شماری کا اہتمام کیا جائے کیونکہ مزدوروں کی صحیح تعداد کا تعین کئے بغیر محنت کشوں کے لئے سودمند پالیسیاں نہیں بنائی جاسکتیں۔

2۔ کارخانوں اور جائے کار کا باقاعدہ اور ہر لحاظ سے مکمل ملاحظہ کیا جائے اور مزدوروں کی سلامتی سے

لاپرواہی کے مرتکب افراد کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے۔

3۔ کم ازکم اجرت میں افراط زر کے تناسب سے اضافہ کیا جائے اوراجرت بورڈ میں مزدوروں کی نمائندگی یونین لیڈروں کے سپرد کی جائے۔

4۔ فیکٹریز ایکٹ 1934 اور چلڈرن ایکٹ 1991 اور دیگر زیرالتواء اور ترمیم طلب قوانین کی تکمیل کوترجیح دی جائے۔

5۔ زرعی اصلاحات کوغیر اسلامی قرار دینے والے فیصلے کو منسوخ کیا جائے اورنئی زرعی اصلاحات کی جائیں۔

پاکستان کی مذہبی اقلیتیں

عبداللہ بلوچ

پاکستان کا آئین شہریوں کے لیے متعدد حقوق کی ضمانت دیتاہے جن میں سے چندایک درج ذیل ہیں۔

پاکستان کے عوام کی خواہش ہے کہ ایک ایسانظام قائم کیا جاے، جس میں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے۔ ان حقوق میں سماجی مساوات، مساوی مواقع کی فراہمی، سب کے لئے یکساں قانون، سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف، فکرو ضمیراوراظہاررائے کی آزادی، ایمان، عقیدے، عبادت اور تنظیم سازی کی آزادیاں شامل ہیں۔ یہ حقوق، اورآزادیاں قانون اوراخلاق عامہ کی حدود کے تابع ہوں گی۔

آئین پاکستان[دیباچہ]

کسی ریاست، ادارے، افراد کے گروہ یا فرد کی طرف سے کسی شخص کے ساتھ اس کے مذہب اور عقیدے کی بنا پر کوئی امتیازی سلوک روانہیں رکھاجائے گا۔

مذہب کی بنیاد پر ہر طرح کے امتیازی سلوک اور عدم برداشت کے خاتمے کے لیےاقوام متحدہ کااعلانیہ۔

انسانی حقوق کاعالمی منشور[آرٹیکل:1(2)اور2(1)]

مسائل

پاکستان میں غیر مسلم شہری اور اقلیتی مسلمان مسالک مختلف نوعیت کے مسائل سے دوچار ہیں۔ وہ شدید عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ جس کی وجہ سے ہروقت انکی جان و مال اورعزت خطرے میں رہتی ہے۔ کچھ مسائل تو ایسے ہیں، جن سے تمام غیر مسلم یکساں طور پرمتاثر ہوتے ہیں، لیکن بعض مسائل ایسے بھی ہیں جو چند مخصوص برادریوں کودرپیش ہوتے ہیں۔

سماجی تنظیموں کی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم پاکستانیوں کے مسائل کا جائزہ لیں، ان پرتحقیق کریں اوران کی بہتر زندگی کیلئے سفارشات مرتب کر کے سیاسی جماعتوں کوپیش کریں۔

سیاسی جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ سماجی تنظیموں کی مرتب کردہ سفارشات کواپنے سیاسی ایجنڈے اورانتخابی منشور کا حصہ بنائیں، بل کی شکل میں پارلیمان میں پیش کریں اور منظور کرانے کی کوشش کریں۔

اس کے علاوہ ان تمام متنازعہ قوانین کی تنسیخ یاان میں ترامیم کیلئے کوشش کریں جن سے غیر مسلم آبادی متاثر ہورہی ہے۔

اپنی جماعت کے غیر مسلم اراکین اور سماجی تنظیموں کے تعاون سے ایسی کمیٹی تشکیل دیں جوتعلیمی نصاب کا جائزہ لینے کے علاوہ تعلیمی اداروں میں غیر مسلموں کے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک کا جائزہ لے کراس کے خاتمہ کیلئے حکمت عملی مرتب کرے۔

1998ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں غیر مسلم

> پاکستان میں غیر مسلم شہری اوراقلیتی مسلمان مسالک مختلف نوعیت کے مسائل سے دوچار ہیں۔ وہ شدید عدم تحفظ کا شکار ہیں۔

صرف 3 فیصد ہیں، جبکہ مسلمان کل آبادی کا 97 فیصد ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا کہ غیر مسلم آبادی مسلمان اکثریت کیلئے کسی قسم کا خطرہ بن سکتی ہے، سوائے عدم برداشت کے کچھ اورنہیں ہے۔ ملک میں جو 3 فیصد غیر مسلم آبادی ہے، اس میں مختلف مذاہب کے ماننے والی برادریاں شامل ہیں۔ مذہبی اقلیتوں کے عدم تحفظ کی ایک بنیادی وجہ حکمرانوں اورسیاسی قیادتوں میں سیاسی عزم و بصیرت کافقدان اور مذہبی رواداری میں عدم دلچسپی ہے۔

مذہبی اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی وجہ سے اور مذہبی انتہا پسندوں کے ہاتھوں مذہب کے نام پرقتل وغارت کے واقعات کی وجہ سے پاکستانی معاشرہ انتشار کا شکار ہے۔

اگر ملک کی اقلیت کومساوی حقوق دے دیئے جائیں، تو اس سے نہ تو اکثریت کے حقوق متاثر ہونگے اور نہ ہی ان کی فیصلہ ساز حیثیت کم ہوگی۔ اگر علماء اور دانشور مسلمانوں کو اقلیتوں کے ساتھ مساوی سلوک پرآمادہ کریں اور ریاست ایسےقوانین مرتب کرے جن سے غیر مسلموں کومساوی حقوق مل سکیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک میں بھائی چارہ اور رواداری کو فروغ حاصل نہ ہو۔ ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنا ہوگی کہ کسی عقیدہ یا نظریہ کو اپنا نا ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کوتسلیم کرنا پاکستان کی مسلم اکثریت کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ جبکہ اپنے ملک کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ اسلئے ہم سب کو کوشش کرنی چاہئے کہ پاکستان کا کوئی بھی شہری، خواہ اس کا مذہب، مسلک یا فرقہ کچھ ہی کیوں نہ ہو کسی بھی مرحلہ پر عدم تحفظ کا شکار نہ ہونے پائے یہی پاکستان کی فلاح اوربہتری کا راستہ ہے۔

بچوں کے حقوق

امیر جان

ہر بچے کوصحت، تعلیم، کھیل اورصاف ماحول کا حق حاصل ہے۔ بچے میں اعتماد سازی کے لئے ضروری ہے کہ اسے بچے کواچھے لفظوں سے پکارا جائے۔ بچے کوحقیر انداز سے نہ پکارا جائے۔ بچوں کو معذوری سے بچانے کیلئے پولیو ویکسین اور دیگر حفاظتی ٹیکے ضرور لگوائے جائیں۔ تمام والدین اپنے بچے کے ساتھ بیٹھ کرتعلیم، صحت اوراخلاقی ماحول پر گفتگو کریں۔ تاکہ بچے کی اعتماد سازی ہوسکے اوروہ اپنے مستقبل کی فیصلے سازی میں شامل رہے۔ بچوں کوبھی ان کے حقوق اورانسانی حقوق کے متعلق پڑھایا جائے۔ بچوں کو دنیا میں بہتر زندگی بسر کرنے کیلئے صحت، تعلیم ودیگر ضروریات کی فراہمی ضروری ہے۔ انہیں کومنفی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کا خیال رکھنا والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ بچے کے تحفظ میں غفلت برتنے سے مسائل اوربھی سنگین ہوسکتے ہیں۔

(ایچ آرسی پی، کوئٹہ آفس)

سبی پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق بلوچستان چیپٹر 11 نومبر 2014ء کو گورنمنٹ گرلز کالج سبی میں خواتین، محنت کشوں اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں شعوروآگہی اجلاس منعقد کیا جس میں سول سوسائٹی، سیاسی اراکین، طلباء، خواتین، اساتذہ اور HRCP کے ممبران نے شرکت کی۔ پروگرام کا مقصد لوگوں کوان کے حقوق کے بارے شعوروآگاہی دینا تھا۔

فرید احمد

1948ء میں انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کومنظور کیا گیا اور پھراس اس اعلامیے کے بعد انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدات منظور ہوئے۔ انسانی حقوق کے معاہدوں کی پاکستان نے بھی توثیق کی ہے۔

خواتین کے حقوق اوراُن کی محرومیاں

پروفیسر رخشندہ کوکب

ہمارے خطے کی عورت کواُن سارے مسائل کا سامنا ہے جنکو ساری دنیا کی عورتیں بھگت رہی ہیں مگر آج پاکستان کی عورت کے مسائل ان سے کچھ مختلف اور پیچیدہ بھی ہیں جن پر عورتوں کے حقوق کی تحریک کی کڑی نظر ہے۔ پاکستانی معاشرے میں مرداورعورت کی سماجی، ثقافتی، قانونی حیثیت مردوں سے کم ہے۔ بچیوں کیخلاف پیدائش کے وقت بلکہ پیدائش سے قبل امتیازی سلوک شروع ہوجاتا ہے۔ صحت کے شعبے میں صورتحال بہت تشویشناک ہے بچے کی پیدائش کے وقت ماؤں کی اموات کا تناسب بہت زیادہ ہے۔ خواندگی کا

تناسب 2006ء کے مطابق دس سال سے کم عمر بچوں میں زیادہ عمر کے 67% لڑکوں کے مقابلے میں صرف 42 فیصد تھا تعلیم میں منفی امتیاز اگرچہ شہروں میں کم ہو رہا ہے مگر دیہاتوں میں بڑھ رہا ہے۔ زراعت، جنگلات اور ماہی گیری جیسے شعبہ جات میں عورتوں کے خلاف منفی امتیاز بہت زیادہ ہے۔ عورتوں کی اکثریت دیہاتی علاقوں میں بلا معاوضہ مزدوری کرتی ہے۔ انھیں وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا۔ ایسی صورتحال میں عورتوں کی معاشی ترقی انتہائی اہم ہے۔ افرادی قوت میں انکی تعداد تو بڑھتی جا رہی ہے مگر قومی اعداد وشمار میں انکو گنا نہیں جاتا۔ جس کے سبب بے روزگاری میں عورتوں کا تناسب مردوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔

تشدد کی کئی اقسام ہیں جس سے عورتیں متاثر ہوتی آ رہی ہے۔ اغواء، قتل، غیرت کے نام پر قتل، زنا، خودکشی، گھریلو تشدد، تیزاب گردی، کم عمری میں شادی جیسے واقعات میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی خوش آئند ہے کہ جہاں عورتیں اتنے مسائل کا شکار ہے وہی عورتوں کی تحریک اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ عورتوں کے حقوق کے حوالے سے جدو جہد اپنے مزاحمتی رویہ سے آگے بڑھ کر معاشرے اور ریاستی اداروں پر مثبت نقوش چھوڑ رہی ہے۔ عورتیں تعلیم، صحت کے علاوہ زندگی کے دیگر شعبوں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لے رہی ہیں۔ قومی اسمبلیوں میں انکی بڑی تعداد عورتوں کے برابر حقوق اور قوانین کیلئے مصروف عمل ہے۔ 1988ء میں پاکستان میں سیاسی اور انسانی حقوق کے کارکنوں کے جدوجہد کا ثمر تھا کہ جمہوریت بحال ہوئی اور محترمہ بینظیر بھٹو ملک کی پہلی خاتون وزیر اعظم منتخب ہوئی۔ 1989ء میں عورتوں کے حقوق کی تنظیموں کی جانب سے قومی صوبائی اسمبلیوں اور لوکل باڈیز مین خواتین کی مخصوص نشستوں کی بحالی اور اضافے کیلئے تحریک کا آغاز ہوا فرسٹ وویمن بنک کا قیام عمل میں آیا۔ 1994ء میں پاکستان میں پہلی مرتبہ وویمن پولیس اسٹیشن کی بنیاد رکھی گئی۔ پاکستان میں لیڈی ہیلتھ ورکرز کی اسکیم کا آغاز ہوا۔ عورتوں کی صورتحال پر سپریم کورٹ کے جج کی سربراہی میں انکوئری کمیشن قائم ہوا۔ جس کی رپورٹ 1997ء میں سامنے آئی۔ 1996ء میں پاکستان نے عورتوں کیخلاف ہر طرح کے امتیازت کے خاتمے کے معاہدے کی توسیع کی۔ 1998ء میں عورتوں کیلئے قومی ایکشن پلان منظور ہوا۔ 2002-01ء میں ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ مقامی سطح پر منعقد انتخابات میں عورتوں کو 33 فیصد نمائندگی دی گئی ہے جسکے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں عورتوں یونین، تحصیل اور ضلعی کونسلوں میں منتخب ہوئیں۔ 2004ء میں غیرت کے نام پر قتل کے خاتمے کیلئے قانون منظور ہوا۔ 2006ء میں پارلیمنٹ نے ایک قانون کے ذریعے حدود آرڈیننس کی کئی امتیازی شقوں کو ختم کیا۔ 2008ء میں ڈاکٹر فہمیدہ مرزا قومی اسمبلی کی پہلی خاتون اسپیکر منتخب ہوئی۔ بعد ازاں پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کیخلاف اور خواتین کیخلاف رائج رسومات کے خاتمے، تیزاب کے ذریعے کئے جانے والے تشدد کے تدارک کیلئے قوانین منظور کئے۔ 2012ء میں پارلیمنٹ نے قومی کمیشن برائے قوانین کو آزاد اور خودمختار ادارہ بنانے کی منظوری دی۔

پاکستان کی مذہبی اقلیتیں

فرید احمد

ہماری خواہش ہے کہ پاکستان میں ایک ایسا نظام قائم کیا جائے، جس میں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے۔ ان حقوق میں سماجی مساوات، مساوی مواقع کی فراہمی، سب کے لئے یکساں قانون، سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف فکر و ضمیر اور اظہار رائے کی آزادی، ایمان، عقیدے، عبادت اور تنظیم سازی کی آزادیاں شامل ہیں۔ کسی ریاستی ادارے، افراد کے گروہ یا فرد کی طرف سے کسی شخص کے ساتھ اس کے مذہب اور عقیدے کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک روا نہ رکھا جائے۔ مذہب کی بنیاد پر ہر طرح کے امتیازی سلوک اور عدم برداشت کے خاتمے کے لیے کام کرنا ہوگا۔ پاکستان میں غیر مسلم شہری اور اقلیتی مسلمان مسالک مختلف نوعیت کے مسائل سے دوچار ہیں۔ وہ شدید عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ جس کی وجہ سے ہر وقت انکی جان و مال اور عزت خطرے میں رہتی ہے۔

مسیحی پاکستان کی کل آبادی کا 1.6 فیصد تقریباً 28 لاکھ کے قریب ہیں۔ ان کی اکثریت وسطی پنجاب کے چار اضلاع میں آباد ہے اس کے علاوہ یہ سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخواہ میں بھی رہتے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں میں مسیحی کمیونٹی کے سر پر تضحیک مذہب قانون کی تلوار لٹکی رہتی ہے۔ گذشتہ 30 برسوں کے دوران اس قانون کے تحت غیر مسلموں کے خلاف جتنے مقدمات قائم ہوئے ہیں۔ ان میں بڑی تعداد اس کمیونٹی کے خلاف درج ہوئے ہیں اور یہ زیادہ تر پنجاب کے ان اضلاع میں دائر کرائے گئے ہیں، جہاں مسیحی کمیونٹی کی اکثریت زراعت سے وابستہ ہے۔ ان اضلاع میں زمین کے جھگڑے کو تضحیک مذہب کی شکل دے کر زمینوں پر قبضہ عام بات ہے۔ کچھ عناصر زمینوں پر قبضہ کیلئے عوامی جذبات بھڑکا کر ان کی بستیوں کو تاراج کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جس فرد کو تضحیک مذہب قانون کے مقدمہ میں نامزد کیا جاتا ہے۔ عدالت سے بے گناہی ثابت ہو جانے کے باوجود اس کا زندہ بچنا یا پاکستان میں رہنا محال ہے۔ اس کمیونٹی کے گرجوں اور بستیوں پر حملے اور انہیں نذر آتش کرنا معمول کی بات ہے۔

ہندو کمیونٹی پاکستان کی آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑی غیر مسلم آبادی ہے، جو کل آبادی کا 1.86 فیصد (تقریباً 33 لاکھ) ہے۔ اس کمیونٹی کی اکثریت سندھ کے بعد بلوچستان میں آباد ہے۔ ہندو پاکستان میں مختلف نوعیت کے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل سے دوچار ہیں۔ ان کا پہلا مسئلہ ہندو پرسنل لا کی عدم موجودگی ہے۔ جس کی وجہ سے ان گنت مسائل جنم لے رہے ہیں۔ خاص طور پر شادیوں اور طلاقوں کی رجسٹریشن نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی سپردگی، نگہداشت اور وراثت جیسے مسائل پیچیدہ ہو رہے ہیں۔ دوسرا مسئلہ ہندو لڑکیوں اور شادی شدہ جوان خواتین کا اغوا اور ان کی مسلمان مردوں کے ساتھ جبری شادی اور تبدیلی مذہب ہے۔ اس عمل کی سرپرستی علاقے کے با اثر زمینداروں کے علاوہ بعض مقامی علماء بھی کر رہے ہیں۔ تیسرا مسئلہ بعض محکموں میں قابلیت، اہلیت اور دلچسپی کے علاوہ میرٹ پر پورا اترنے کے باوجود ہندو نوجوانوں کو ملازمت نہیں دی جاتی۔ چوتھا مسئلہ کاروباری اور دولت مند ہندوؤں کا اغواء برائے تاوان ہے۔ جس کی وجہ سے ہندو بلوچستان سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو تسلیم کرنا پاکستان کی مسلم اکثریت کی اخلاقی ذمہ داری بھی ہے۔ جبکہ اپنے ملک کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ اسلئے ہم سب کو کوشش کرنی چاہئے کہ پاکستان کا کوئی بھی شہری، خواہ اس کا مذہب، مسلک یا فرقہ کچھ ہی کیوں نہ ہو کسی بھی مرحلہ پر عدم تحفظ کا شکار نہ ہونے پائے۔

پاکستان میں آئین و قوانین میں بچوں کے بعض حقوق درج ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان نے بچوں کے حقوق کے عالمی میثاق پر بھی دستخط کئے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مذکورہ میثاق کی مطابقت میں پاکستان کے آئین و قوانین میں ترامیم کی جائیں اور بچوں کے تمام حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔

شمس الملک

بچوں کے حقوق

بچے کو بہترین اصول و ضوابط سکھانے میں اور اسے معاشرہ کی توقعات پر پورا اترنے کے لائق بنانے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ بچے کو ہر لحظہ پوری توجہ ملے تاکہ ہر معاملے میں اسے فوری رہنمائی دی جا سکے۔ بچے کو جبری مشقت پر مجبور نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی ایسی سرگرمی کی طرف اس کی توجہ مبذول کروائی جائے جس سے اس کے ذہن و دماغ پر برے اثرات مرتب ہوں۔ ایک صحت مند اور تعلیم یافتہ معاشرے کیلئے ضروری ہے کہ بچوں پر خصوصی توجہ دی جائے۔

آئی۔اے۔رحمٰن

لاہور میں ریاستی لُوٹ مار

''ایکسپریس وے پراجیکٹ'' میں فنی خامیوں سے کہیں زیادہ اہم مسئلہ آبادی کا انخلاء ہے

اگرچہ سال کے آخری دنوں میں سلامتی کو درپیش خطرات پر ہونے والی سخن سازی نے مرکزِ نگاہ کا درجہ حاصل کرلیا تھا، تاہم 2014ء کو دھرنے کے سال کے طور پر ہی یاد رکھا جائے گا۔ برصغیر میں مزاحمت کی جو روایت تھی اس کے حوالے سے پاکستان میں دھرنے کو احتجاج کی شکل کے طور پر طویل عرصے سے جانا جاتا ہے۔ دھرنے کو 1977ء کے احتجاج کے دوران موثر طور پر استعمال کیا گیا لیکن معاشرے کے محروم ومجبور طبقات اس کو پولیس کی زیادتیوں یا بنیادی سہولتوں کی عدم دستیابی کے خلاف حکمرانوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے بطور احتجاج استعمال کرتے تھے۔

دھرنے کا یہ پاکستانی روپ، جسے کنٹینر دھرنا کہنا زیادہ مناسب ہوگا، 2013ء میں اس وقت متعارف ہوا جب مولانا طاہرالقادری نے حکومت کو چیلنج کرنے کے لئے اسلام آباد کی طرف قافلے کی صورت میں مارچ کیا لیکن اس دھرنے کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ 2014ء کے دھرنوں کا اہتمام مولانا طاہرالقادری اور عمران خان نے کیا اور طویل احتجاج کا پاکستانی ریکارڈ قائم کیا۔

سال کے ایک چوتھائی عرصے کے دوران میڈیا کے لئے دھرنا سب سے بڑی خبر رہا اور حکومت بڑی حد تک مفلوج رہی۔ موخرالذکر نے دو قسم کے دلائل کے ساتھ چیلنج کا سامنا کرنے کی کوشش کی۔ اس کی پہلی دلیل دھرنے کو غیر آئینی/ غیر قانونی قرار دینے کی کوشش کی صورت میں سامنے آئی، لیکن اس حکومتی دلیل نے نہ تو عوام پر کوئی اثر چھوڑا اور نہ ہی ان طاقتور لوگوں کو متاثر کیا جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ دھرنوں کے پیچھے انہی کا ہاتھ ہے۔ دھرنوں کو منظّم کرنے کی آزادی کو عدلیہ نے برقرار رکھا لیکن شرط یہ رکھی کہ دھرنوں سے عام لوگوں کے حقوق پر ضرب نہ لگے اور لوگوں کے حقوق متاثر نہ ہوں۔

دوسری دلیل کے طور پر حکومت نے دھرنوں کا اہتمام کرنے والوں پر الزام لگایا کہ ان دھرنوں کے باعث ریاست کو بھاری مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ حکومت نے خصوصی طور پر چینی صدر کے دورہ پاکستان کے التواء کو اپنی دلیل کا جواز بناتے ہوئے کہا کہ دھرنے والوں نے ایسے حالات پیدا کردیئے تھے کہ جس کے باعث چینی صدر کو اپنا دورہ ملتوی کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ دوسرے سرمایہ کار بھی خوفزدہ ہوکر پیچھے ہٹ گئے۔ اس لئے کہ انتظامیہ کو مجبوراً اپنی توجہ اپنے فرائض کی انجام دہی سے ہٹانا پڑی۔ اگرچہ اس کا صحیح طور پر تو اندازہ فی الحال نہیں لگایا جاسکا کہ ان دھرنوں سے ریاست کو کتنا مالی نقصان برداشت کرنا پڑا، تاہم دھرنوں سے جو سیاسی نتائج سامنے آئے وہ کافی وقیع ہیں۔

ان کنٹینر دھرنوں نے ممتاز طبقات کے آمرانہ فکری انداز کو تقویت پہنچائی ہے، اسے مستحکم کیا ہے، دھرنے کے رہنماؤں نے خود کو مسیحا بنا کر پیش کیا، وہ بلند منبروں پر کھڑے ہوکر نیچے زمین پر کھڑے عام لوگوں کو مخاطب کرتے اور طویل مدت سے ملک جس بحران کا شکار ہے اس کو لایعنی تساہل کے ساتھ انتہائی مبہم انداز میں پیش کرتے۔ اگرچہ قادری اور عمران دونوں ہی عموماً صحیح طور پر حکومتی ناکامیوں کا ذکر کرتے اور نظام کی خامیوں کی صحیح نشاندہی کرتے لیکن اس حوالے سے وہ لوگوں کی رہنمائی کرنے سے قاصر تھے کہ وہ کون سے معتبر متبادل راستے اختیار کریں جن کے ذریعے وہ بہتری کی صورت پیدا کرسکتے ہیں۔

استحصال، بدنظمی یا انتشار، رشوت ستانی، دھوکا دہی مختصراً یہ کہ یہ سب کچھ چبھتی تیز آواز میں ہونے والی خطابت میں بہہ کر غائب ہوگیا۔ تاہم یہ خطابت جلد ہی بہت زیادہ دوہرائے جانے کے سبب اپنا سحر کھو بیٹھی۔ یہاں تک کہ سیاست کا ایک غبی طالب علم بھی اس بات پر یقین کرنے سے قاصر تھا کہ محض نیا وزیراعظم لانے یا نیا الیکشن کمیشن قائم کرنے سے پاکستان کو تحفظ مل سکتا ہے یا پاکستان کو خود کو درپیش مسائل سے نجات مل سکتی ہے۔ یہ دلیل کہ ڈاکٹر قادری یا مسٹر عمران خان ریاست کے جہاز کو خود اس طوفان سے بحفاظت باہر نکال سکتے ہیں، بالکل ایسے ہی ہے جیسے قومی پیش رفت کے نام پر لوگوں کو جمہوری جدوجہد کے راستے سے پرے دھکیل دیا جائے۔

فوری توجہ کا متقاضی معاملہ یہ تھا کہ دھرنے سے نہ صرف یہ کہ سول۔فوجی عدم توازن میں اضافہ ہوا بلکہ اس سے سول نوکرشاہی کمزور ہوئی۔ اس کے علاوہ قبائلی علاقوں میں ہونے والے فوجی آپریشن سے توجہ کسی اور طرف مبذول کردیا۔ مزید برآں پارلیمانی ایجنڈے کو تہس نہس کردیا اور خارجہ پالیسی میں کی جانے والی اصلاحات سے جڑی ہوئی کوششوں کا راستہ بند ہوگیا۔ یہ نقصانات ان نقصانات سے کہیں زیادہ اور دوررس ہیں جن کے بارے میں وفاقی کابینہ کے ارکان (وزیرخزانہ اور وزیرداخلہ) نے اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔

بہرحال دھرنے نے پاکستانی سیاست میں کسی حد تک مثبت کردار بھی ادا کیا ہے۔ اس حوالے سے انتخابی فراڈ، بدعنوانی، خواتین، مزدوروں اور کسانوں کے مفادات اور ان کے حقوق، بیروزگار نوجوانوں کے مسائل پر عدم توجہی، طفیلی ریاست کی پالیسیوں، حکمرانوں کا شاہانہ طرزِ زندگی وغیرہ ایسے معاملات تھے جن پر عام لوگوں کو تشویش تھی اور یہ معاملات بنیادی مسائل کے طور پر عام لوگوں کے سامنے آئے جن پر فوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ دھرنے سے احتجاج کے حق پر وسیع پیمانے پر بحث مباحثے کا آغاز ہوا۔ تاہم یہ بات ممکن نظر نہیں آتی کہ محنت کشوں، کسانوں، سیاسی مخالفین اور انسانی حقوق کے متحرک کارکنوں کو اس بات کی اجازت دی جائے گی کہ وہ اسلام آباد کے ان متبرک علاقوں میں پرامن عوامی مظاہرے کرسکیں جہاں عمران خان اور ڈاکٹر طاہرالقادری کو دھرنے دینے اور احتجاج کرنے کی کھلی چھٹی دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کے حقوق کے بارے میں بھی مفید بحث کا آغاز ہوگیا ہے جن کے مفادات پر مظاہرین یا ان سے نپٹنے کے لئے کئے گئے سرکاری اقدامات کے منفی اثرات مرتب ہوئے۔

مزید برآں ناکارہ اور غیر معتبر حکمرانی اور عمومی طور پر کمزور طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے بنیادی حقوق سے انحراف کے خلاف روائتی مظاہروں کو شہروں کے ''مالی طور پر نسبتاً'' بہتر اور دیہات کے نسبتاً کمزور طبقات سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کی شکل میں نیا خون دستیاب ہوا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ترقی سے متعلق تصورات اور خیالات کو عام لوگوں تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے۔ اس کے علاوہ یہ لوگ عوام کی خواہشات کو ممتاز طبقات اور حکمرانی کرنے یا اس کا خواب دیکھنے والوں تک پہنچانے کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔ لیکن انہیں عقیدت مندی اور مسلک پسندی کے جارحانہ طرزِ عمل سے نجات حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ انہیں محض انتخابی سیاست تک محدود رکھنے کی بجائے مستقل بنیادوں پر سیاسی عمل جاری رکھنے کی تربیت دینے کی ضرورت ہے۔ انہیں انتخابی مہم تک محدود کرنے کی بجائے ایسی تربیت دی جانی چاہئے جس کے ذریعے وہ حقیقی معنوں میں تبدیلی کے طاقتور کارندے بن سکیں۔ اہم سوال یہ ہے کہ دھرنا سال نے متعلقہ جماعتوں کو کیا دیا اور انہیں کس منزل تک پہنچایا؟ جس انداز سے دھرنے ختم ہوئے ہیں اس سے لوگ خصوصاً متحرک شرکاء سخت مایوسی کا شکار ہوئے ہیں۔ اگر اس قسم کے مظاہرے جن کے لئے وافر مالی وسائل موجود ہوں اور جن کو مکمل پشت پناہی حاصل ہو، وہ نتیجہ خیز ثابت نہ ہوں تو اس سے مستقبل میں تبدیلی لانے والے افراد کو جو پیغام جائے گا وہ حوصلہ افزاء نہیں ہوگا۔ ایسی صورت میں اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے آگے آنے والے لوگوں کو کئی بار سوچنا پڑے گا اور یہ صورتحال انہیں کچھ کرنے سے روکے رکھے گی۔

اس مشکل صورت حال سے جس طرح حکومت عہدہ برآ ہوئی ہے، اس سے لگتا ہے کہ حکومت نے کافی کچھ سیکھا ہے۔ مثال کے طور پر وزیراعظم نے پارلیمنٹ کو ''دریافت'' کیا۔ لیکن لگتا ہے کہ سیکھنے کے لئے حکومت کے پاس قوتِ برداشت نہیں ہے۔ پارلیمنٹ کو ایک بار پھر فراموش کردیا گیا ہے۔ اور حکومتی انتظام وانصرام میں بہتری یا تبدیلی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ فوجی انتظامیہ نے اپنے کارڈ بڑی خوبصورتی سے استعمال کئے اور شاید اس نے وہ کچھ حاصل کرلیا جو شاید حکومت کو کھائی کی طرف دھکیلنے سے اسے نہ مل سکتا۔

عدلیہ نے سیاستدانوں کو اپنے مسائل کو اپنے طور پر حل کرنے کا مصلحت اندیشی پر مبنی پیغام بھیجا اور اگر یہ طریقہ سیاسی مسائل کو عدالتی فیصلوں کے ذریعے طے کرنے میں ناکام ہوتا ہے تو یہ جمہوریت کے لئے بہتر ہوگا۔ اس وقت کہ جب دھرنوں نے انتخابی اصلاح سے احتراز کو ناممکن بنادیا ہے تو اس سے سیاسی کلچر میں کسی مثبت تبدیلی کا امکان روشن نہیں رہا۔ مشکل یہ ہے کہ 2014ء کا ایجی ٹیشن (شورش) 70-1969ء کے ایجی ٹیشن کا صحیح عکس لگتا ہے۔ 70-1969ء کی تحریک نے مہم جوئی کو اختیار کرکے اپنا راستہ کھوٹا کرلیا تھا۔ اور اگر نظام 2014ء کے طوفان کا سامنا کرنے میں کامیاب رہا بھی ہے تو بھی اس سے عوام کو برائے نام ہی فائدہ ہوگا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے تکثیری اقدار کے فروغ کے لیے انسانی حقوق کی تعلیم کے موضوع پر ملک کے مختلف حصوں میں دو روزہ تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا گیا، جس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر تربیتی نشستیں ہوئیں: انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، انتہا پسندی کی مزاحمت میں خواتین کا کردار، انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار، انتہا پسندی کی مختلف اقسام، اس کی ہماری زندگی پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل، جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق، طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت اور اہمیت۔ شرکاء کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے تھا۔ ورکشاپس کی رُوداد ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

چترال 27-28 اکتوبر، 2014

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک مستحکم کرنے کیلئے حکمتِ عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار:

حفیظ احمد بزدار:

ہمارے بہت سے حقوق ہیں، معاشرتی حق، آزادی کا حق، معاشی حق اور اِس طرح کے اور بہت سے حقوق ہیں جو ریاست پر ہماری طرف سے لاگو ہیں۔ جہاں تک بات ہے جمہوریت کی تو جمہوریت ایک فلسفہ ہے۔ حکومت تو آتی جاتی رہتی ہے لیکن جمہوریت قائم رہتی ہے چاہے عملی طور پر برائے نام ہی کیوں نہ ہو۔ ریاست عوام سے ٹیکس لیتی ہے۔ اس کے بدلے میں حکومت عوام کو ان کے حقوق اور سہولیات مہیا کرتی ہے۔ جب ریاست عوام سے ٹیکس لیتی ہے تو یہ ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کو اُن کے حقوق دے۔ اِسی طرح اگر تاریخ پر نظر ڈالیں تو 1939ء سے 1945ء تک جاری رہنے والی دوسری جنگ عظیم میں چھ کروڑ لوگ مارے گئے تھے اسلیئے اس صورت حال کے پیش نظر UDHR معرضِ وجود میں آیا جس پر تمام ممبران نے 1948ء میں دستخط کئے تا کہ ایسی خونریز جنگوں کا سدباب کیا جاسکے اور انسانی حقوق پامال نہ ہوں۔ انسانی حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ لوگوں میں اِن کے حقوق کے حوالے سے شعور اور آگاہی پیدا ہو۔ سب کے حقوق یکساں ہیں چاہے وہ امیر ہو یا غریب۔ ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا عدالتی نظام ٹھیک طرح سے کام نہیں کرتا۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ جس ادارے سے ہمیں اپنے حق کے بارے میں کچھ پوچھنا ہوتا ہے وہ ہمیں معلومات فراہم نہیں کرتا اور اس سے ہمارے حقوق غصب ہوتے ہیں کیونکہ اکثر اس ادارے تک رسائی مشکل ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ہے کہ ان اداروں تک رسائی آسان بنائی جائے اور اس میں سول سوسائٹی ایک اہم کردار کی حامل ہے۔ بہتر ہوگا کہ عدالتی نظام کو بہتر بنایا جائے اور برابری کی بنیاد پر سب کو حقوق دیئے جائیں۔

> انسانی حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ لوگوں میں اِن کے حقوق کے حوالے سے شعور اور آگاہی پیدا ہو۔ سب کے حقوق یکساں ہیں چاہے کوئی امیر ہو یا غریب۔

مذہبی انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی

دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں اور ان کا پرچار بھی مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ انسان ان میں سے کسی ایک پر عمل پیرا ہوتا ہے اور کبھی کبھی وہ اتنا سنجیدہ ہو جاتا ہے کہ انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ اب اس انتہا پسندی کا انسداد کیسے ہوگا۔ یہ ایک الگ مسئلہ ہے لیکن ہمیں اس دور میں یہ دیکھنا ہے کہ مذہبی انتہا پسندی کیسے پروان چڑھتی ہے اور اس کے لیے کون سے ذرائع استعمال ہوتے ہیں۔ اگر ہم دیکھیں تو کسی زمانے میں ریڈیو، ٹی وی اور پرنٹ میڈیا کو لوگوں کی رہنمائی اور تعلیم و تربیت کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اور یہ ان کی اچھی وقت گزاری کا ایک ذریعہ بھی تھا۔ لیکن آج کل مذہبی فرقے اپنے پروپیگنڈے کے لیے میڈیا کو استعمال کر رہے ہیں اور کافی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ اسی وجہ سے بہت سے مذہبی گروہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے جھگڑتے ہیں اور بدامنی اور انتشار پھیلتا ہے۔ درحقیقت اس طرح لوگوں کو حقیقت سے دور کیا جاتا ہے اور اپنے غلط نظریے ٹھونس دیئے جاتے ہیں جسکی وجہ سے مذہبی ہم آہنگی کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس کے علاوہ میڈیا بھی اپنا کردار ٹھیک طرح سے نہیں ادا کر رہا اور جانبداری سے کام لے رہا ہے اور غیر تربیت یافتہ لوگوں کے ذریعے ایک غلط تاثر پھیلا رہا ہے۔ میڈیا ایک ذمہ دار ادارہ ہے اور اس کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری بخوبی نبھائے۔ میڈیا میں کام کرنے والے افراد تربیت یافتہ ہونے چاہئیں تا کہ لوگوں کی صحیح رہنمائی ممکن ہو سکے۔

طرزِ فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

محمد جاوید حیات

طرز فکر سے مراد فکر کا انداز اور سوچ کا دھارا ہے۔ سوچ کا دھارا انفرادی سوچ سے نکل کر اجتماعی بن جاتا ہے۔ اگر یہی سوچ اجتماعی بن جائے تو یہ ممکن ہے کہ یہ اجتماعی سوچ نظریہ اور منزل کا رُخ اختیار کر لے۔ انسان جو کچھ سوچتا ہے اس میں اس کے میلانات، رجحانات، خواہشات، نفسیات اور ضروریات کا عمل دخل ہوتا ہے۔ انسان کو ایک مغربی مفکر نے معاشرتی حیوان کا نام دیا ہے لیکن انسان کا مقام بہت پہلے سے واضح ہے۔ اسے اشرف المخلوقات کا نام دیا گیا ہے۔ اب قابل وضاحت بات یہ ہے کہ انسان کب سوچتا ہے؟ کیوں سوچتا ہے اور کس طرح سوچتا ہے؟ اور اسکی سوچ کے محرکات کیا ہوتے ہیں؟ یہی وہ محرکات ہوتے ہیں جو سوچ کو تعمیری اور تخریبی بناتے ہیں۔ ان محرکات میں لوگوں کی ضروریات، معاشرہ، طرز زندگی، تربیت، ادارے اور اقدار شامل ہیں۔ اس لیے اگر سوچ انفرادی کی بجائے اجتماعی ہو تو قوم کی فلاح ممکن ہوگی۔

جہاں تک جمہوری رویوں کی بات ہے تو انسان اپنی سوچ اور اس سوچ کو عملی جامہ پہنانے میں آزاد ہوتا ہے۔ جو جی میں آئے کہتا اور کرتا ہے۔ جمہوریت کا تصور حقوق کی حفاظت سے لیکر صلاحیتوں کے ماننے تک ہے۔ اب حقیقی جمہوریت کی تعریف یہ ہوئی کہ انسان کو اس کا جائز مرتبہ اور مقام مل جائے اور اس کے تمام حقوق پورے ہوں۔ وہ آزاد ہو اور اپنی زندگی آرام وسکون سے گزارنے کا اسے پورا پورا حق ہو۔ جمہوری رویہ یہ بھی ہے کہ انسان دوسروں کی رائے کو ترجیح دے اور اپنی خامیاں نہ چھپائے۔

نصاب کی تعریف یہ ہے کہ استاد کی تربیت اور شاگرد کی تعلیم، ادارے کے اندر کی سرگرمیوں کو نصاب کہا جاتا ہے۔ کتابوں میں سے پڑھایا جانے والا سبق بھی نصاب ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ شروع سے ہی بچوں کو انسانی حقوق کی تعلیم

نہ صرف کتابوں میں سے دی جائے بلکہ اس کے عملی مظاہرے کے ذریعے بھی تدریس کی جائے۔اس سے ان کو اپنے حقوق و فرائض کے بارے میں علم ہوگا اور وہ ایک پر امن شہری بن کر معاشرے کی اصلاح کی کوشش کرینگے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانی حقوق کی تعلیم کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

انتہا پسندی کے انسداد میں ادب،ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار

مولانگاہ

تہذیب وتمدن اور ثقافت کی شائستگی سے مزین تقریر و تحریر کو ادب کا نام دیا جاتا ہے اور ادیب اس شخص کو کہا جاتا ہے جو نہ صرف کسی زبان کی تاریخ کو عمیق نظر سے دیکھتا ہے بلکہ اپنی زبان وقلم کے ذریعے فلسفیانہ اور مدبّرانہ انداز سے موجود کو گزشتہ سے پیوستہ کر کے آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرتا ہے۔اس کے لیے ادیب کو غیر جانبدار،حقیقت پسند اور راست گو ہونا چاہیئے۔تحقیق و تدقیق،عکاسی اور مقصدیت ادب کے عناصر ہیں جو نظم ونثر کی مختلف اصناف میں کام آتے ہیں۔اسی طرح ادیب کسی معاشرے کے لیے حوالہ کا کام دیتا ہے اگر ادیب سے سرزد شدہ ایک کثیف ولطیف لغزش بھی تقریر وتحریر میں استعمال ہو جائے تو خمیازہ ہمیشہ ادب کو بھگتنا پڑتا ہے۔کیونکہ ادب کسی زبان اور ثقافت کی قابل تقلید تاریخ ہوتی ہے اور ادیب اس کا ضامن ہوتا ہے۔دیکھا جائے تو ادب اور ادیب معاشرے کے ایسے اوزار ہوتے ہیں جو لوگوں کی سوچ کا رخ کسی بھی طرف موڑ سکتے ہیں۔جہاں تک انتہا پسندی کی روک تھام کی بات ہے تو اس زمرے میں وہ کافی اہم کردار ادا کر سکتا ہے کیونکہ معاشرے کا ایک بہت بڑا حصہ باشعور اور تعلیم یافتہ ہوتا ہے اور وہ تحریروں کو نظر سے گزرنے دیتا ہے۔اس کے علاوہ اور جتنے فنون ہیں وہ بھی اپنی اپنی جگہ معاشرے کی اصلاح میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں بشرطیکہ کہ ان کا استعمال صحیح ہو۔

مذہب کی من مانی تشریح،انتہا پسندوں کا ہتھیار

مولانگاہ

اسلامی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی کتب پر ایمان لانے والے جب خدائی احکامات پر من وعن عمل پیرا ہوتے ہیں تو ان کا ہر قدم عبادت اور سوچ دینی ہوتی ہے۔لیکن جب انسان ابلیسی احکامات کو اپنی مرضی اور منشاء میں ڈھالنا چاہے تو یقیناً معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ پورا معاشرہ اپنی ہستی کھو بیٹھتا ہے۔جب انسان مذہب کو تابع کرنا چاہے اور اس کی غلط تشریح اپنے فائدے کے لیے کرے تو نہ وہ مذہب سلامت رہتا ہے اور نہ اس کے پیروکار۔یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ایسے عناصر پیدا ہو گئے ہیں جو مذہب کو ڈھال کے طور پر استعمال کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔یہ لوگ نہ تو مذہب کے خیر خواہ ہیں نہ لوگوں کے۔یہ مذہب سے جڑی ہر چیز کا غلط استعمال کرتے ہیں اور اپنا فائدہ اٹھاتے ہیں اور معاشرے میں اپنے جیسے لوگ پھیلا کر یہ مقصد حاصل کرتے ہیں اور معاشرے کے سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ایسے لوگ یا گروہ معاشرے کے لیے ناسور ہیں اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے،معاشرے میں اتحاد واتفاق سے رہنا ہی انسان کے مفاد میں ہے۔

دوسری جنگ عظیم جو کہ 1939ء سے 1945ء تک جاری رہی اُس میں چھ کروڑ لوگ مارے گئے تھے اسلئے اس صورت حال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے UDHR معرض وجود میں آیا۔جس پر تمام ممبران نے 1948ء میں دستخط کئے تا کہ ایسی خونریز جنگوں کا سد باب کیا جا سکے اور انسانی حقوق پامال نہ ہوں۔

ہمارے معاشرے میں انتہا پسندی کی مختلف شکلیں اور ان کی روک تھام کی تدابیر

پروفیسر ممتاز حسین

انتہا پسندی افراد یا گروہ کے اس طرز عمل یا طرز فکر کو کہتے ہیں جو معاشرے میں عام طور پر تسلیم شدہ راستے سے ہٹ کر ہو۔انتہا پسندانہ خیالات کے حامل لوگ دوسروں کے خیالات کو برداشت نہیں کرتے۔انتہا پسندی میانہ روی کے اُلٹ رویہ ہے۔انتہا پسند روّیوں کی شدت مختلف ہوتی ہے یعنی انتہا پسندانہ سوچ سے لیکر پر تشدد کارروائیاں اسی کے زمرے میں آتی ہیں۔انفرادی،گھریلو،گروہی،ادارتی،ثقافتی،مذہبی اور بین الاقوامی شکل میں ظاہر ہوسکتی ہیں۔انتہا پسندی عموماً جمہوریت کے خلاف ہوتی ہے۔

اگر انتہا پسندی کی وجوہات کی بات کی جائے تو ان میں ناخواندگی،نظام تعلیم کی کمزوریاں،انصاف کا فقدان،معاشی عدم مساوات،گڈ گورننس کا فقدان، سیاسی آزادی اور جمہوریت کا فقدان،علاقائی اور عالمی مسائل، میڈیا اور ادب شامل ہیں۔

انتہا پسندی کے تدارک کی تدابیر

تعلیم کا فروغ، نظام تعلیم کی بہتری،انصاف کی فراہمی، گڈ گورننس کا فروغ، معاشی ترقی اور مساوات،علاقائی اور بین الاقوامی مسائل کا منصفانہ اور دیرپا حل، جمہوریت کا فروغ،دہشت گردی کا مستقل خاتمہ،ادب اور میڈیا کو انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔الغرض انتہا پسندی سے تنازعات میں شدت پیدا ہوتی ہے اور خوف وہراس پیدا ہوتا ہے۔

لوئر دیر 04-05 نومبر 2014ء

انسانی حقوق کے فروغ،حقوق کی تحریک مستحکم کرنے کیلئے حکمتِ عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ احمد بزدار

ہمارے ہر حق کے پیچھے ایک دعویٰ ہوتا ہے۔ہمارے بہت سے حقوق ہیں،معاشرتی حق،آزادی کا حق،معاشی حق اور اس طرح کے اور بہت سے حقوق ہیں جو ریاست پر ہماری طرف سے لاگو ہیں۔جہاں تک بات ہے جمہوریت کی تو جمہوریت ایک فلسفہ ہے جبکہ حکومتیں تو آتی جاتی رہتی ہیں لیکن جمہوریت قائم رہتی ہے چاہے عملی طور پر ہو یا برائے نام لیکن جمہوریت کسی نہ کسی شکل میں موجود رہتی ہے۔ریاست عوام سے ٹیکس لیتی ہے اور اس کے بدلے عوام کو ان کے حقوق اور سہولیات دیتی ہے۔جو کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ٹیکس کے طریقہ کار کے ذریعے وصول کیا جاتا ہے۔

جب ریاست عوام سے ٹیکس لیتی ہے تو یہ ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کو اُن کے حقوق دے۔ اِسی طرح اگر تاریخ پر نظر ڈالیں تو دوسری جنگِ عظیم جو کہ 1939ء سے 1945ء تک جاری رہی اُس میں چھ کروڑ لوگ مارے گئے تھے اسلئے اس صورت حال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے UDHR معرض وجود میں آیا۔جس پر تمام ممبران نے 1948ء میں دستخط کئے تا کہ ایسی خونریز جنگوں کا سد باب کیا جا سکے اور انسانی حقوق پامال نہ ہوں۔انسانی حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ لوگوں میں ان کے حقوق کے حوالے سے شعور ہو اور سب کے حقوق یکساں ہوں ،چاہے وہ امیر ہو یا غریب۔

طرزِ فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

فیصل زمان

انداز فکر اور سوچنے کے زاویے جب مثبت ہوں تو انسان مثبت ہو جاتا ہے اور ہمیشہ فلاحی اور تعمیری کام کرتا ہے۔لیکن بعض دفعہ حالات کچھ ایسا منظر پیش کرتے ہیں کہ ایک مثبت سوچ رکھنے والا انسان بھی بہک جاتا ہے اور تخریب کاری میں

لگ جاتا ہے۔ پھر سوچ کے زاویے اور فکر کے انداز بدلنے لگتے ہیں ایسے انسان کو نہ اپنی پرواہ ہوتی ہے نہ دوسروں کی۔ اگر معاشرے میں رہنا ہے تو اپنی سوچ مثبت اور تعمیری رکھ کر دوسروں کے حقوق پورے کرنے پڑیں گے۔ اپنی سوچ انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی رکھنی پڑے گی۔ جہاں تک نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی بات ہے تو وہ ایک انتہائی ضروری عمل ہے کیونکہ بچوں کے ذہن میں شروع سے ہی یہ بات ڈال دی جائے کہ ان پر دوسروں کے حقوق ہیں اور انکے دوسروں پر تو کبھی بھی وہ تخریبی سوچ کے مالک نہیں بنیں گے۔ ہم اپنے نصاب میں اکثر ان کو بھی ہیرو بنا کر پیش کرتے ہیں جن کی وجہ سے انسانیت کو نقصان پہنچا ہوتا ہے۔ اس لیے انسانی حقوق کی تعلیم کو نصاب کا حصہ بنا کر عملی قدم اٹھانا چاہیے اور اس بات کی اہمیت کو اجاگر کرنا چاہیے کیونکہ یہی وقت اور حالات کا تقاضہ ہے۔

ہمارے معاشرے میں روایتی انتہا پسندی کی مختلف شکلیں اور ان کی روک تھام کی تدابیر

عطاءاللہ خان

بعض دفعہ ہماری روایات ہمارے معاشرے کی بقا کے لیے خطرہ بن جاتی ہیں اور ہم بہت سے لوگوں کو ان روایات کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں چند ایک وجوہات کی بنا پر روایتی انتہا پسندی اپنے عروج پر ہے۔ گھر میں بیوی بچوں سے لیکر معاشرے کے دوسرے افراد تک اس کی لپیٹ میں آتے ہیں اور ان کی زندگی وبال جان بن جاتی ہے۔ اس میں سب سے بڑا کردار ہمارے محلے کے بعض مولوی صاحبان ادا کرتے ہیں جو دین کا علم تو کم رکھتے ہیں لیکن معاشرے کے بگاڑ کا علم ان کے پاس کافی ہوتا ہے۔ وہ مختلف طریقوں سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور اپنی کم علمی کی بنا پر لوگ بھی اس کی باتوں میں آجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے گھروں میں عورتوں کے ساتھ انتہائی ناروا سلوک ہوتا ہے ان کو غلام بنا کر رکھا جاتا ہے ان کی رائے کو اہمیت نہیں دی جاتی اور صرف گھریلو معاملات تک ان کو محدود رکھتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں مندرجہ ذیل روایتی انتہا پسندی کی اقسام پائی جاتی ہیں جو کینسر کی طرح اپنی جڑیں پھیلا رہی ہیں۔

مذہبی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، معاشی انتہا پسندی، معاشرتی انتہا پسندی، ان سب کا خاتمہ صرف لوگوں کی صحیح طور پر رہنمائی کرکے ہی ممکن ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو اس چیز کے غلط اثرات سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ ڈٹ کر انتہا پسند گروہوں کا مقابلہ کریں۔

انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار

حفیظ احمد بزدار

ادب اور ادیب کسی معاشرے کا بہترین سرمایہ ہوتا ہے اور کسی بھی حوالے سے ان کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہر دور میں شاعروں اور ادیبوں نے معاشرے کی اصلاح کے لیے کام کیا اور اس کے بہتر نتائج بھی سامنے آئے ہیں۔ ادب الفاظ کا احسن انتخاب اور بہتر اسلوب کا نام ہے۔ الفاظ پہلے سے موجود ہوتے ہیں لیکن ان کو ترتیب دینا پڑتا ہے اور ایسے سانچے میں ڈھالنا پڑتا ہے کہ ان سے ایک بہترین شاہکار بنے وہ پڑھنے کے لائق ہو اور معاشرے کے سدھار میں کردار بھی ادا کرے۔ اس کے علاوہ اور دوسرے فنون بھی ہیں جو مختلف شکلوں میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں جیسے پینٹنگ، ڈرامہ، سنگ تراشی، آرکیٹیکچر اور اس جیسے اور فنون جو کسی نہ کسی طرح سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنتے ہیں اور ان میں کوئی نہ کوئی پیغام ہوتا ہے جس کے ذریعے انتہا پسندی کا انسداد ممکن ہوتا ہے بشرطیکہ ان میں ایسی چیزیں شامل ہوں جو کہ صحیح معنوں میں معاشرے کی مثبت رہنمائی کریں۔

> انتہا پسندی کا مطلب ہے کسی چیز کو انتہا کی حد تک پسند کرنا اور اس کے حصول کے لیے کسی بھی حد تک جانا اور اپنی سوچ کو دوسروں پر مسلط کرنا، چاہے زبان سے ہو یا عملی مظاہرہ کرکے ہو۔

انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

سعید اختر

انتہا پسندی کا مطلب ہے کسی چیز کو انتہا کی حد تک پسند کرنا اور اس کے حصول کے لیے کسی بھی حد تک جانا اور اپنی سوچ کو دوسروں پر مسلط کرنا، چاہے زبان سے ہو یا عملی مظاہرہ کرکے ہو۔ اب اگر دیکھا جائے تو اس دور میں اس چیز کو بہت زیادہ دیکھا جاسکتا ہے کیونکہ ہمارے معاشرے میں موجود کچھ انتہا پسند گروہ ایسے بھی ہیں جو میڈیا کے ذریعے اپنا پروپیگنڈا کر رہے ہیں اور سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے بھی کئی ریڈیو اور ٹی وی چینلز کھول رکھے ہیں جو چوبیس گھنٹے ان کے پروپیگنڈے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے میڈیا کو حاصل آزادی کا انتہائی غلط استعمال ہو رہا ہے اور انتہا پسند گروہ اس کا بھرپور فائدہ لیتے ہیں۔ میڈیا کو غیر جانبدار رویہ اپنانا چاہیے تب ہی ملک سے انتہا پسندی اور دہشتگردی جیسی بیماریوں کا خاتمہ ممکن ہوگا ورنہ جب تک ہمارے میڈیا کا غلط استعمال ہوگا ملک میں اسی طرح بدامنی اور انتشار رہیگا۔ اس کے علاوہ میڈیا میں جتنے بھی افراد کام کرتے ہیں ان کا تربیت یافتہ ہونا بھی نہایت اہم ہے کیونکہ اگر وہ تربیت یافتہ ہونگے تو ایک صحیح چیز اور سچ پر مبنی چیز سامنے لائیں گے۔ اس لیے حکومت کو بھی چاہیے کہ ایسے ادارے قائم کرے جہاں پر صحافیوں کی تربیت اور رہنمائی ہو۔

مذہب کی من مانی تشریح، انتہا پسندوں کا ہتھیار

غلام اللہ حقانی

اس انتہا پسندی کو سمجھنے کے لیے ان قوموں کی تاریخ کا تذکرہ ضروری ہے جن کے اندر سے اللہ نے پیغمبر بنائے اور ان پر الہامی کتابیں اتاریں۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے جو قومیں کتاب الٰہی کی حامل ہوتی ہیں ان کے بگاڑ کے اسباب ہمیشہ یکساں ہوتے ہیں، ان کے اندر بگاڑ دین کی غلط تشریح کی بنیاد پر آتا ہے۔ اس تحریف کی موجودہ صورت وہ ہے جس کی موجودہ زمانہ میں غلط تشریح کرتے ہیں۔ جن قوموں کو دین کی اشاعت وترویج کا ذمہ دیا گیا تھا ان کو یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس دین کو اس کی صحیح شکل میں آگے پہنچانا ہے اور اس میں خود سے تبدیلی نہیں کرنی۔ تاہم بعض مذہبی رہنماؤں میں مذہب کی غلط تشریح کے باعث اپنے مفادات کو تحفظ دینے کی سوچ پیدا ہوئی جس نے انتہا پسندی اور خود پسندی کو جنم دیا جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوا۔ اس سے فرقہ پرستی نے جنم لیا اور لوگ خود کو اچھا اور دوسرے کو برا سمجھنے لگے اور اس چیز نے مذہبی انتہا پسندی کی بنیاد رکھی جس کا خمیازہ آج کی دنیا بھگت رہی ہے۔

رجڑ 12-13 نومبر 2014ء

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک مستحکم کرنے کیلئے حکمتِ عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

ندیم عباس

دنیا کی متعدد اقوام نے متحد ہوکر انسانی حقوق کے متعلق ایک دستاویز مرتب کی اور اسے منظور کیا۔ اسے انسانی حقوق کا عالمی منشور کہا جاتا ہے۔ یہ دستاویز 10 دسمبر 1948ء کو منظور ہوئی جس کا مقصد دنیا بھر کے لوگوں کو ان کے حقوق دلوانا تھا۔ لیکن پاکستان میں ابھی تک اس منشور پر مکمل طور پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں کروڑوں انسانی

جانوں کا ضیاع ہوا جس کے بعد یہ عملی اقدام اٹھایا گیا۔ زندہ رہنا لوگوں کا بنیادی حق ہے۔ پاکستان نے بھی 1948ء میں منشور پر دستخط کیے تھے۔ منشور کی ایک شق کے مطابق بچوں کو بنیادی تعلیم مفت فراہم کی جائے گی لیکن اس پر بھی آج تک عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ انسانی حقوق کے علم بردار جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں لیکن کچھ گروپ ایسے ہیں جو ملک میں جمہوریت نہیں دیکھنا چاہتے اور وہ انتہا پسندی کو پروان چڑھا رہے ہیں۔ اس حوالے سے سول سوسائٹی کا کردار بہت اہم ہے۔ معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے اور انتہاء پسندی کی روک تھام کے حوالے سے انہیں معاشرے کے اندر رہتے ہوئے ہر انسان کو انسانی حقوق کا درس دینا چاہیے۔ اور انہیں بتانا چاہئے کہ مثبت طریقے سے اپنی آواز بلند کریں۔ شدت پسندی کے فروغ سے لوگوں کے حقوق غصب ہو رہے ہیں اس لئے اس کا انسداد ضروری ہے کیوں کہ شدت پسندی حقوق نہیں دے سکتی۔

طرزِ فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

عقیلہ ناز

ہم اپنے موضوع کو تین حصوں میں تقسیم کریں گے یعنی، طرز فکر میں مثبت تبدیلی، جمہوری رویوں کا فروغ، تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت۔ طرز فکر سوچنے کے خاص انداز کو کہتے ہیں کہ کس طرح کوئی مختلف چیزوں کے بارے میں سوچتا ہے یا اپنی رائے بناتا ہے۔ ایک معاشرہ لوگوں سے بنتا ہے اور لوگ ایک دوسرے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں اسکے علاوہ ان کے ایک دوسرے پر حقوق وفرائض عائد ہوتے ہیں جن کا پورا کرنا ہی ان کی بقا کا ضامن ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی سوچ کو مثبت رکھیں اور ایک دوسرے کے حقوق اور رائے کا احترام کریں تب ہی ایک مثبت سوچ اور معاشرہ وجود میں آئے گا۔

جمہوری رویے

جمہوریت کے معنی ویسے تو عوام کی حکومت عوام کے لیے، عوام کے ہاتھوں ہے لیکن بدقسمتی سے شروع سے ہی پاکستان میں جمہوریت ناپید رہی ہے۔ کبھی سیاسی اتار چڑھاؤ کی وجہ سے اور کبھی آمریت کی وجہ سے جمہوریت پامال ہوتی رہی۔ جمہوری رویے تب ہی فروغ پا سکتے ہیں جب ہم ایک دوسرے کی رائے کا احترام کریں اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں۔

نصاب میں انسانی حقوق کی شمولیت کی اہمیت

بچے کل کا مستقبل ہیں ان کی بہتر نشو ونما اور تربیت ہمارا اولین فرض ہے۔ اس کے علاوہ ان کی تعلیم اور صحت کا خیال بھی رکھنا چاہیے۔ جہاں تک بات ہے نصاب میں انسانی حقوق کی شمولیت کی تو وہ انتہائی اہم ہے۔ کیونکہ بچپن سے اگر بچوں کو اپنے اور دوسروں کے حقوق کا علم ہوگا تو وہ کبھی بھی اس کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ ہمارے نصاب میں بدقسمتی سے بہت سی ایسی چیزیں شامل ہیں جو ہمارے بچوں کی ذہنیت کو منفی بنا دیتے ہیں اور وہ اپنے اور دوسروں کے حقوق سے لاعلم ہوتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کو شامل کیا جائے اور بچوں کو شروع سے ہی صحیح راستے پر ڈال دیا جائے۔

> بچے کل کا مستقبل ہیں ان کی بہتر نشو ونما اور تربیت ہمارا اولین فرض ہے۔ اس کے علاوہ ان کی تعلیم اور صحت کا خیال بھی رکھنا چاہیے۔

ہمارے معاشرے میں روایتی انتہا پسندی کی مختلف شکلیں اور ان کی روک تھام کی تدابیر

بشیر احمد

روایتی انتہا پسندی کی بہت سی شکلیں ہیں جو مختلف طریقوں سے ہماری زندگیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں مثلاً ایک گھر سے شروع ہو کر معاشرے اور ملک کی سطح تک انتہا پسندی پہنچ جاتی ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ ہم اپنی اخلاقی اور مذہبی اقدار کو فراموش کر دیتے ہیں۔ بہت سے معاملات میں ہم قدامت پسندی سے کام لیتے ہیں جس سے معاشرے میں بدنظمی اور انتشار پھیلتا ہے جسکی وجہ سے ناانصافی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے معاشرے میں ایسے انتہا پسند گروہ جنم لے چکے ہیں جنکی وجہ سے انتہا پسندی کو اور بھی تقویت ملی۔ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے طرح طرح کے طریقے اپناتے ہیں۔ اگر ہم انتہا پسندی کی بنیاد پر غور کریں تو اس کی بہت سی وجوہات ہیں مثلاً مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی۔ 57 مسلم ممالک جمہوری نظام کے قیام میں ناکام ہوئے۔ اگر ہم پاکستان میں انتہا پسندی کی بات کریں تو اس کا آغاز 1949ء کی قرارداد مقاصد سے شروع ہوا جس میں مذہب کو سیاست کا حصہ بنایا گیا اور چونکہ ہم اپنے مذہب کے حوالے سے بہت حساس ہیں اسی وجہ سے انتہاء پسند ذہنیت رکھنے والے لوگوں نے اس چیز کا بہت فائدہ اٹھایا۔ اور ایک غیر یقینی صورتحال نے ملک میں جنم لیا۔ اگر ہم پاکستان کو ایک ترقی یافتہ اور فعال ملک دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں عوام کو یکساں حقوق دینے ہوں گے۔ چاہے یہاں کے رہنے والوں کا تعلق کسی بھی مذہب یا طبقے سے ہو۔ انتہا پسندی کو جڑ سے اکھاڑنا ہوگا کیونکہ یہی سب مسائل کی جڑ ہے۔

انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار

فضل کرم

ادب کے تناظر میں اگر لفظ انتہا پسندی کو دیکھیں تو تاریخ گواہ ہے کہ اس کے انسداد کے لیے شاعروں اور ادیبوں نے بہت کام کیا ہے لیکن ہر دور میں اس کو نظر انداز کیا گیا اور اس پر وقت اور حالات کے ساتھ مطابقت نہ رکھنے کا الزام لگایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں ادب اور ادیب دونوں خاموش ہیں کیونکہ لوگ سنسنی خیزی کی طرف کھنچے چلے جا رہے ہیں۔ انھیں کچھ ایسا چاہیے جو ان کی ذہنیت کے مطابق ہو یا حالات کے تقاضوں کے عین مطابق ہو۔ پرانے وقتوں میں شاعر معاشرے کی اصلاح کے لیے لکھتا تھا لیکن آج کے دور میں ادب بھی گلیمرائز ہو گیا ہے اور لوگ چٹ پٹی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اگر ہم کسی لائبریری میں اتفاق سے گھس بھی جائیں تو بجائے اس کے کہ کوئی معلوماتی کتاب اٹھائیں یا، تاریخ پڑھیں ہم کوئی طنز و مزاح والی کتاب اٹھا لیتے ہیں۔ معاشرے کو سدھارنے کے لیے معاشرے کا مطالعہ کرنا ضروری ہے لیکن ہم اس چیز سے بالکل بے خبر اپنی دھن میں مگن ہیں اور روز بروز تباہی کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

جہاں تک فنون لطیفہ کی بات ہے تو ہر وہ چیز جو انسان کو اپنی طرف کچھ دیر کے لیے یا مستقل طور پر متوجہ کرے فنون لطیفہ کے زمرے میں آتی ہے مثال کے طور پر ایک گائک اپنے گانے کی وجہ سے، ایک ایکٹر اپنے ایکٹنگ کی وجہ سے، ایک مجسمہ ساز اپنے مجسمے کی وجہ سے، لوگوں کی توجہ حاصل کرتا ہے۔ الغرض ہر وہ فن جو کسی کی توجہ کا مرکز بنے اور ایک لطیف احساس پیدا کرے وہ فنون لطیفہ کے زمرے میں آئے گا۔ اب ضروری عمل یہ ہے کہ جو جس فن کا مالک ہے وہ اس کا صحیح استعمال کر کے اسے معاشرے اور انسانیت کی فلاح کے لیے کارآمد ثابت کرے چاہے وہ انتہا پسندی کے انسداد کے لیے ہو یا کسی اور برائی کی روک تھام کے لیے یا اچھائی کے فروغ کے لیے۔

انتہا پسندی کے انسداد / فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

ضیاءاللہ

انتہا پسندی کا انسداد تب تک مشکل ہے جب تک ہم اتفاق واتحاد سے نہیں رہتے اوران انتہا پسند اور عسکریت پسند لوگوں کا محاصرہ نہیں کریں گے جو اس ملک کی بنیادیں کمزور کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان انتہا پسندوں کو کون یہ مواقع دے رہا ہے کہ وہ اس طرح سے اپنی دہشت پھیلا رہے ہیں اور کھلے عام لوگوں کو ہراساں کر رہے ہیں۔جواب آسان ہے کیونکہ آج کا میڈیا خوشی خوشی یہ فریضہ انجام دے رہا ہے اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان انتہا پسند گروہوں کو پروموٹ کر رہا ہے اس کو یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ آؤ اور ان معصوم لوگوں کو ہراساں کرو،ان کے جان و مال کو نقصان پہنچاؤ۔میڈیا صرف کچھ پیسوں اور سستی شہرت کی خاطر یہ سب کچھ کرتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ وہ قوم کو کتنی بڑی تباہی کی طرف لے جارہا ہے۔اگر میڈیا مثبت طریقے سے کام کرے اور ان انتہا پسندوں کو آگے بڑھنے سے روک دے تو کبھی بھی انتہا پسندی دہشت گردی میں تبدیل نہیں ہوگی اور لوگ کبھی بھی دھماکوں اور ٹارگٹ کلنگ کا شکار نہیں ہوں گے۔اس کے علاوہ ان انتہا پسندوں نے اپنے ٹی وی چینلز اور ریڈیو سٹیشنز کھول رکھے ہیں جس پر وہ اپنا پروپیگنڈا کرتے ہیں اور اس طرح سے وہ خود کو اور بھی مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ہمارے میڈیا چینلز کو ان کا بائیکاٹ کر کے ان کا محاصرہ اور محاسبہ کرنا چاہیے اور اس کو جڑ سے ختم کرنے کی انتھک کوشش کرنی چاہیے۔میڈیا میں کام کرنے والے لوگوں کو غیر جانبدار اور تربیت یافتہ ہونا چاہیے اور حکومت کو چاہیے کہ وہ اس ضمن میں تربیتی مراکز بنائے اور غیر تربیت یافتہ لوگوں کا میڈیا میں داخلہ بند کروا کر ایسے قوانین بنائے جو سب پر لاگو ہوں۔

مذہب کی من مانی تشریح،انتہا پسندوں کا ہتھیار

سجاد علی

اسلام نے انتہا پسندی کو سختی سے منع کیا ہے اور اعتدال و میانہ روی کا درس دیا ہے۔دوسروں کو کافر کہنے اور دین کی غلط تشریح کرنے سے بھی منع کیا ہے۔لیکن جب ہم سیاسی مفادات،سیاسی تقسیم اور فرقہ وارانہ اختلافات پر آجاتے ہیں تو قرآن و حدیث اور اسلام کے احکامات یکسر نظر انداز کرتے ہیں۔جو لوگ اس کا موجب ہوتے ہیں ان کا کوئی دین کوئی مذہب نہیں ہوتا۔یہ لوگ صرف سنی سنائی باتوں کو دوسروں پر چسپاں کرتے ہیں۔ان کے ساتھ گفت و شنید،دلائل اور مذاکرات کے ذریعے آپ مسئلہ حل نہیں کرا سکتے۔ان کے ساتھ نپٹنے کے لئے طاقت کے علاوہ کوئی اور متبادل نہیں۔یہ لوگ بے علم،اور سادہ لوح روایت پسند عوام کو اپنی اشتعال انگیز تقریروں کے ذریعے قائل کر کے گمراہ کرتے ہیں اور اپنے برے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔یہ لوگ اپنے ظلم،بربریت،ناانصافی کو جھوٹے دلائل کے ذریعے جائز قرار دیتے ہیں اور اپنے طور سے دین کی غلط تشریح کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مذہبی مصلح اور اسلام پسند ظاہر کرتے ہیں۔دراصل دین اور قرآن کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا عظیم گناہ ہے لیکن پھر بھی مذہب کے یہ جھوٹے دعویدار ایسا کر کے سادہ لوح عوام کو استعمال کر کے معاشرے میں بگاڑ پیدا کر رہے ہیں۔

> انتہا پسندی کا انسداد تب تک مشکل ہے جب تک ہم اتفاق واتحاد سے نہیں رہتے اور ان انتہا پسند اور عسکریت پسند لوگوں کا محاصرہ نہیں کریں گے جو اس ملک کی بنیادیں کمزور کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

لاچی 16-15 نومبر 2014ء

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

شاہد امان

انتہا پسندی انسانی ذہن میں پھلنے پھولنے والی منفی سوچ کا نام ہے جو مختلف شکلوں سے ابھر کر سامنے آتی ہے اور جب یہ عمل انتہا تک پہنچ جاتا ہے تو انتہا پسندی کہلاتا ہے۔اس میں بعض دفعہ انتہا پسند ذہنیت رکھنے والا انسان جنونی بن جاتا ہے اور اپنی سوچ منوانے کے لیے کسی بھی حد تک جاتا ہے۔اب اگر بات طرز فکر یا اس میں مثبت تبدیلی کی ہو تو یہ ایک صبر آزما مرحلہ ہے کیونکہ ہمارے معاشرے میں بہت کم ایسے لوگ ہونگے جو ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہیں یا اپنی سوچ مثبت رکھتے ہیں۔ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم ہمیشہ انفرادی سوچ رکھتے ہیں یعنی اپنے نفع نقصان کی سوچتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری جمہوری اقدار اور رویوں کو دھچکا لگتا ہے اور معاشرے میں ناانصافی پیدا ہوتی ہے۔اگر ہم اپنی سوچ کو اجتماعی سوچ بنائیں اور اپنے رویوں میں مثبت تبدیلی لائیں تو بعید نہیں کہ ہمارا معاشرہ ایک بہت بڑے انتشار سے بچ جائے۔اس کے علاوہ اگر ہم اپنے نصاب میں تبدیلی کرلیں اور انتہا پسندی پر مبنی مواد ہٹا کر امن اور آشتی کا درس شامل کریں اور بنیاد ہی سے انسانی حقوق کی تعلیم اس میں شامل کریں تو ہمارے بچوں کی شروع سے ذہنیت مثبت اور پرامن بنے گی۔ہمیں اپنی فرسودہ روایات کو بھلانا ہوگا جو کہ امن اور ترقی کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں روایتی انتہا پسندی کی مختلف شکلیں اوران کی روک تھام کی تدابیر

نازیہ صدف

معاشرے سے مراد ایک جیسی بودوباش رکھنے والے لوگوں کا ایک جگہ پر اکٹھے رہنا ہے جہاں وہ ایک دوسرے کی ضرویات پوری کرتے ہیں اور امن کی فضا قائم رہتی ہے۔مختصر یہ کہ معاشرہ ان افراد کا مجموعہ ہے جو مل جل کر زندگی گزارتے ہیں اور ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔انتہا پسندی کا مطلب یہ ہے کہ ہر اخلاقی،سماجی،قانونی۔مذہبی الغرض ہر اس حد کو پار کر جانا جس سے انسان یا انسانیت کو تکلیف پہنچے اور انتہا پسند اس کے نفاذ کے لیے کسی بھی حد تک جائے یہ عمل انتہا پسندی کہلاتا ہے۔ایک انتہا پسند کے لیے اسکی چاہ ضد بن جاتی ہے اور اس کے حصول کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کرتا۔اس سلسلے میں نہ تو کسی درمیانی راستے کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی حد کی پابندی۔ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں اس میں ہم اپنی زندگی گزارنے کے کچھ اصول بناتے ہیں لیکن بدقسمتی سے ہم ہی ان اصولوں کو توڑتے اور دوسروں کے حقوق کی پامالی کرتے ہیں۔ہمارے معاشرے میں روایتی انتہا پسندی زوروں پر ہے جو گھر سے شروع ہوکر معاشرے اور ملک کی سطح تک پہنچ جاتی ہے،عورت کی عزت اور جان و مال تک محفوظ نہیں رہتے اسے گھر میں باندی سمجھ کر رکھا جاتا ہے۔لیکن انتہا پسند اس بات سے ناآشنا ہیں کہ وہ انسانیت کی کتنی بڑی تذلیل کر رہے ہیں۔

میڈیا کیا ہے اسکی مختلف اقسام بدلتے ہوئے رجحانات اورانتہاء پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

اقبال پراچہ

اگر صاف طور پر کہا جائے تو آج کا میڈیا انتہا پسندی کو خود ہی پروان چڑھا رہا ہے درحقیقت میڈیا ہی ان انتہا پسندوں کو پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے کیونکہ اس سے میڈیا کو پیسے بھی مل رہے ہیں اور انکی ریٹنگ بھی بڑھ جاتی ہے۔اس کا قصوروار کس کو ٹھرایا جائے یہ ایک الگ کہانی ہے۔جب تک ہمارے ملک میں طبقاتی نظام رائج رہے گا تب تک

معاشرے میں ناانصافی اور بگاڑ قائم رہے گا۔اس کے علاوہ جب تک میڈیا کے لیے بنائے گئے قواعد وضوابط کو عملی طور پر رائج نہیں کیا جائے گا یہی حال رہے گا۔اب چونکہ دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے تو ہمیں بہت محتاط رہنا پڑے گا کیونکہ یہاں سے جو کچھ شائع یا نشر ہوتا ہے وہ سیکنڈز کے حساب سے تیسری دنیا تک پہنچ جاتا ہے اور وہ اپنے طور سے اس کا اثر لیتے ہیں۔انتہا پسند گروہوں کو جتنا فروغ اس دور میں ملا شاید ہی کسی اور میں ملا ہو۔یہ سب کچھ اس لیے بھی ہو رہا ہے کہ ہم نے اصول وضوابط کو نظرانداز کرکے جو جی میں آیا اس پر تبصرہ کیا اور رائے زنی کرنے لگے۔اسلام میں قتل و غارت کی کوئی گنجائش نہیں۔لیکن جب میڈیا پر آئے دن یہاں کے حالات دیکھتے ہیں تو دل بہت رنجیدہ ہوتا ہے۔بہتر یہی ہوگا کہ ہم اپنے میڈیا کو پیمرا کے اصول و ضوابط کا پابند بنائیں اور دنیا میں اپنے تشخص کو مزید پامال ہونے سے بچائیں۔

مذہب کی من مانی تشریح،انتہا پسندوں کا ہتھیار

نبیلہ خان

اسلامی جمہوریہ پاکستان نام ہے ہماری پاک سرزمین کا جو اسے 14اگست 1947ء دیا گیا ہے لیکن بدقسمتی سے آج تک نہ اس نام کا کسی نے مان رکھا اور نہ ہی اس کے آئین پر عمل پیرا ہوا۔ہر دور میں اس کو لوٹا گیا اور اس میں جمہوری نظام قائم نہ کیا گیا جس کے لئے یہ ملک بنا تھا۔اسلام امن اور آشتی کا دین ہے یہ بھلا کیسے دہشت گردی یا مذہب پرستی کا درس دے سکتا ہے۔لیکن بدقسمتی سے کچھ ایسے عناصر ہیں جو اسلام کو پوری دنیا میں غلط رنگ دے کر پاکستان کا تشخص پیش کر رہے ہیں اور بدنام کرنا چاہتے ہیں۔انتہا پسندی کی کچھ مثالیں ہم اپنے معاشرے میں سے بھی لے سکتے ہیں۔بعض دفعہ کچھ عناصر کم علمی یا ذاتی فائدے کی خاطر مذہب کی غلط تشریح کرتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔اس لیے ضروری بات یہ ہے کہ ہم پہلے تحقیق یا تصدیق کریں اس کے بعد کسی بات پر یقین کریں۔اس کے علاوہ ایک المیہ یہ ہے کہ ہم نے چند مذہبی گروہوں کو مذہب کا ٹھیکیدار بنا دیا ہے جسکی وجہ سے وہ لوگ اس سے غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب ملک میں ایسی حالت ہے کہ کسی کی جان و مال محفوظ نہیں،دہشتگردی اور انتہا پسندی نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں۔اس سے چھٹکارا تب ہی ممکن ہے جب ہم اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ کریں اور ان مذہب اور ملک دشمنوں کا محاصرہ کریں جو اس پاک دھرتی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔

مسلم باغ/قلعه سيف الله

23-24 نومبر 2014ء

انسانی حقوق کے فروغ،حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

مذہب انسانوں کی فلاح کے لئے ہوتے ہیں۔اسلام ایک پرامن مذہب ہے۔اسلام نے سب سے زیادہ اعتماد سازی کا کام پیغمبروں کے ذریعے کیا۔انصاف اور سماج انسانی حقوق کی بہم رسانی کے لئے بنیادی چیزیں ہیں۔پہلی جنگ عظیم میں

> مذہب انسانوں کی فلاح کے لئے ہوتے ہیں۔اسلام ایک پرامن مذہب ہے۔اسلام نے سب سے زیادہ اعتماد سازی کا کام پیغمبروں کے ذریعے کیا۔

دو کروڑ لوگوں کی ہلاکت ہوئی۔چند سال بعد دوسری جنگ عظیم شروع ہوگئی جس میں چھ کروڑ سے زیادہ لوگ جان سے گئے۔ان بڑی جنگوں کی وجوہات میں مادی وسائل اور تجارتی مفادات پر قبضہ،مختلف مذاہب کا ٹکراؤ اور چرچ کی غیر مذہبی امور میں غیرضروری مداخلت شامل تھے۔انسانی جانوں کی اس بڑی تعداد میں اتلاف کے بعد اقوام عالم کے لیڈروں نے اقوام متحدہ کا قیام عمل میں لاکر 10 دسمبر 1948ء کو انسانی حقوق کا عالمی منشور منظور کیا۔انسانی حقوق کے یونیورسل ڈیکلریشن UDHR کے کل 30 نکات ہیں جن سے اقوام متحدہ کے کسی ممبر ملک نے مخالفت نہیں کی تھی۔ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کو اپنے حقوق کا علم۔ان میں معلومات کا حق بھی شامل ہے جس کے مطابق ایک سادہ کاغذ پر لکھی درخواست پر آپ کسی بھی حکومتی ادارے کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

سوال: حقوق کی بات کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ تمام آئین برطانیہ سے لئے گئے ہیں۔اسلامی قوانین کی بجائے برطانوی قوانین کو اپنے ملکی اداروں کو چلانے کے لئے استعمال کیوں کیا جارہا ہے؟

جواب: جمہوریت میں دو معروف نظام ہیں صدارتی نظام اور پارلیمانی نظام۔ہمارے آئین کے مطابق تمام ادارے پارلیمانی نظام کے تحت چلائے جارہے ہیں جو برطانوی طرزحکومت کے مطابق ہے۔

سوال: یاضروری ہے کہ مذہب یا مولوی سسٹم کی خرابی کا ذمہ دار ہے؟

جواب: ریاست اگر مذہب کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کرتی ہے تو وہ بھی سسٹم کی خرابی کی ذمہ دار ہوسکتی ہے۔

انتہا پسندی کے عوامل، اثرات اور روک تھام کے لئے لائحہ عمل

فرید احمد شاہوانی

اس موضوع کے تین اہم پہلو ہیں۔انتہا پسندی کے عوامل، اس کے اثرات اور اسکی روک تھام کا لائحہ عمل۔سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ انتہا پسندی کیا ہے؟ انتہا پسندی کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو انتہائی حد تک پسند کرنا۔مطلب یہ کہ اپنی مرضی اور روّیہ کو زبردستی اور بزور بازو کسی پر مسلط کرنا۔آج ہم جن مشکل حالات اور بدامنی کا شکار ہیں اس کی اصل وجہ بھی انتہا پسندی ہے جو ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ہمیں محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ہم انتہا پسندی کا شکار ہو چکے ہیں۔انتہا پسندی کے اسباب میں غربت، سیاسی محرومی، تعلیم کا فقدان، مذہب کی غلط تشریح، بے روزگاری، معاشی اداروں پر اشرافیہ کا قبضہ اور دوسرے مذاہب اور اقلیتوں کے خلاف نفرت انگیز خیالات کا پھیلانا انتہا شامل ہیں۔

جب ہم انتہا پسندی کے اثرات پر نظر دوڑاتے ہیں تو غریب، یتیم اور بے سہارا بچے دہشت گردوں کے ہاتھوں خودکش حملوں میں استعمال ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔بدعملی، لاقانونیت اور قتل وغارت کا دور دورہ ہے۔معاشرے کے کچھ کونوں کھدروں سے انتہا پسندی کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔معاشی محاذ پر زراعت، قدرتی وسائل، پیداواری کارخانے اور بیرونی واندرونی سرمایہ کاری انحطاط کا شکار ہے۔بدامنی اور انتہا پسندی کی وجہ سے کوئی بیرونی سرمایہ کار پاکستان میں سرمایہ کاری پر آمادہ نہیں۔

انتہا پسندی کی روک تھام کے لئے سب سے پہلے معیاری تعلیم کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔روزگار کے مواقع کی فراہمی سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔انصاف کے نظام کو منظم کرکے مساوی انصاف کے مواقع فراہم کئے جاسکتے ہیں۔جب تک مذہب کی صحیح تشریح نہیں کی جاتی اس وقت تک لوگ مذہب کے نام پر گمراہ ہوتے رہیں گے۔ہمیں مساوی حقوق کی فراہمی کو یقینی بنانا ہوگا۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویّوں کے فروغ اور نصاب تعلیم میں انسانی حقوق کی شمولیت کی اہمیت

ڈاکٹر منظور آغا

ہماری نصابی اور درسی کتب میں مسلم حکمرانوں کے تمام

جرائم پر پردہ ڈال کر جو تصویر ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بہت ایماندار، بہادر اور کشادہ دل حکمران تھے۔ پاکستان کی ابتدا ہی میں نظریاتی سوالات نے پاکستان میں تعلیم کے میدان کو گھیر لیا کہ پاکستان میں تعلیم کی نظریاتی اساس کیا ہوگی؟ نتیجہ یہ نکالا گیا کہ صوبائیت کی بجائے اسلامی اور قومی نظریئے کی ترویج کی جائے۔ نظریاتی تعلیم بظاہر تو اچھی معلوم ہوتی تھی مگر پس پردہ صوبوں کے انفرادی تشخص کو کچلنے کی جو کوششیں کی گئیں ان کے نتائج آج تک بھگت رہے ہیں بلکہ ہماری آنے والی نسلیں بھی اس عذاب کو بھگتیں گی۔ نظریاتی اساس کی آڑ میں پاکستان میں بسنے والی مختلف قومیتوں، انکی زبان، مقامی تاریخ، مقامی شخصیات اور مقامی تہذیب و ثقافت اور ان کی جمہوری توقعات سب کو کچل کر یک رنگی شکل دینے کی کوشش کی گئی۔ مختلف قومیتوں کو توڑ مروڑ کر اس سے ایک قوم تشکیل دے دی جائے تو اس سے لامحالہ طور پر مختلف قومیتوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ ایک وفاق یا کسی بھی انتظامی اکائی میں لوگ اس وقت تک متحد رہ سکتے ہیں جب انہیں انفرادی تشخص کی ضمانت دی جائے چاہے وہ ایک گھر ہی کیوں نہ ہو۔ ایوب خان کے دورِ حکومت میں مخصوص لوگوں اور مراعات یافتہ طبقے کی ناجائز ذرائع سے ہر ممکن مدد کی گئی۔ کیڈٹ کالجوں اور پبلک سکولوں کو ریاستی وسائل سے بے شمار سہولتیں دی گئیں۔ اسی دور میں ٹیکسٹ بک بورڈ جیسے ادارے بنائے گئے جن کے ذریعے سرکاری کتابیں تعلیمی نظام پر مسلط کردی گئیں۔ ان درسی کتابوں کے ذریعے اس بات کو یقینی بنایا گیا کہ حکومتی پالیسیاں سیاست پر حاوی رہیں۔

اسی دور میں اشتیاق حسین قریشی نے تاریخ کو اسلامی رنگ دینے کی کوشش کی۔ درحقیقت پاکستان کے تاریخی و ثقافتی رشتے برصغیر سے توڑ کر عرب ممالک سے جوڑنے کی کوشش کی گئی۔ درسی کتابوں میں غیر مسلموں کے خلاف نفرتوں کو بڑھا دیا گیا۔ مذہبی رواداری اور بھائی چارے کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ 1980ء کی دھائی میں نصاب کے ساتھ زیادتی کی گئی۔ نصاب کا مقصد مسلمان بنانا قرار دیا گیا اور تعلیم کو قربان کرکے تعلیم کی اسلامائزیشن کی گئی۔ جماعت اول سے اگلی جماعتوں کے نصاب میں تبدیلیاں کی گئیں۔ تاریخ کو مسخ کیا گیا، اسلام کو تمام مضامین میں شامل کیا گیا اور جہاد کی بہت زیادہ تلقین کی گئی۔ نئی تعلیمی پالیسی میں پہلی اور دوسری جماعت کا نصاب مشترکہ کردیا گیا یعنی تمام مضامین ایک ہی کتاب میں شامل کردیئے گئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامیات کا مضمون اس کتاب میں شامل ہوگا جسے سب طلبا استعمال کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلی اور دوسری جماعت کے غیر مسلم بچوں کو بھی اسلامیات کا مضمون دوسرے بچوں کے ساتھ پڑھنا پڑتا ہے۔

مذہبی انتہاپسندی کے انسداد فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

حفیظ بزدار

آپ لوگوں نے ڈاکٹر گوئبلز کا نام سنا ہوگا۔ یہ ہٹلر کا پروپیگنڈہ سیکرٹری تھا جس کی بدولت کئی جنگیں جیتی گئیں۔ ڈاکٹر گوئبلز کا مشہور مقولہ ہے کہ جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے تھوڑا سچ بھی ہونا چاہیئے کیونکہ تھوڑے سچ کی بنیاد پر باقی جھوٹ سچ ثابت ہوسکتا ہے۔ ہمارا میڈیا اس مقولے پر عمل پیرا ہے۔ امریکہ میں ایک میوزیم ہے جہاں میڈیا کے حوالے سے پوری تاریخ رقم ہے۔ وہاں میڈیا کے حوالے سے شیر شاہ سوری کا نام ایک دیوار پر میڈیا کے مؤجد کے طور پر کندہ ہے۔ خبروں کی تیز ترسیل کا نظام سب سے پہلے برصغیر کے بادشاہ شیر شاہ سوری نے متعارف کرایا۔ اس طریقے سے ملک کے کونے کونے سے آنے والی خبریں تیز رفتار گھوڑوں کے ذریعے چوبیس گھنٹوں میں بادشاہ تک پہنچ جاتی تھیں۔ گڑبڑ والی جگہوں پر فوج کشی کرکے بغاوت کو فی الفور کچل دیا جاتا تھا۔ اچھی خبریں بازار میں لوگوں کو ایک چوک میں مجتمع کرکے سنادی جاتی تھیں اور حکومتی پالیسیوں کو بیان کیا جاتا تھا۔ آجکل ہمارے ملک میں میڈیا کا کردار بڑا عجیب ہے۔ آج تک رپورٹنگ کا کوئی اصول وضع نہیں کیا گیا۔ حادثوں کو اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ ٹی وی دیکھنے والے بچے خوف زدہ ہوجاتے ہیں یا رات کو نیند میں ڈر جاتے ہیں۔ دل کے مریض بھی حادثات دیکھ کر اپنی جان کھو بیٹھتے ہیں۔ میڈیا تحقیق کے بغیر خبر چلا دیتا ہے۔ ایک دفعہ اسلام آباد میں 5.2 ریکٹر سکیل کے زلزلے کو ایک چینل نے شدید زلزلہ کہہ کر نشر کردیا۔ اس کی دیکھا دیکھی باقی چینلوں نے بھی اسے شدید زلزلہ کہہ کر نشر کیا۔ پرائیویٹ چینل والے بسا اوقات خبروں کو بیچتے ہیں جس کی وجہ سے وہ صحافت سے انصاف نہیں کر سکتے۔ پاکستان میں جو رپورٹر ہیں ان میں سے بیشتر اہل نہیں ہیں۔ ضلعی سطح پر کام کرنے والے نمائندوں کو تنخواہ نہیں دی جاتی۔ اشتہارات چینلوں پر زیادہ چلتے ہیں باقی جو وقت بچتا ہے وہ بریکنگ نیوز کے لئے ہوتا ہے۔ ٹاک شوز میں جو مہمان ماہرین آتے ہیں انہیں بولنے کا وقت کم دیا جاتا ہے۔ زیادہ وقت اینکر پرسن بولتے رہتے ہیں۔ ریاست نے مذہبی گروپوں کو زیادہ سے زیادہ وقت میڈیا پر دیا جس کی وجہ سے دہشت گردی میں اضافہ ہوا۔

> انسانی حقوق کا تصور انسانیت کی بقاء میں پنہاں ہے کیونکہ تمام معاشروں نے لوگوں کا مزاج بدلنے کے لیے سب سے پہلے ان کی سوچ کو بدلا۔

میرپور آزاد کشمیر 13-14 دسمبر 2014ء

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

عابد حسن عابدی، ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر (ایچ آر سی پی)

ورکشاپ کا مقصد پورے ملک میں درپیش مسائل کا تجزیہ کرنا ہے۔ اس ملک میں اس وقت سب سے بڑا مسئلہ انتہا پسندی ہے جو دیمک کی طرح ہمارے ملک کی بنیادوں کو کھوکھلا کررہی ہے۔ ایچ آر سی پی ملک کے مختلف اضلاع میں انتہا پسندی کی روک تھام اور انسانی حقوق کی تعلیم کے حوالے سے ورکشاپ منعقد کررہا ہے۔ ہمیں اس وقت رواداری اور برداشت جیسے تصورات کو فروغ دینا اور اس کے لیے مل جل کر جدوجہد کرنا ہے۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

انسانی حقوق کا تصور انسانیت کی بقاء میں پنہاں ہے کیونکہ تمام معاشروں نے لوگوں کا مزاج بدلنے کے لیے سب سے پہلے ان کی سوچ کو بدلا۔ اگر ہم لوگ اپنے حقوق کے متعلق خود نہیں سوچیں گے تو یقیناً حکومت یا کوئی بین الاقوامی ادارہ تو آکر ہمیں ہمارے حقوق کے متعلق نہیں بتائے گا۔ تمام پیغمبروں اور انقلابیوں نے انسانیت کا پیغام دیا اور لوگوں کو ان کے حقوق اور اخلاقی فرائض سے آگاہی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ہمارے بہت سے حقوق ہیں، معاشرتی حق، آزادی کا حق، معاشی حق، اور اس طرح کے اور بہت سے حقوق ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں تقریباً 6 کروڑ لوگ مارے گئے۔ اس پر اقوام عالم نے جمع ہوکر انسانی حقوق کا ایک عالمی منشور تیار کیا۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور (یو ڈی ایچ آر) میں زندہ رہنے کے حق کو ہر انسان کا بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے۔ یو ڈی ایچ آر پر 1949ء میں بیشتر ممالک نے دستخط کئے تاکہ ایسی خونریز جنگوں کا سدباب کیا جاسکے۔ ہمیں ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنا چاہیئے۔ جب ہم جمہوریت کی آواز بلند کرتے ہیں تو پہلے یہ سوچنا چاہیئے کہ کیا ہمارے رویے اور ہمارے گھروں میں جمہوریت ہے۔ اصل مسئلہ یہی ہے کہ ہمارے اندر جمہوری رویے نہیں ہیں۔ یعنی انتہاپسند گروہ جمہوریت کو مذہبی آمریت

سے بدلنے میں مسلح یا غیر مسلح جدوجہد کر رہے ہیں۔ ایسے میں معاشرتی تبدیلی اور انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے سول سوسائٹی کا کردار بہت اہم ہے۔ معاشرے میں ہر بندے کے حقوق یکساں ہیں چاہے وہ امیر ہو یا غریب۔ ریاست عوام سے روزانہ ٹیکس لیتی ہے تو ریاست کا حق بنتا ہے کہ وہ اپنی عوام کو ان کے حقوق دے۔ پاکستان کے آئین میں بھی انسانی حقوق شامل ہیں۔ جب ہمیں پتہ ہی نہیں ہوگا کہ ہمارے حقوق کیا ہیں تو اس وقت تک حقوق کا حصول ناممکن ہے۔ ہمارے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کو شروع سے ہی شامل نہیں کیا گیا۔ انسانی حقوق کی تعلیم کا عام ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے ریاست کا کردار بنیادی ہے۔

انتہا پسندی کی مزاحمت میں خواتین کا کردار

ڈاکٹر سعیدہ عابد

ہمارے ہاں عورت کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے عورت کو ضرورت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ تعلیم کی کمی کی وجہ سے عورت کو نہ تو سماجی حقوق مل رہے ہیں اور نہ ہی اسے جائیداد میں حصہ ملتا ہے۔ بعض اوقات عورتوں کی قرآن کے ساتھ شادی کرائی جاتی ہے۔ عورت کو نہ اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا حق ہے اور نہ ہی تعلیم کا حق دیا جاتا ہے۔ ملک کے علاقوں میں عورتوں کو پڑھانے کا رواج نہیں ہے۔ ان کا کام ہے گھر کا خیال رکھنا اور بچے پالنا۔ تعلیم کی کمی انتہا پسندی کو پروان چڑھا رہی ہے۔ جس سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو تعلیم دلوائی جائے کیونکہ اس مرض میں مبتلا قوم کو تعلیم یافتہ عورتیں ہی راہ پر لا سکتی ہیں۔ ہمارے ہاں کئی مثالی خواتین موجود ہیں جنہوں نے بنیاد پرستی کے خلاف آواز اٹھائی۔

دستاویزی فلم

شرکاء کو ایک مختصر دستاویزی فلم دکھائی گئی جس کا عنوان تھا ''ضمیر کی عینک'' اس مختصر ڈرامے کو دکھانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک معاشرے میں رہتے ہوئے ہم اقلیت کا لفظ کیوں استعمال کرتے ہیں۔ جب ہم سب انسان ہیں تو پھر یہ تعصب اور نفرت کیوں؟ انسان پانچ سو صفحات پڑھ کر بھی کسی بات کو اس طرح نہیں سمجھ سکا جس طرح انسان تصویر کے ذریعے جلد سمجھ سکتا ہے اور دوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہے۔

سٹڈی سرکل

ڈرامہ دیکھنے کے بعد شرکاء کی آراء اور استعداد جانچنے کے لئے شرکاء سے ایک سٹڈی سرکل کروایا گیا ان کو جو کتاب دی گئی تھی ان میں سے ہر بندے کو ایک ایک آرٹیکل دیا گیا اور یہ ہدایت دی گئی کہ اس آرٹیکل کا مقصد کتاب میں دیئے گئے مضامین کے بارے میں اظہار خیال کرنا ہے۔ شرکاء نے اپنے اپنے آرٹیکل کا مرکزی خیال اور مقصد بیان کیا۔

انتہا پسندی کے انسداد میں ادب اور فنون لطیفہ اور ادب کا کردار

ڈاکٹر روش ندیم

ادب وہ تحریر ہے جو کسی زبان کے جملہ اوصاف کی آئینہ دار ہو جیسے شاعری، ناول، افسانہ، ڈرامہ جو انسانی مشاہدات تجزیات اور تجربات کو پیش کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہو۔ ادب تنقید اور تخلیق کے اوصاف سے مرتب اور فروغ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ادب میں قوم کی تہذیب وثقافت کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اگر قلم میں اتنی طاقت ہے تو پھر ادیب تو پورے معاشرے کو باشعور بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ ادیب کی آنکھ کیمرے کا کام کرتی ہے اور وہ قلم کے ذریعے اپنے تصورات اور خیالات کا اظہار کرتا ہے اس طرح ادیب نئے ذہنی رجحانات کو متعارف کرواتا ہے۔

فن وہ تخلیقی عمل ہے جو لطیف جذبات واحساسات اور نفیس مہارتوں کو اجاگر کرتا ہے۔ وہ شعر کی صورت میں ہو یا مصوری، موسیقی اور سنگ تراشی کی شکل میں دنیا کی خوبصورتی کو اجاگر کر کے خوبصورت مناظر کو زندگی بخشتا ہے۔ فنون لطیفہ کی مختلف اقسام ہیں جو مثبت سرگرمیوں کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر یہ سرگرمیاں نہ ہوں تو دنیا انتہا پسندی کا شکار ہو جائے۔ ہمیں ادیبوں اور فنکاروں کی بھی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اور انتہا پسندی کو روکنے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔

فنون لطیفہ کا انتہا پسندی کی مزاحمت میں کردار

فن وہ تخلیقی عمل ہے جو لطیف جذبات واحساسات اور نفیس مہارتوں کو اجاگر کرتا ہے۔ وہ شعر کی صورت میں ہو یا مصوری، موسیقی اور سنگ تراشی کی شکل میں دنیا کی خوبصورتی کو اجاگر کر کے خوبصورت مناظر کو زندگی بخشتا ہے۔ فنون لطیفہ کی مختلف اقسام ہیں جو مثبت سرگرمیوں کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر یہ سرگرمیاں نہ ہوں تو دنیا انتہا پسندی کا شکار ہو جائے۔ ہمیں ادیبوں اور فنکاروں کی بھی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اور انتہا پسندی کو روکنے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔

انتہا پسندی کی مختلف اقسام، اس کی ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لئے لائحہ عمل

نائمہ اعظم

انتہا پسندی عام طور پر اس ذہنی رویے کا نام ہے جس کے تحت آپ اپنے نظریات اور عقائد کو دوسرے شخص پر مسلط کرنا چاہتے ہیں اور اس میں دلیل کی بجائے دھونس سے کام لیتے ہیں۔ یعنی اپنے نظریات اور عقائد کو دوسروں کی نسبت زیادہ اعلیٰ اور برتر تصور کرتے ہیں اور اپنے نظریات کو کسی بھی قیمت نافذ کرنے کی خواہش میں تشدد یا جبر سے کام لیتے ہیں۔ یعنی کسی بھی معاملے میں انتہائی رائے رکھنے کو انتہا پسندی کہتے ہیں۔ مثلاً حکمرانوں کی جانب سے کوئی فیصلہ کرنا اور عوام کی مخالفت کے باوجود فیصلے میں ترمیم نہ کرنا، مذہبی معاملات میں اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرنا یہ سب انتہا پسندی کی تعریف میں آتا ہے۔

انتہا پسندی کی اقسام

انتہا پسندی کی بہت سی اقسام ہیں لیکن ہم چند اہم ترین اقسام جو خطے اور دنیا بھر پر اثر انداز ہو رہی ہیں، پر مختصر بحث کریں گے جن میں مذہبی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، سیکولر انتہا پسندی، نسلی وقومی انتہا پسندی، معاشی اور سماجی انتہا پسندی شامل ہیں۔

مذہبی انتہا پسندی

اس وقت ملک میں مذہبی انتہا پسندی عروج پر ہے جو تشدد اور دہشت گردی کی صورت میں معاشرے پر خطرناک اثرات مرتب کر رہی ہے۔ جاہلیت اور ظلم کے اندھیروں نے معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے انسانیت کی ناقدری کی ہے اور نتیجتاً خود ساختہ کہانیاں بنالی ہیں، مثلاً کئی لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کا مذہب خطرے میں ہے اور وہ پوری دنیا سے لڑ کر اپنے مذہب کا تحفظ کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ بولنے کی آزادی اور تخلیقی صلاحیتوں کے خلاف ہیں۔ اس کے علاوہ نوجوان نسل کو جہاد کے نام پر تیار کرنے اور شریعت نافذ کرنے کے نام پر بھی انتہا پسندی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

سیاسی انتہا پسندی

اس میں سیاسی مفادات اور فکر ونظریات کو دیگر افراد کے سیاسی نظریے سے برتر سمجھا جاتا ہے۔

سماجی انتہا پسندی

اس میں امیر لوگ غریب لوگوں کو کم تر سمجھتے ہیں اور انتہا پسندی کا مرتکب ہوتے ہیں۔ لوگوں کی تعلیم اور زندگی کے تمام فیصلوں میں ان کی مرضی ومنشاء شامل نہیں ہوتی۔

معاشرتی انتہا پسندی

اس میں کوئی قبیلہ، قوم یا شخص کسی علاقے، گاؤں یا شہر میں معاشی سرگرمیوں میں دیگر شہریوں یا اقوام قبائل اور طبقوں کی شراکت کو پسند نہیں کرتے۔ زبردستی پرتشدد طریقے سے یا دیگر ذرائع سے انہیں معاشی سرگرمیوں سے بے دخل کرتے ہیں۔

جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

محترمہ راحیلہ

جمہوریت ایسی حکومت کو کہتے ہیں جس میں تمام شہری اپنی زندگیوں پر اثر انداز ہونے والے تمام فیصلوں میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ جمہوریت دراصل لوگوں کی حکومت کا نام ہے جسے لوگ خود منتخب کرتے ہیں۔ دنیا میں جمہوریت انسانی معاشرے کے استحکام کے لیے کامیاب طرزِ حکومت رہی ہے کیونکہ جمہوریت برابری اور تکثیریت پر زور دیتی ہے۔ جمہوریت میں شہریوں کی بلا امتیاز رنگ ورنسل، زبان وثقافت کی مساوی حیثیت ہوتی ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک میں کامیابی سے رائج یہ نظام اس دعویٰ کی تائید بھی کرتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ بعض ممالک میں سیاسی پارٹیوں نے خوف اور تشدد کو اپنی سیاست کی بنیاد بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف جمہوریت کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ عوام کا بھی استحصال ہوتا ہے اور عوام کو بنیادی حقوق نہیں دیئے جاتے۔ انسانی حقوق، معاشی ترقی اور جمہوریت لازم وملزوم۔ یہ تینوں مل کر معیاری زندگی، امن وعامہ اور انصاف کی یقین دہانی کرواتے ہیں۔ جمہوریت کا اصل حسن ہی یہ ہے کہ آپ اس نظام میں ہوتے ہوئے نہ صرف اس سے اختلاف کر سکتے ہیں بلکہ اس کو رد بھی کر سکتے ہیں۔ اس دنیا میں جن جن ممالک نے جمہوریت کے تصور کو رائج کیا وہاں ملکی معیشت خوب پھیلی۔ ہمارے ملک میں عوام اپنے وسیع تر مقاصد کے لیے جن مخصوص نمائندگان کو اپنے لیے چنتے ہیں وہ عوام کی امنگوں پر پورا نہیں اترتے۔

طرزِ حکومت میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

سجاد حیدر

تعلیم وہ ذریعہ ہے جس سے انسانی سوچ اور رویوں میں مثبت تبدیلی لائی جاتی ہے۔ تعلیم انسان میں چھپی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کرتی ہے اور ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کی تکمیل کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ تعلیم ایک مضبوط قوم کی بنیاد رکھتی ہے جس سے معاشرے میں توازن اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں 25 مارچ 2014ء کو وزارت تعلیم پاکستان نے تعلیمی گوشوارہ پاکستان 2013ء جاری کیا جس کے مطابق ملک میں شرح خواندگی 57 فیصد ہے اور جنوبی ایشیا میں یہ سب سے کم شرح خواندگی والا ملک ہے۔ جس طرح ہم نے زندگی کے دوسرے شعبوں میں تبدیلی لائی اسی طرح تعلیمی نظام میں بھی تبدیلی لانی چاہئے۔ انسانی حقوق کی تعلیم کو اگر نصاب کا حصہ بنا لیا جائے تو ہر باشندہ بچپن سے ہی اپنے حقوق وفرائض سے باخبر ہوگا۔ ہمارے تعلیمی نصاب کو جدید علوم سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی بجائے ماضی کے جنگی کارناموں اور بادشاہوں کی فتوحات کی کہانیوں کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے جس سے بچوں کے اندر تعصّبانہ اور جارحانہ سوچ پروان چڑھتی ہے۔ موجود بوسیدہ مضامین کو نکال کر ان کی جگہ جدید سائنس اور انسانی حقوق سے متعلق مضامین شامل کرنے چاہئیں۔

> تعلیم وہ ذریعہ ہے جس سے انسانی سوچ اور رویوں میں مثبت تبدیلی لائی جاتی ہے۔ تعلیم انسان میں چھپی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کرتی ہے اور ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کی تکمیل کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔

شرکا کی رائے

ورکشاپ کے اختتام پر شرکاء نے کہا کہ انہیں اپنے حقوق سے کافی آگاہی ملی ہے۔ وہ اپنے محلے، شہر اور کمیونٹی میں ایسی ورکشاپس منعقد کرکے انسانی حقوق کی تعلیم اور انتہا پسندی کے نقصانات سے لوگوں کو آگاہ کریں گے۔ آخر میں ورکشاپ کے اختتام پر شرکاء میں سرٹیفکیٹ تقسیم کئے گئے اور گروپ فوٹو لی گئی۔

دھیر کوٹ 13-14 دسمبر، 2014

تعارف شرکاء، رجسٹریشن، قبل از ورکشاپ شرکاء کا استعدادی جائزہ

عون محمد

انتہا پسندی کی تعریف میں کہا جا سکتا ہے کہ اس میں سیاسی تبدیلی کے لیے لوگوں کو خوفزدہ کیا جاتا ہے تاکہ مقاصد کا حصول آسان ہو جائے۔ انتہا پسندی کی تمام کارروائیوں میں تشدد یا تشدد کے ممکنہ استعمال کی دھمکی کارفرما ہوتی ہے۔ یہ کارروائیاں حکومت کی طرف سے بھی کی جاتی ہیں اور غیر ریاستی گروہوں کی جانب سے بھی اور ان کارروائیوں میں فوجی شخصیات، حساس اداروں، حکومتی اہلکاروں اور عوام کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انتہا پسندانہ سوچ رکھنے والے افراد نہ صرف لوگوں میں خوف وہراس پیدا کرنا چاہتے ہیں بلکہ انکا ایک مقصد لوگوں کو نفسیاتی طور پر نقصان پہنچانا بھی ہے اور ان میں نشانہ صرف وہ لوگ ہی نہیں بنتے جو واقعہ سے براہ راست متعلق ہوتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں جو ان واقعات کے بارے میں سنتے ہیں یا ٹی وی پر ایسے واقعات کے مناظر دیکھتے ہیں یا اخبارات میں ان واقعات کے متعلق خبریں پڑھتے اور تصاویر دیکھتے ہیں۔ انتہا پسندی تشدد کی بدترین صورت ہے۔ لوگوں کی اکثریت مذہبی قیادت کی سماجی امور سے متعلق رائے کو مقدم جانتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی وہ سماجی جمود کا شکار بھی ہیں۔ اور عوام کی بڑی تعداد ہنوز خواتین کی ملازمت کے خلاف ہے۔ اور وہ اسے اپنی مذہبی اور سماجی اقدار کے منافی تصور کرتے ہیں۔ خواتین کی بڑی تعداد کو اپنی زندگی سے متعلق فیصلے کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے، اور انکے مرد ہی انکی زندگیوں کا ہر اہم فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ تمام شرکاء سے گزارش ہے کہ ورکشاپ کے دوران سیکھی گئی انسانی حقوق کی تعلیم کو اپنے گھر، خاندان، سوسائٹی اور اداروں میں دوسروں تک پہنچائیں، اور انتہا پسندی کے خلاف ہماری اِس کاوش میں ہمارا ساتھ دیں۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

ندیم عباس

سول سوسائٹی سے مراد ایک ایسا منظّم طبقہ ہے جو معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں پر نظر رکھے اور بہتر تبدیلیوں کے لیے کوشاں رہے جیسے کہ فلاحی تنظیمیں، مذہبی تنظیمیں، میڈیا ہاؤسز، ٹریڈ یونینز، بار ایسوسی ایشنز، پریس کلبز وغیرہ آج کے جدید معاشرے کے تین بنیادی ستون درج ذیل ہیں:۔

☆ ریاستی ادارے

☆ سیاسی جماعتیں

☆ سول سوسائٹی

ان تینوں کی اہمیت برابر ہے لیکن انسانی حقوق کے تحفظ کے معاملے میں سول سوسائٹی کا کردار سب سے زیادہ اہم ہے۔ 1865ء میں امریکہ کی سول سوسائٹی نے امریکہ میں غلامی کی قانونی حیثیت کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یورپ میں روشن خیالی کی تحریک کے پیچھے بھی سول سوسائٹی کا ہی ہاتھ تھا۔ اسی طرح ہندوستان کی مثال ہے کہ

یہاں بھی مسلمانوں کی محرومیوں کو ختم کرنے میں تحریک علی گڑھ جیسی سوسائٹی کی دیگر تنظیموں نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔1948ء میں فاطمہ جناح اور بیگم رعنا لیاقت علی خان نے خواتین کو حقوق دلانے کے لئے آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن قائم کی جس نے پاکستان میں خواتین کے وراثت کے لئے بہت کام کیا اور اسی تنظیم کی جدوجہد سے 1956ء کے آئین میں خواتین کے حقوق کا باب شامل کرلیا گیا۔غیرت کے نام پر قتل پر 2005ء میں سزائے موت کا قانون، 1995ء میں قرآن کے ساتھ شادی کو ممنوع قرار دیا گیا،صائمہ ارشد کیس میں فیصلہ آیا کہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرسکتی ہے اسی طرح زیادتی کیسوں میں چار گواہ نہ ہونے پر حدود کا مقدمہ ہوتا تھا۔2006ء میں اس قانون میں ترمیم کردی گئی کہ دیگر ذرائع سے اگر زیادتی ثابت ہوجائے تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے ۔یہ سب سول سوسائٹی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔موجودہ حالات میں بلوچستان، مقبوضہ کشمیر سے مختلف نہیں ہے۔جنوبی پنجاب میں جاگیر داری کی وجہ سے جبری مشقت ،غیرت کے نام پر قتل، مذہبی شدت پسندی ،ملک میں گزشتہ سال 869 خواتین جبکہ کُل 14000 افراد قتل کئے گئے جوکہ تشویشناک امر ہے۔شدت پسندی کی وجہ سے 8000 ہزار ارب روپے کے نقصان کے علاوہ 53000 افراد قتل ہوچکے ہیں۔جس ملک میں ہر سال دس لاکھ افراد سیاحت کے آتے تھے۔اب ایتھوپیا سے بھی کم سیاح آتے ہیں۔کھیل ختم ہوکر رہ گئے ہیں۔بین الاقوامی صورتحال میں ایک طرف تو انڈیا سے جنگ کے طبل بجائے جارہے ہیں جبکہ دوسری طرف ہمارے ملک میں پولیو کے 214 کیس سامنے آچکے ہیں اور پولیو ورکرز پر گولیاں برسائی جارہی ہیں۔ان حالات میں پاکستانی سول سوسائٹی پر اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

11 اگست 1947ء کی تقریر میں قائد نے یہ اعلان کیا کہ مذہب کو سیاست میں نہیں لانا چاہیئے۔ مذہب خدا اور انسان کا معاملہ ہے۔اگر ہم قائد کے اندازِ فکر کی پیروی کرتے ہوئے مذہب کو سیاست میں گھسیٹنے سے گریز کریں اور اقلیتی معاملات کو بطور سیاسی مسائل تسلیم کرلیتے ہیں تو اسکے نتیجے میں تمام شہریوں کی زندگی سہل اور آساان ہو جائے گی۔اگر ہمارے ہاں مساویانہ حقوق کے ساتھ شہریوں کو پاکستانی تصور کرنے کی روایت قائم ہوتی تو اس روایت نے حکومت اور پاکستان کے عوام کو اس بات کی ترغیب دی ہوتی کہ وہ پروفیسر عبدالسلام کی بطور ایک عظیم پاکستانی سائنسدان عزت واحترام کرتے نہ کہ اسے ایک احمدی ہونے کا طعنہ دیتے۔اگر طلباء، اساتذہ، پولیس اہلکار، فوجی افسران، ڈاکٹرز، مجسٹریٹس اور ملزموں کے ساتھ ہم وہی سلوک کریں جسکا بحیثیت شہری وہ تقاضہ کرتے ہیں اور بطور مسلم، ہندو، مسیحی، اور اچھوت انکی شناخت نہ کریں تو پاکستان میں عدم رواداری کی بڑی وجہ ختم ہوجائے گی۔ جناح کا پاکستان واپس لانے کے لئے ہمیں ایک انقلاب سے گزرنا ہوگا اور یہ انقلاب قوم کی ذہنیت تبدیل کرنے کا ہے۔اور اسے یقینی بنانے کی خاطر ہمیں اپنے اپنے دائرہ کار میں رہ کر کوششیں کرنی ہونگی۔

میڈیا کیا ہے،اسکی مختلف اقسام، بدلتے ہوئے رجحانات،اور انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

عون محمد

میڈیا دراصل ایک ذریعہ ہے جس سے ہمیں علم،اطلاع اور تفریح مہیا کی جاتی ہے۔میڈیا کی مختلف اقسام ہیں جن میں سرفہرست الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا ہیں ،ایک نئے رجحان سے ہماری قوم متعارف ہوئی ہے جوکہ سوشل میڈیا ہے۔سوشل میڈیا کے کچھ فائدے اور کچھ نقصانات ہیں۔ فائدہ یہ ہے کہ ہر کسی کو اظہار رائے کی آزادی یکساں طور پر ملتی ہے جبکہ نقصان یہ ہے کہ صرف پڑھی لکھی کلاس ہی اس میڈیا کو استعمال کرسکتی ہے ۔اور پھر یہ کہ جس کی مرضی جو دل کرے سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کرے۔اسکی واضح مثال آج کل داعش کی طرف سے شام میں جہاد کے لئے لوگوں کو دعوت نامے کا سوشل میڈیا کی ویب سائٹس فیس بک پر اپ لوڈ ہونا ہے ۔ایسی پوسٹ کی کچھ لوگ مذمت کرتے ہیں جبکہ وہ لوگ جو ایک جیسی ذہنی مطابقت رکھتے ہیں اس طرح کی پوسٹ سے متاثر ہوتے ہیں اور اپنے اردگرد کے لوگوں کی ذہن سازی شروع کر رہے ہیں۔ پاکستان میں الیکٹرانک میڈیا یعنی ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن سرکاری اختیار میں ہے اس نے ماضی میں بری طرح ہمارے معاشرے کو ایک مذہبی شدت پسند بنانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔سرکاری میڈیا نے اجارہ داری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سرکاری اشاروں پر ایک شرمناک کردار ادا کیا جسکا نتیجہ آج ہماری قوم سخت جانی اور مالی نقصان کی صورت میں بھگت رہی ہے۔اس میڈیا نے ایک خاص اسلامی نقطہ نظر پیش کیا اور برسوں تک لوگوں کی ذہن سازی کی۔حالیہ سیاسی اور عسکری کشیدگی پر غور کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کرنے کے لئے سب سے زیادہ وکالت سرکاری میڈیا کی طرف سے ہی کی گئی۔برطانوی سامراج نے برصغیر میں پشاور کے شہر میں تقسیم ہند سے پہلے ریڈیو سٹیشن قائم کیا ہوا تھا اور اس ریڈیو اسٹیشن نے تقسیم ہند سے پہلے ہی پشاور کے علاقے میں لوگوں کو مذہبی انتہا پسند بنانے کے لیے مواد نشر کرنا شروع کردیا تھا اور جب پاکستان بن گیا تو سرکاری سطح پر یہ ذمہ داری اس اسٹیشن کو سونپی گئی ۔فضل اللہ نے سوات پر قبضے کے بعد اپنی خاص مذہبی سوچ اور دہشتگردی کی تبلیغ کے لیے ایف ایم ریڈیو کا سہارا لیا۔اس میڈیا کو فضل اللہ نے اسطرح استعمال کیا کہ سوات کے لوگ اسکی باتوں کے قائل ہو گئے اور اپنے نوجوان لڑکوں کو جہاد میں شمولیت کی دعوت دی۔پھر جب فضل اللہ کے پیش کردہ جہاد کی اصلیت لوگوں پر آشکار ہوئی تو لوگ متنفر ہوگئے اور اس خاص سوچ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

پاکستانی نجی میڈیا جس نے حال ہی میں ایک نئی طاقت اور اہمیت حاصل کی ہے وہ بھی ابتدائی ایام سے لے کر آج تک اس سارے عمل میں ایک عامل کے طور پر موجود رہا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ شدت پسند گروہوں کا نشانہ بھی بنتا رہا ہے۔نجی میڈیا نے بڑی حد تک انتہا پسندی کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ 1950ء میں حکومت پنجاب نے شدت پسندانہ خیالات کی اشاعت اور فروغ کے لئے ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا۔اس وقت کی حکومت کے ڈائریکٹوریٹ آف انفارمیشن نے ان اخبارات کو رقوم ادا کیں جو احمدیوں کے خلاف شدت پسندانہ خیالات کی تشہیر کرتے تھے۔ یہ معاملہ ایک انکوائری کمیٹی کے روبرو پیش ہوا اور ایک اخبار کے مدیر نے اسکی توثیق کی۔بعض اخبار طلبان اور دیگر دہشت گردوں کو عسکریت پسند کہتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کو باقی معاشرے سے الگ تھلگ نہیں کیا جا سکتا۔ معاشرتی عوامل اس پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔

ضیاء الحق کے دور حکومت میں ذرائع ابلاغ پر اثر انداز ہونے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی۔ جماعت اسلامی چونکہ جنرل ضیاء الحق کے بہت قریب تھی اور ضیاء نے جماعت اسلامی کو افغان جنگ میں بھی استعمال کیا تھا۔ چنانچہ اسکے بہت سے لوگ ذرائع ابلاغ میں شامل ہو گئے۔ اور جنہوں نے پنجاب یونین آف جرنلسٹس کی متبادل یونین کی میں بنیاد رکھی وہ تمام جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے لوگ عسکریت پسند تھے اور اپنے اپنے نظریات کی بنیاد پر لوگوں کی جانیں لے رہے تھے اس گروپ نے اپنے اپنے لوگ ذرائع ابلاغ میں شامل کئے اسکے علاوہ انہوں نے ذرائع ابلاغ کے بہت سے لوگوں کو خریدا اور انہیں اپنے اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا۔ اس قسم کے لوگ اگرچہ اخبارات کی پالیسی کو براہ راست متاثر نہیں کرتے تاہم اگر ایک شخص نیوز روم میں یا رپورٹنگ میں ایک خاص سوچ لیکر بیٹھا ہوا ہے تو اسکے پاس موقع ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی خبر کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے یا کوئی خبر اس طرح دے کہ اسکی اہمیت کم

ہوجائے۔ چھوٹے واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ اگر کہیں پٹاخہ بھی چلتا ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ دھماکے کی آواز سنی گئی ہے پولیس جگہ کا تعین کر رہی ہے، اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ شدت پسندوں کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں۔ طالبان کے ترجمان کو بہت زیادہ کوریج ملتی ہے۔ ہمارے ہاں ذرائع ابلاغ میں گیٹ کیپنگ کی روایت معدوم ہے جو شخص میڈیا سے منسلک ہے اسے ایک گیٹ کیپر کے طور پر کام کرنا چاہیے۔ نیوز رپورٹر یا ایڈیٹر کو خبر کی اشاعت کے حوالے سے فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اسے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ اگر کوئی خبر معاشرے کے فائدے کی نسبت نقصان زیادہ پہنچائے گی تو وہ اسے روک لے۔

ہمارا الیکٹرانک میڈیا حال ہی میں سامنے آیا ہے اور لوگ اس کے لئے مناسب طور پر تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ پرنٹ میڈیا میں جب کوئی چیز تحریر ہوتی ہے تو تحریر کرنے والے کے پاس کچھ وقت ہوتا ہے کہ وہ اسکو دوبارہ دیکھ سکے اور پھر وہ تحریر مدیر کی نظر سے بھی گزرتی ہے۔ لیکن الیکٹرانک میڈیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ یہ ان عوامل میں سے ایک ہے جن کی وجہ سے ہمارے ٹی وی چینل شدت پسندی سے متعلق واقعات کو اکثر غیر موزوں طریقے سے پیش کرتے ہیں۔ مزید براں پاکستان میں پرنٹ میڈیا کے پاس کوئی ڈیڑھ سو سال کا تجربہ ہے جبکہ الیکٹرانک میڈیا مقابلتاً نوخیز ہے۔

اگر معاشرہ انتہا پسند نظریات سے لیس ہے، یعنی اگر ریاست کی عمل داری کم ہو چکی ہے اور انتہا پسند حلقوں کا رسوخ معاشرے پر زیادہ ہے تو میڈیا میں بھی وہی چیز آپ کو نظر آئے گی۔ میڈیا عدم استحکام میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔ خاص طور پر الیکٹرانک میڈیا کے حوالے سے تو یہی لگتا ہے۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ میڈیا اس امر کو مسلسل نظر انداز کر رہا ہے کہ ایسا کرنے سے مستقبل میں اظہار رائے کی آزادی برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

انتہا پسندی کیا ہے، اسکی مختلف اقسام، ہمارے زندگی پر اثرات اور اس کی روک تھام کے لیے لائحہ عمل

راحت فاروق

عمومی طور پر جب ہم انتہا پسندی کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں فوراً مذہبی انتہا پسندی آتی ہے اور ایسا ہونا اس لیے فطری ہے کہ معاشرتی سطح پر ہم اس کا سب سے زیادہ شکار ہیں۔ وہ اس لیے بھی کہ انتہا پسندی کی باقی اشکال واضح نہیں ہیں۔ انتہا پسندی کی چند ایک اہم اقسام میں آپ ساتھیوں کے سامنے پیش کر رہی ہوں جیسے مذہبی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، ریاستی انتہا پسندی اور لسانی انتہا پسندی۔

مذہبی انتہا پسندی

مذہبی انتہا پسندی کا سادہ سا مفہوم ہے کہ عقیدے کی بنیاد پر انسانوں کی برتری اور کمتری کا تعین کرنا اور عقیدے کی بناء پر ان سے سلوک کرنا۔ یہ ایک طرح سے انتہا پسندی کی سب سے خطرناک قسم ہے۔ کیونکہ انسانی تاریخ میں لوگ سب سے زیادہ اسی وجہ سے غیر انسانی سلوک کا نشانہ بنے ہیں۔ یہ تمام انسانوں کا بنیادی حق ہے کہ وہ اپنے عقیدے کو برحق سمجھیں لیکن کسی کے عقیدے کو بزور طاقت تبدیل کرنا غلط ہے۔ عقیدے کی بنیاد پر انسانوں میں تفریق کرنا اور اپنے عقائد کو بزور طاقت دوسروں پر مسلط کرنا مذہبی انتہا پسندی ہے۔ اس کے علاوہ اردو زبان کی کتب و رسائل کی اشاعت کے حوالے

ہمارا الیکٹرانک میڈیا حال ہی میں سامنے آیا ہے اور لوگ اس کے لئے مناسب طور پر تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ پرنٹ میڈیا میں جب کوئی چیز تحریر ہوتی ہے تو تحریر کرنے والے کے پاس کچھ وقت ہوتا ہے کہ وہ اسکو دوبارہ دیکھ سکے اور پھر وہ تحریر مدیر کی نظر سے بھی گزرتی ہے۔ لیکن الیکٹرانک میڈیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ یہ ان عوامل میں سے ایک ہے جن کی وجہ سے ہمارے ٹی وی چینل شدت پسندی سے متعلق واقعات کو اکثر غیر موزوں طریقے سے پیش کرتے ہیں۔

سے مذہبی قدامت پسند طبقے کی جس طرح آج کل اجارہ داری قائم ہو چکی ہے شاید ضیاء الحق کے دور میں بھی نہیں تھی۔ آج مذہبی کتابوں کی اشاعت اتنی زیادہ ہے کہ بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید اردو زبان مذہبی طبقے کی نشر و اشاعت کے لیے مخصوص ہو چکی ہے۔ اس طبقے کا دباؤ اس قدر زیادہ ہے کہ عقل و خرد اور فکر و آگہی کا درس دینے والے انگریزی زبان کے دامن میں پناہ لے چکے ہیں۔

سماجی انتہا پسندی

ہم سب اپنی زندگی میں کہیں نہ کہیں اس کا شکار ہو رہے ہیں۔ سماجی رویوں اور ضابطوں میں کسی بھی صورت انتہا پر چلے جانا سماجی انتہا پسندی کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے سماج میں بچیوں کی شادیاں طے کرتے وقت ان کی مرضی کو شامل نہیں کیا جاتا یہ سماجی انتہا پسندی ہے۔ جس کا عموماً یہ جواز پیش کیا جاتا ہے کہ والدین اپنے بچوں کا بُرا تھوڑی چاہیں گے؟ مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ والدین جو بھی کہیں گے وہ ٹھیک ہوگا۔ اسی طرح آپ اپنی بچی کا ایک قانونی، آئینی، اور مذہبی حق چھین رہے ہیں صرف اور صرف مذہب کے نام پر یہ ایک سماجی انتہا پسندانہ فیصلہ ہے۔ اسی طرح غیرت کے نام پر قتل بھی سماج کا انتہا پسندانہ فیصلہ ہے۔ غیرت اور تقدس انہی دو لفظوں کے گرد ہم صدیوں سے گھوم رہے ہیں۔ میں آپ سب ساتھیوں سے پوچھتی ہوں کہ ان گھریلو خواتین کا کیا قصور ہے جن کی تمام عمر خود اپنے گھر میں قید میں گزر جاتی ہے؟ باپ، چچا، بھائی، بھتیجے کی مرضی سے یا پھر سسرال شوہر یا بیٹے کی۔ اس قید و بند میں اف کئے بنا عمر کی پونجی لٹا دیتی ہے۔ یہ ہمارے سماج کا عورت کے خلاف کتنا غلط اور انتہا پسندانہ رویہ ہے۔

سیاسی انتہا پسندی

سماج میں اس کی مثالیں بھی بہت عام ہیں۔ طاقت کے زور پر کسی کے ووٹ کا حق چھین لینا سیاسی انتہا پسندی ہے۔ ووٹ معاشرے کے ہر فرد کا حق ہے لیکن جب کوئی ڈرا دھمکا کر یا لالچ دے کر اس حق کو پامال کرتا ہے تو وہ سیاسی انتہا پسندی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح حکومت، ریاست کے سربراہان کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کی تمام بنیادی ضرورتوں کو پورا کریں اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو وہ بھی سیاسی انتہا پسندی کہلائے گی۔ میں یہاں کسی مخصوص پارٹی کی مثال نہیں دوں گی۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ انسانی تاریخ کا سب سے چرب زبان آدمی بھی کسی بھوکے کو قائل نہیں کر سکتا کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے۔

انتہا پسندی کے معاشرے پر اثرات

انتہا پسندی خواہ کسی شکل میں ہو وہ تباہی کا موجب بنتی ہے۔ کیا کبھی ایک بیماری کا علاج دوسری بڑی بیماری سے ہوا ہے؟ ایک جہالت کا مقابلہ دوسری بڑی جہالت سے، ایک پاگل پن کا خاتمہ دوسرے بڑے پاگل پن سے، ایک دہشت کا خاتمہ دوسری بڑی دہشت سے، ایک جنون کا مقابلہ دوسرے بڑے جنون سے اور ایک شدت پسندی کو دوسری بڑی شدت پسندی سے ختم کرنا سراسر حماقت نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ اور اسی حماقت کا انجام آزاد کشمیر اور پاکستان کے عوام بھگت رہے ہیں۔ اس وقت ہم سب کو انتہا پسندی، دہشت گردی، جمہوریت، ملکی خود مختاری اور توانائی کے بحران کا سامنا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ان تمام مسائل کا مل کر مقابلہ کریں۔

کیا سیاست کے لئے مذہب کا استعمال انتہا پسندی میں اضافہ کا سبب ہے؟

فاروق نیازی

مذہب انسانوں کے ہوتے ہیں۔ ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ ریاست کا تعلق مذہب کی بجائے شہریوں

سے ہوتا ہے۔ ریاست کو چلانے کے لیے ایک غیر جانبدار، غیر مذہبی قانون کی ضرورت ہوتی ہے۔ تقریباً 67 سال گزر چکے ہمیں مذہبی نفرتوں کی آگ میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کافر کہتے ہوئے۔ کیا اب بحیثیت قوم یہ تسلیم کرنے کا وقت نہیں آ گیا کہ مذہب کا سیاسی امور سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ ہر فرد کا انفرادی معاملہ ہے؟ 11 اگست 1947ء کو قانون ساز اسمبلی میں قائداعظم نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب، ذات یا مسلک سے ہو، ریاست کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ آپ سب اپنی اپنی عبادت گاہوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ مگر بددیانتی اور منافقت کی بنا پر اُس دور کے حکمرانوں نے قائد کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور کچھ اس طرح سے بیان کیا کہ ''آپ کا تعلق کسی بھی مذہب، ذات یا فرقے سے ہو اس امر کا اس بنیادی اصول کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہ ہم سب ایک ہی ریاست کے اور یکساں حقوق کے حامل شہری ہیں۔ اگر قائد کے الفاظ کے مطابق چلا جاتا کہ مذہب، ذات یا مسلک کا ریاست سے کوئی سروکار نہیں ہے تو آج ہم بہتر حالت میں ہوتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مغرب میں مذہب کی اجارہ داری رہی وہاں ترقی نہیں ہوئی اور عوام مشکلات سے دوچار رہے لیکن سترہویں صدی میں صنعتی انقلاب کے بعد مذہب کو سیاست سے الگ کر دیا گیا اور آج وہ ممالک ترقی یافتہ ہیں اور ان کے عوام آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے۔ ریاست کے معاملات میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا لیکن آج مسلمان فرقہ پرستی کا شکار ہو چکے ہیں اور غیر مسلم عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ عدم برداشت اور عدم رواداری کی وجہ سے انتہا پسندی جاری ہے۔ سیاست میں مذہب کی مداخلت نے ملک کو عدم استحکام کا شکار کر دیا ہے۔ رواداری تب ہی قائم ہوگی جب ریاست مذہب سے آزاد ہو۔ اس سلسلہ میں سول سوسائٹی شعور پیدا کرے اور میڈیا اپنا مثبت کردار ادا کرے۔ نصاب کو بہتر کیا جائے، عدلیہ آزاد ہو اور اداروں کو شخصی غلامی سے آزاد کرایا جائے۔ روایتی مدرسوں نے بھی انتہا پسندی کے فروغ میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ ان مدرسوں کو آج بھی سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات فنڈز دے رہے ہیں۔ سرد جنگ کے زمانے سے اس مفروضے کو مضبوط تر بنانے میں ، امریکہ، سعودی عرب، برطانیہ، جرمنی اور متحدہ عرب امارات کا بھی بھرپور حصہ ہے۔ جس کا نتیجہ آج کل کی مذہبی انتہا پسند تنظیموں کی شکل میں موجود ہے۔ انتہا پسند سوچ نے اسلام کو شریعت اور جہاد کے الفاظ تک محدود کر دیا۔ اسی مفروضے کو اور پائیدار بنانے کیلئے ریاستی اداروں نے ایک نجی صنعت کی بنیاد ڈالی جس کو ہم آج انتہا پسند تنظیمیں کہتے ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہمارا میڈیا، مذہبی سیاسی پارٹیاں، تعلیمی نصاب اور کالعدم دہشت گرد تنظیمیں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے سرطان کو معاشرے میں پھیلاتے ہیں۔ اگر ہمارے تعلیمی نصاب کو دیکھا جائے یہ محمود غزنوی اور محمد بن قاسم جیسے جنگجو لوگوں کی تشہیر کرتا ہے اور جو فرد امن، ترقی اور خوشحالی کیلئے کام کرتا ہے اسکا ذکر تک نصابی کتابوں میں نہیں ملتا۔ ہمارا تعلیمی

تعلیم ایک طرف تو نئی ثقافت کو جنم دیتی ہے اور دوسری طرف قدیم ثقافت میں موجود متروک اقدار سے نجات بھی حاصل کرتی ہے۔ تعلیمی مواد کے لیے ضروری ہے کہ وہ نامیاتی اکائی کی طرح ہو اور اس میں زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلنے کی صلاحیت موجود رہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ معاشرتی ماحول میں ہونیوالی پیش رفتوں کو نصاب کا حصہ بنایا جاتا رہے۔ ہمارا نصاب اس معیار پر پورا نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ ہماری تعلیم میں جدت نہیں ہے۔

نظام اقلیتی برادری کو معاشرے سے بالکل علیحدہ کرتا ہے۔ آخر میں بس اتنا ہی کہوں گا کہ ریاست کو سیکولر ہونا چاہیے۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ایم۔آر۔کے۔خلیق

تعلیم ایک طرف تو نئی ثقافت کو جنم دیتی ہے اور دوسری طرف قدیم ثقافت میں موجود متروک اقدار سے نجات بھی حاصل کرتی ہے۔ تعلیمی مواد کے لیے ضروری ہے کہ وہ نامیاتی اکائی کی طرح ہو اور اس میں زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلنے کی صلاحیت موجود رہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ معاشرتی ماحول میں ہونیوالی پیش رفتوں کو نصاب کا حصہ بنایا جاتا رہے۔ ہمارا نصاب اس معیار پر پورا نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ ہماری تعلیم میں جدت نہیں ہے۔ نصابی کتابیں طلباء میں غیر مسلموں اور چھوٹے مسلم فرقوں کے خلاف تعصب کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ ایک طرف تو اقلیتوں کی ملک کے لیے خدمات کو نصاب میں شامل نہیں کیا گیا جبکہ دوسری طرف ان کے متعلق حقارت آمیز اقتباسات درج ہیں۔

صنفی مساوات کے فروغ میں ہمارا تعلیمی نظام ناکام ہے۔ ہمارا نصاب عورتوں اور مردوں کے جنسی امتیاز کی عکاسی کرتا ہے۔ عورتوں کو صرف گھریلو کردار ادا کرنے والی جنس کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ سماج میں ان کی ترقی کے متعلق مواد موجود نہیں۔

انسانی حقوق کیا ہیں، اس حوالے سے حکومت پر عائد فرائض اور انسانی حقوق کی تحریک میں قومی و بین الاقوامی جہدوجہد کو اجاگر کرنے سے پہلوتہی کی گئی ہے۔ شہریوں میں ہمسایوں کے ساتھ اچھے تعلقات کے قیام کی خواہش پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمسایہ ممالک کے ساتھ ہم آہنگی، باہمی تعاون اور بھائی چارے کی فضا قائم کی جائے۔ مگر ہماری تاریخ کے مضمون میں اس کے برعکس ہندوؤں کو مسلمانوں کا ازلی دشمن بنا کر پیش کی جاتا ہے جو کہ تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی سینکڑوں برسوں پر مشتمل روادار مشترک ثقافت ہے۔ اس کے علاوہ برصغیر کی تاریخ میں ہمیشہ مسلمانوں کو فاتح اور ہندوؤں کو مفتوح کی حیثیت دی گئی ہے جو کہ سراسر غلط ہے اور دونوں ممالک کے مابین امن کے قیام میں بڑی رکاوٹ ہے۔ نصاب میں عالمی بھائی چارے کے پہلو کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ کتابوں کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ پاکستان عالمی برادری کا رکن نہیں بلکہ صرف 'نام نہاد اسلامی' بلاک کا جز وہے۔ سرکاری سکولوں اور مدرسوں میں بچوں کو سزا دینے کا تصور موجود ہے۔ عملہ کے ارکان بھی چھوٹی باتوں پر طلباء کی بے عزتی کر ڈالتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچے زیادہ محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان مدرسوں اور سکولوں میں ابھی تک پرانا تعلیمی رواج قائم ہے۔ انسانی حقوق کی ابھی تک کسی بھی سرکاری اسکول یا مدرسے میں تعلیم نہیں دی جاتی۔ سائنسی قدروں کے فروغ، انسانی رویوں، اور عادات کو مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن پاکستان میں انسانی حقوق کی تعلیم پر زور نہیں دیا گیا۔ پاکستانی نظام تعلیم پر افسوس کرتے ہوئے بس اتنا ہی کہوں گا کہ ہمارے ہاں زیادہ تر بچے سکول نہیں جاتے اور جو سکول جاتے ہیں وہ ایسا کچھ بھی نہیں سیکھتے جس کی بناء پر وہ بہتر شہری بن سکیں۔ سکولوں کو بذات خود مسئلہ بننے کی بجائے مسئلے کے حل کا ذریعہ ہونا چاہئے۔ سکول مناسب طور پر تعلیم فراہم نہیں کر رہے اور نہ ہی طالبعلموں کی صلاحیتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ معیاری تعلیم کا مطلب تو یہ ہے کہ طالبعلم جمہوری اور اخلاقی اقدار کی جانب راغب ہوں، بنیادی انسانی حقوق سے آگاہی حاصل ہو ان کے ذہن میں نئے خیالات پیدا ہوں۔ تعلیم پچھلی حکومتوں کی ترجیح تو کبھی نہیں رہی اور اب بھی تعلیم کے لیے وقف کردہ بجٹ 3 فیصد سے کم ہے۔

بلوچستان سے 455 بلوچوں کی لاشیں ملنے کا دعویٰ

کوئٹہ چیئرمین وائس آف بلوچستان مسنگ پرسنز نصراللہ بنگلزئی نے فوجی عدالتوں کے قیام کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے چیف جسٹس آف پاکستان سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنا کردار کریں اور ایسی عدالتوں کا قیام روکیں۔ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے نصراللہ بنگلزئی نے کہا کہ حکومت نے پہلے متنازع تحفظ پاکستان آرڈیننس متعارف کرایا اور اب فوجی عدالتوں کے قیام کی کوششیں کر رہی ہے تاکہ اسے حکومت مخالف بلوچوں کیخلاف استعمال کیا جاسکے۔ نصراللہ نے انکشاف کیا کہ انہیں وائس آف بلوچستان مسنگ پرسنز کی تنظیمی سرگرمیوں میں شرکت نہ کرنے کی دھمکی دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا تو سنگین نتائج بھگتنا ہوں گے۔ اس موقع پر تنظیم کے سربراہ نے خبردار کیا کہ اگر انہیں کسی بھی قسم کا نقصان پہنچا تو اس کی ذمے دار حکومت ہوگی۔ اس موقع پر انہوں نے 2014 میں لاپتہ اور ہلاک ہونے والے بلوچوں کے حوالے سے حکومتی اعداد و شمار کو یکسر رد کرتے ہوئے کہا کہ سال گزشتہ میں 435 بلوچ لاپتہ ہوئے۔ 2014 میں صوبہ بلوچستان کے مختلف حصوں سے 435 بلوچ لاپتہ ہوئے، 455 افراد کی تشدد زدہ لاشیں برآمد ہوئیں جن میں سے 348 ناقابل شناخت تھیں۔ واضح رہے کہ محکمہ داخلہ بلوچستان کی رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ 2014 میں 164 افراد کی تشدد زدہ لاشیں ملیں جن میں سے 41 ناقابل شناخت تھیں۔ نصراللہ بنگلزئی نے سول ہسپتال اور بولان میڈیکل کمپلیکس کے مردہ خانوں میں نامناسب انتظامات پر حکومت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے کہا کہ یہاں زیادہ جگہ ہونی چاہیے تاکہ شناخت نہ ہونے تک لاشوں کو لمبے عرصے کے لیے مردہ خانوں میں رکھا جاسکے۔

(بشکریہ ڈان اردو)

توہین رسالت کے الزام میں ایک اور قتل

ٹیکسلا جیل سے رہا ہونے والے توہین رسالت کے ملزم عابد محمود کو قتل کر دیا گیا۔ پولیس کے مطابق قتل کی واردات ٹارگٹ کلنگ معلوم ہوتی ہے۔ کامرہ گاؤں کا رہائشی 52 سالہ عابد ایک ہوٹل کا مالک تھا۔ اطلاعات کے مطابق عابد کے خلاف اکتوبر، 2011 میں نبوت کے دعویٰ کے الزام میں اس کے داماد صداقت علی کی شکایت پر سی آر پی سی کے سیکشن 295 سی کے تحت مقدمہ درج کرلیا گیا۔ راولپنڈی کے ضلعی ہیڈ کوارٹرز ہسپتال میں عابد کی ذہنی حالت جانچنے کے بعد اسے جیل بھیج دیا گیا۔ دو سالوں بعد ذہنی اور جسمانی صحت بگڑنے پر عابد کو اڈیالہ جیل سے رہا کر دیا گیا۔ 6 دسمبر کو کچھ نقاب پوشوں نے عابد کو علاقہ احاطہ میں واقع گھر سے اغواء کرلیا جس کے بعد 7 دسمبر کو عثمان مختار ریلوے سٹیشن کے قریب ایک سنسان جگہ سے عابد کی گولیوں سے چھلنی لاش ملی۔ عابد کو قریب سے سر اور سینے میں گولیاں ماری گئیں۔ پولیس نے پوسٹ مارٹم کیلئے لاش کو ٹیکسلا ہیڈ کوارٹرز ہسپتال منتقل کیا۔ تفتیشی افسر ایوب نے صحافیوں کو بتایا کہ عابد چونکہ توہین رسالت کے مقدمہ میں جیل میں رہا لہذا پولیس ٹارگٹ کلنگ اور ذاتی دشمنی سمیت مختلف زاویوں سے قتل کی تحقیقات کر رہی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مرنے والے کے بھائی غلام ابرار کی شکایت پر تحقیقات کا دائرہ وسیع کر دیا گیا۔ عابد کی لاش جب آبائی گاؤں لائی گئی تو مشتعل ہجوم نے اس کی مقامی قبرستان میں تدفین نہ ہونے دی، جس پر عابد کے اہل خانہ نے اسے گھر کے صحن میں ہی دفنا دیا۔

(ڈان اردو)

3 نامعلوم افراد کی نعشیں برآمد

مہمند ایجنسی پاکستان کے قبائلی علاقے مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی 6 جنوری کو تین افراد کی لاشیں ملی ہیں جن کی شناخت نہیں ہوسکی۔ یہ لاشیں ایک چھوٹے دیہات کندروخ میں قبرستان کے قریب سے ملی ہیں۔ مہمند ایجنسی کی پولیٹکل انتظامیہ کے اہلکاروں کے مطابق تینوں افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ لاشیں ایجنسی ہیڈ کوارٹر ہسپتال غلنئی میں پہنچا دی گئی ہیں لیکن تاحال ان کی شناخت نہیں ہوسکی۔ اہلکاروں کا کہنا ہے کہ اس بارے میں مزید تحقیقات کی جا رہی ہیں۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ ہلاک ہونے والے ان افراد کی عمریں بظاہر پچیس سے پینتیس سال کے درمیان ہیں۔ تاہم اکثر مقامی لوگ اس بارے کوئی بات نہیں کر رہے۔ مہمند ایجنسی میں کچھ عرصے سے صورتحال کشیدہ ہے۔ گزشتہ چند روز میں سکیورٹی فورسز اور محکمہ صحت کے ایک شخص کو دھماکے کر کے نشانہ بنایا گیا ہے جن میں ہلاکتیں بھی ہوئی ہیں۔ گذشتہ ماہ مہمند ایجنسی میں یکہ غنڈ کے علاقے سے چھ افراد کی گولیوں سے چھلنی لاشیں ملی تھیں۔ ان افراد کی شناخت بھی نہیں ہوسکی تھی۔ دو ماہ پہلے نومبر کے مہینے میں خیبر پختونخوا کے دارالحکومت پشاور کے قریب نوشہرہ سے چار افراد کی بوری بند لاشیں ملی تھیں۔ ان میں دو افراد کی شناخت ہوسکی تھی۔ اکتوبر کے اوائل میں مہمند اور خیبر ایجنسی سے پانچ افراد کی لاشیں ملی تھیں۔ ان میں چار لاشیں خیبر ایجنسی کے علاقے جمرود اور تیراہ سے ملی تھیں جبکہ ایک لاش مہمند ایجنسی کے علاقے عمرزئی سے ملی تھی۔ اگرچہ ان میں بیشتر افراد کی شناخت نہیں ہوسکی لیکن مقامی سطح پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ان کا تعلق شدت پسندوں سے ہوتا ہے۔

(نامہ نگار)

35 سالہ تنازعہ پر جرگہ کے ذریعے ختم

سکھر سندھ کے ضلع جیکب آباد کے علاقے چھرجو مغیری میں آباد دو گروہوں کے درمیان 35 سالوں سے جاری تنازع ختم کرا دیا گیا۔ یکم جنوری کو منعقد کردہ جرگے میں قبائلی عمائدین نے اس تمام عرصہ میں ایک دوسروں پر حملے کرنے پر مغیری قبیلے کے دونوں گروہوں پر 21 لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا۔ دونوں گروہوں میں تنازع کی وجہ عزت کے نام پر ایک عورت کا قتل تھا۔ مغیری برادری کے سردارزادا شیک دل خان مغیری کی سربراہی میں ہونے والے جرگہ میں نواز اور آزاد گروہوں کے نمائندوں نے اپنے اپنے کیس رکھے۔ برادری کے پانچ عمائدین نے سردارزادا کی بطور مشیر معاونت کی۔ جرگہ کو بتایا گیا کہ ڈاکٹر محمد نواز نے 35 سال پہلے اپنی بہن کو گولی ماردی تھی۔ انہوں نے رئیس محمد علی مغیری گاؤں کے آزاد مغیری پر ناجائز تعلقات کا الزام لگاتے ہوئے قتل کرنے کی ناکام کوشش کی، جس میں آزاد کے دو ساتھی علی گوہر اور لونگ مغیری زخمی ہوئے تھے۔ ایک اور حملے میں زاہد مغیری اپنی جان سے گئے۔ بعد میں آزاد مغیری نے انتقامی حملہ کرتے ہوئے ڈاکٹر نواز کے بھائی محمد بخش کو قتل کر دیا تھا۔ دونوں فریقین کا موقف سننے کے بعد سردار اور ان کے مشیروں نے بند کمرے میں مشاورت کی۔ جرگہ نے ہر قتل پر آٹھ لاکھ روپے، زخمی کرنے پر چار لاکھ، جعلی ایف آئی آر درج کرانے پر چار لاکھ، مکان گرانے پر ایک لاکھ اور ایک گھوڑے کو مارنے پر ایک لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا۔ ڈاکٹر نواز نے دو قتل، دو افراد زخمی، ایک جعلی ایف آئی آر اور مکان گرانے پر مجموعی طور پر 29 لاکھ روپے جرمانہ دیا۔ دونوں فریقوں نے جرگہ کا فیصلہ قبول کرتے ہوئے تنازعہ ختم کرنے کا اعلان کیا۔

(بشکریہ ڈان اردو)

امام بارگاہ میں دھماکہ، سات افراد ہلاک

راولپنڈی پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر راولپنڈی کی امام بارگاہ ابومحمد رضوی میں خودکش دھماکے کے نتیجے میں 7 افراد جاں بحق اور 15 زخمی ہو گئے۔ 8 جنوری کو ابومحمد رضوی کی امام بارگاہ میں یہ دھماکہ اس وقت ہوا جب وہاں محفلِ میلاد جاری تھی۔ ریجنل پولیس آفسر اختر عمر حیات لالیکا نے بی بی سی کو بتایا کہ حملہ آور نے امام بارگاہ کے مرکزی دروازے پر آ کر موٹر سائیکل روکی اور اندر داخل ہونے کی کوشش کی تاہم ڈیوٹی پر موجود سکیورٹی گارڈ نے اسے اندر جانے سے روکا جس پر اس نے خود کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا لیا۔ آر پی او اختر عمر حیات لالیکا نے واقعے میں سات ہلاکتوں کی تصدیق کی ہے۔ اس سے قبل ہنگامی حالت سے نمٹنے کے امدادی ادارے ریسکیو 1122 کے ترجمان محمد وقاص نے بی بی سی اُردو کو بتایا کہ زخمیوں کو ڈسٹرکٹ ہسپتال اور بے نظیر ہسپتال راولپنڈی میں منتقل کیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جائے وقوعہ سے تین لاشوں سمیت 16 زخمیوں کو ہسپتال لایا گیا۔ راولپنڈی پولیس کے ایک اہل کار راجہ عبدالرشید نے خبر رساں ادارے اے پی کو بتایا کہ ہلاک ہونے والوں میں چار عام شہری اور ایک پولیس اہل کار بھی شامل تھا۔ ان کے مطابق دھماکے میں 16 افراد زخمی ہوئے۔ راجہ عبدالرشید کا مزید کہنا تھا کہ حکام کا خیال ہے کہ حملہ آور نے امام بارگاہ میں داخل ہونے کی کوشش کی اور جب اسے روکا گیا تو اس نے خود دھماکہ خیز مواد سے کو اڑا لیا۔ راولپنڈی انتظامیہ کے ایک اہل کار ساجد ظفر نے خبر رساں ادارے اے ایف پی کو سات افراد کے ہلاک ہونے کی تصدیق کی ہے تاہم ان کا کہنا تھا کہ ہلاک ہونے والوں کی تعداد بڑھ بھی سکتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جس وقت امام بارگاہ میں دھماکہ ہوا تو وہاں 100 سے 150 افراد موجود تھے اور وہاں محفلِ میلاد کی تقریب جاری تھی۔ ڈی ایچ کیو ہسپتال راولپنڈی کے ایک اہلکار نے بی بی سی کو بتایا کہ اب تک پانچ لاشیں اور آٹھ زخمی ہسپتال لائے گئے ہیں جس کے بعد ہسپتال میں ہنگامی حالت نافذ کر دی گئی ہے۔ دوسری جانب وزیرِ داخلہ چوہدری نثار علی خان نے واقعے کی رپورٹ طلب کر لی ہے جبکہ وزیر اعظم نواز شریف اور وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف نے راولپنڈی کے امام بارگاہ ابومحمد رضوری میں ہونے والے دھماکے کی شدید مذمت کی ہے۔ ادھر شیعہ علما کونسل نے راولپنڈی کے امام بارگاہ ابومحمد رضوری میں ہونے والے خودکش دھماکے کے خلاف ملک بھر میں تین روزہ سوگ اور سنیچر کو پریس کانفرنس کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ایک مقامی رہائشی سعدیہ عثمانی نے بی بی سی کو بتایا کہ دھماکے کے وقت امام بارگاہ ابومحمد رضوری میں محفلِ میلاد کی ایک تقریب جاری تھی جہاں سے زوردار دھماکے کی آواز آئی۔ انھوں نے بتایا امام بارگاہ تک جانے کا راستہ انتہائی تنگ ہے جس کی وجہ سے وہاں ایمبولینس کا داخلہ ممکن نہیں۔ سعدیہ کے بقول زخمیوں کو ریڑھیوں پر رکھ کر گلی سے باہر ایمبولینس تک لایا گیا۔ انھوں نے بتایا کہ جائے وقوعہ پر آگ بجھانے کے لیے فائر بریگیڈ کی گاڑیاں اور زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے کے لیے ایمبولینس پہنچ چکی ہیں۔ عینی شاہدین کے مطابق یہ دھماکہ خودکش تھا، خودکش بمبار نے امام بارگاہ میں داخل ہونے کی کوشش کی تاہم اسے روکنے پر اس نے خود کو اڑا لیا۔ جس وقت امام بارگاہ میں دھماکہ ہوا اس وقت لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بجلی نہیں تھی اور اسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خودکش حملہ آور امام بارگاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ ریسکیو اور پولیس کی ٹیمیں جائے وقوعہ پر پہنچ چکی ہیں جبکہ راولپنڈی اور اسلام آباد میں سیکورٹی ہائی الرٹ کر دی گئی ہے۔

(بی بی اردو)

ٹارگٹ کلنگ، تین شیعہ افراد ہلاک

راولپنڈی پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر راولپنڈی میں پولیس کے مطابق 17 جنوری کو تین شیعہ افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ پولیس کے مطابق یہ واقعہ راولپنڈی کے علاقے چرا روڈ پر پیش آیا۔ صادق آباد تھانے کے تفتیشی افسر عبدالرزاق نے بی بی سی اردو کو بتایا کہ 40 سالہ ایڈووکیٹ فیاض حسین شاہ اپنے بھانجے میر غازی اور بھتیجے میر حمزہ شاہ کے ہمراہ جب اپنے مکان پر پہنچے تو ان کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ پولیس کے مطابق ان تینوں افراد کا تعلق شیعہ مسلک سے تھا۔ تفتیشی افسر عبدالرزاق نے بتایا کہ یہ تینوں افراد رات گئے مجلس سے واپس آ رہے تھے اور جب وہ اپنے مکان کے سامنے پہنچے تو ان کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ ایڈووکیٹ فیاض حسین شاہ کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ اہلِ تشیع برادری میں بہت متحرک تھے اور پاکستان تحریک انصاف کے بھی مقامی رہنما تھے۔ پولیس کے مطابق میر غازی اور میر حمزہ شاہ کی عمریں 20 اور 22 سال کے درمیان تھیں۔

(بی بی سی اردو)

نوجوان کو مار ڈالا

گوادر 23 دسمبر 2014 کو شادی کور تحصیل پسنی ضلع گوادر میں نامعلوم موٹر سائیکل سوار مسلح افراد نے ایک ٹرک پر فائرنگ کر دی، جو گوادر پورٹ سے کھاد لے کر کراچی جا رہا تھا۔ جس سے اس میں سوار محمد افضل ولد محمد شریف جو کہ اٹک پنجاب کا رہائشی تھا اور اس کا ساتھی اسحاق ولد نواز جو کہ جھنگ پنجاب کا رہائشی تھا، گولیاں لگنے سے شدید زخمی ہو گئے۔ نامعلوم حملہ آوروں نے یوریا سے بھری ٹرک کو بھی آگ لگا دی جو کہ جل کر خاکستر ہو گئی۔ لیویز پسنی کے جوان اطلاع ملنے پر جب جائے وقوعہ پر پہنچے تو محمد افضل دم توڑ چکا تھا اور اسحاق زخمی تھا۔ لیویز کے اہلکار انہیں پسنی لائے اور بعد میں اسے کراچی علاج کے لیے بھیجا اور محمد افضل کی نعش روانہ کر دی گئی۔ بعد میں اسحاق بھی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ لیویز نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ میڈیا کے مطابق کالعدم تنظیم بلوچستان ری پبلکن آرمی (بی آر اے) نے حملے کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔

(علی بلوچ)

حراست میں لے کر غائب کر دیا

گوادر 4 جنوری 2015ء کو علی الصبح ایف سی اہلکاروں نے کلگ کلانچ تحصیل پسنی ضلع گوادر کا گھیراؤ کیا اور گھر گھر تلاشی شروع کر دی۔ تلاشی کے دوران کسی قسم کی غیر قانونی سامان برآمد نہیں ہوا تاہم ایف سی نے مندرجہ ذیل افراد کو حراست میں لے کر غائب کر دیا۔

1۔ قدیر ولد یعقوب، عمر 15 سال
2۔ بلال ولد ایوب، عمر 13 سال
3۔ دوشمبے والد شال، عمر 20 سال
4۔ مولا بخش ولد شال، عمر 16 سال
5۔ توصیف ولد نیک محمد، عمر 15 سال
6۔ زبک ولد معیار، عمر 13 سال
7۔ نورداد ولد ولی داد، عمر 20 سال
8۔ رضائی ولد لالو، عمر 25 سال
9۔ اکبر ولد لالو، عمر 30 سال
10۔ دُر محمد ولد ابراہیم، عمر 35 سال

ان سب افراد کو ایف سی نے حراست میں لے کر نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا جو اس رپورٹ کے ارسال ہونے تک لاپتہ تھے۔

(علی بلوچ)

بلوچ قوم پرست سیاسی رہنما کے ساتھ بلوچستان کے مسائل پر گفت وشنید

کوئٹہ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق بلوچستان چیپٹر کے ایک وفد نے بلوچستان نیشنل پارٹی کے سربراہ سردار اختر جان مینگل سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی اور ان کے ساتھ بلوچستان میں انسانی حقوق، امن وامان اور سیاسی صورتحال پر گفتگو کی۔ سردار اختر جان نے کہا کہ بلوچستان میں انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے کام کرنا انتہائی مشکل ہے۔ یہاں سیاسی کارکنوں اور سول سوسائٹی کے اراکین کے ساتھ حکمرانوں اور اسٹیبلشمنٹ نے جو رویہ اپنا رکھا ہے وہ ناقابل برداشت عمل ہے۔ بلوچستان میں انسانی حقوق کیلئے آواز اٹھانا جرم سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں انسانی حقوق کی جو خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں اس میں بلوچستان سر فہرست ہے۔ اس وقت صوبہ سے بڑی تعداد میں سیاسی کارکنوں کے علاوہ عام لوگ بھی لاپتہ ہوئے ہیں لیکن دوسری طرف ان لاپتہ افراد کیلئے میڈیا سے لیکر حکمرانوں تک کوئی خاص آواز نہیں اٹھائی جا رہی۔ لاپتہ افراد کی صحیح تعداد بھی معلوم نہیں ہو رہی۔ بلوچستان ایک وسیع علاقہ ہے۔ لوگ خوف کی وجہ سے انسانی حقوق کے اداروں اور سیاسی پارٹیوں سے رابطہ نہیں کرتے۔ سیاسی پارٹیوں کے پاس کچھ اور ڈیٹا ہے جبکہ انسانی حقوق کے پاس کچھ اور تعداد ہے۔ لیکن حکومت لاپتہ افراد کی بہت کم تعداد میں ظاہر کرتی ہے۔ جب ہماری پارٹی کسی ملک کے سفارت کار سے ملتی ہے تو اسے لاپتہ افراد کی صحیح تعداد پیش کرنے میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ اختر جان نے کہا کہ بلوچستان میں ایک سازش کے تحت مذہبی شدت پسندی کو بڑھایا جا رہا ہے۔ پاکستان میں مذہب کو اپنے حقوق کیلئے آواز اٹھانے والوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے اور ملک میں لوگوں کیخلاف انتہا پسندی کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ یہ عمل حکمرانوں کیلئے مستقبل میں سنگین مسائل پیدا کرے گا۔ جس طرح کی صورتحال اس وقت خیبر پختونخوا میں ہے کل کو بلوچستان میں بھی ہو سکتی ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ملک مذہب کے نام پر نہیں چلتا ہے۔ بلوچستان اسمبلی کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ وہ 1988ء سے اپنے حلقہ سے منتخب ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اسمبلی میں کئی قراردادیں منظور کروائیں مگر ان کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی اور نہ ہی اس ملک میں اسمبلی کی قراردادوں پر عملدرآمد کرانے کیلئے اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔ بلوچستان اسمبلی تو دور کی بات ہے قومی اسمبلی کی مثال آپ کے سامنے ہیں جہاں منتخب نمائندوں نے فوجی عدالتوں کے حق میں قرارداد منظور کی۔ اس کے باوجود کہ وہ خود کو جمہوریت پسند کہتے ہیں۔ ملٹری کورٹ بنانا عدلیہ اور جمہوریت پر عدم اعتماد ہے۔ ہندوستان میں پارلیمنٹ پر حملہ ہو مگر وہاں مجرموں کو سول عدالتوں سے سزائیں دلوائی گئیں۔ اسی طرح افغانستان میں اس ملک سے زیادہ دہشت گردی کے واقعات ہوئے ہیں وہاں بھی سول عدالتوں سے سزائیں دی جا رہی ہے۔ پشاور واقعہ یقیناً سنگین ہے معصوم بچوں کا قتل انتہائی غیر معمولی اقدام ہے اور ایک بڑا جرم ہے مگر اس مسئلہ کا حل فوجی عدالت نہیں ہے۔ ہمسایہ ممالک میں مداخلت نے مسائل پیدا کئے ہیں۔ پاکستان افغانستان اور باقی ممالک میں مداخلت کرتا ہے جو نہیں ہونی چاہئے۔ افغانستان کے ساتھ تو سرحد ہے اور دنیا سے انتہاء پسندی کے نام پر ڈالر مل رہے ہیں۔ پھر پاکستان کیوں مداخلت بند کرے؟ افغان مہاجرین کے بارے میں اختر جان مینگل نے کہا کہ پشتون اور افغانوں میں فرق ہے۔ پشتون ہزاروں سال سے یہاں رہتے ہیں جبکہ افغان افغانستان کے رہنے والے ہیں۔ افغانی افغان جنگ میں بلوچستان میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ ہماری پارٹی نے 1990ء میں افغان مہاجرین کے حوالے سے ایک جرگہ منعقد کیا جس میں بدقسمتی سے کچھ سیاسی پارٹیوں نے شرکت نہیں کی اور اس نے مہاجرین کیلئے کارڈ بنوائے اور ووٹر لسٹ میں ان کا نام درج کروایا تاکہ وہ اپنا ووٹ بنک بڑھائے مگر یہی مہاجرین ان کے خلاف ووٹ استعمال کر رہے ہیں۔ ایران نے افغان مہاجرین کو کیمپوں تک محدود کیا اس کے باوجود کہ وہ فارسی بولتے ہیں لیکن پاکستان میں یہ لوگ عام لوگوں کے ساتھ گھل مل گئے ہیں۔ جنکے باقاعدہ شناختی کارڈ بنائے گئے ہیں آج افغانستان کی صورتحال پاکستان سے ہزار گنا بہتر ہے۔ لہذا ہماری پارٹی مطالبہ کرتی ہیں کہ افغان مہاجرین کو صوبے سے باعزت طور پر واپس بھیجا جائے۔ آخر میں سردار نے کہا کہ انہیں موجودہ حکومت سے بہتری کی کوئی توقع نہیں ہے کہ وہ بلوچستان کے مسائل حل کرانے کیلئے کوئی ٹھوس اقدامات اٹھائے گی کیونکہ آج بھی لوگ لاپتہ ہو رہے ہیں اور ان کی مسخ شدہ لاشیں مل رہی ہیں۔ ہمارے 54 کے قریب کارکن شہید کئے گئے بلوچستان کے مختلف اضلاع سے لوگ نقل مکانی کر رہے ہیں کیونکہ وہاں حالات صحیح نہیں ہیں۔ ہماری پارٹی کو سیاسی مہم نہیں چلانے دی جا رہی ہے۔ وہ ایچ آر سی پی کا بے حد مشکور ہیں جس نے بلوچستان کی گھمبیر صورتحال کے باوجود آواز اٹھائی کیونکہ کہ ان حالات میں ان کیلئے بے حد مشکلات ہیں۔ ہماری پارٹی کا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ ہم مستقبل میں مکران، آواران، پنجگور اور خضدار سے نقل مکانی کرنے والے خاندانوں کو واپس ان کے گھروں میں آباد کریں تاکہ ان کے مسائل حل ہوں کیونکہ جب تک یہ لوگ واپس نہیں آئیں گے بلوچستان میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ایچ آر سی پی کی ٹیم میں فرید احمد، احد آغا، ڈاکٹر فیض ہاشمی اور شمس الملک مندوخیل شامل تھے۔

(ایچ آر سی پی، کوئٹہ چیپٹر آفس)

ریموٹ کنٹرول دھماکہ، 4 اہلکار ہلاک

کرم ایجنسی پاکستان کے قبائلی علاقے کرم ایجنسی میں حکام کا کہنا ہے کہ پاک افغان سرحد کے قریب سکیورٹی فورسز پر ہونے والے ایک بم حملے میں کم سے کم چار سکیورٹی اہلکار ہلاک تین زخمی ہو گئے ہیں۔ پولیٹیکل انتظامیہ کرم کے ایک اہلکار نے بی بی سی کو بتایا کہ یہ حملہ 8 جنوری کو لوئر کرم ایجنسی کے علاقے شبک میں پاک افغان سرحد کے قریب پیش آیا۔ انھوں نے کہا کہ سکیورٹی فورسز کے اہلکار گشت کر کے گاڑی میں جا رہے تھے کہ اس دوران سڑک کے کنارے ان کی گاڑی ریموٹ کنٹرول بم کا نشانہ بن گئی۔ ان کے مطابق حملے میں کم سے کم چار اہلکار ہلاک اور تین زخمی ہوئے۔ مرنے والوں میں فرنٹیئر کور کے تین اہلکار اور کرم لیوی کا ایک اہلکار شامل ہے۔ زخمیوں کو قریب ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ پشاور میں آرمی پبلک سکول پر ہونے والے طالبان حملے کے بعد سکیورٹی فورسز کی طرف سے کرم ایجنسی کے بعض علاقوں میں کارروائیاں کی گئی تھیں جس میں درجنوں اہلکاروں کے مارے جانے کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ کرم ایجنسی میں ایک عرصہ سے کشیدگی کی کیفیت پائی جاتی ہے تاہم حالیہ کچھ عرصہ سے وہاں امن و امان کی صورتحال میں بہتری آئی ہے جبکہ علاقے کی تمام اہم سڑکیں بھی کھل گئی ہیں۔

(نامہ نگار)

جرگے کا انعقاد

خیرپور میرس 12 دسمبر کورانی پور کے شاہانی۔ سہتا تکرار کا جرگہ سید جاوید علی شاہ کی قیادت میں اس کی رہائش گاہ پر ہوا۔ فریقین کے بیان سننے کے بعد شاہانی برادری پر سہتا برادری کی دو عورتوں، دو ہاری اور چار افراد کو اغواء کرنے اور دھرنے پر حملہ کا جرم ثابت ہوا جس کا شاہانی برادری پر 26 لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا گیا جبکہ اغواء کی گئی شاہانی برادری کی دو لڑکیوں سے موبائل پر بات کرنے کا جرم سہتا برادری پر ثابت ہونے پر ان پر پانچ لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا گیا۔ شاہانی برادری کی لڑکیوں کے اغواء کے مقدمے میں گرفتار ارشاد سہتو کو رہا کروانے کے لیے مقدمے سے دستبرداری اختیار کی جائے گی۔ لوٹا ہوا سامان جتنا بھی شاہانی برادری کے پاس ہوگا وہ سہتا برادری کو واپس کیا جائے گا، جبکہ شاہانی برادری کی لڑکیوں کو اغواء نہ کرنے کی یقین دہانی کروانے کے لیے سہتا برادری حلف اٹھائے گی۔ مقدمات فریقین اپنے خرچ پر ختم کرائیں گے۔ شاہانی برادری نے جرمانہ کی رقم سے ایک لاکھ روپے موقع پر ادا کئے۔ جس کے بعد فریقین میں صلح ہو گئی۔ (عبدالمنیم ابڑو)

عورتیں

اغواء کے بعد زبردستی نکاح کا الزام

عمرکوٹ 20 دسمبر کو تحصیل کنری کے علاقے میں خاتون گل ناز کے شوہر ہونے کے دعویدار ظہور نے پولیس کو مقدمہ درج کراتے ہوئے اپنا موقف اختیار کیا تھا کہ اس کی بیوی گل ناز نے کو اس کے لواحقین اغواء کر کے لے گئے ہیں۔ تاہم پولیس نے خاتون کو بازیاب کرا کر عدالت میں پیش کیا۔ خاتون نے عدالت میں بتایا کہ اسے لواحقین نے اغواء نہیں کیا تھا۔ البتہ چند ماہ قبل ظہور نے ساتھیوں کی مدد سے اسے اغواء کر کے زبردستی نکاح نامے پر دستخط کروائے تھے۔ اس نے ظہور سے نکاح نہیں کیا اور نہ ہی وہ اس کی بیوی ہے۔ وہ اس پر جسمانی تشدد کرتا رہا جہاں سے وہ موقع ملتے ہی بھاگ کر اپنے والدین کے گھر چلی گئی تھی۔ عدالت نے گل ناز کو اپنے والدین کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

(او کہول)

خواتین اور مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے

کراچی پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جانب سے کراچی میں منعقدہ کردہ مشاورت کے اختتام پر کہا گیا کہ ملک میں ملازمت پیشہ خواتین کے حقوق کی آگہی پھیلانے، جنس سے قطع نظر مساوی کام کے مساوی معاوضے کو یقینی بنانے، معاشرے اور ملکی معیشت میں خواتین کی خدمات کا اعتراف کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ''خواتین کا معاوضہ و روزگار'' کے عنوان سے منعقد ہونے والی مشاورت کے شرکاء نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ گھروں میں رہ کر کام کرنے والی خواتین (ایچ بی ڈبلیو) اور گھریلو ملازمین کو مزدور کا درجہ دیا جائے تا کہ وہ بھی سماجی تحفظ کی سہولت سے مستفید ہوسکیں۔ شرکاء کا کہنا تھا کہ ملکی معیشت کا 35 فیصد غیر رسمی شعبے کی طرف سے آتا ہے اور لاکھوں ملازمین خصوصاً خواتین اس شعبے سے تعلق رکھتی ہیں۔ چنانچہ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ یہ ملازمین نہ تو یونین سازی کر سکتے ہیں اور نہ ہی کم از کم مقررہ اجرت سمیت اپنے دیگر حقوق کا مطالبہ کر سکتے ہیں جو مزدوروں کو پاکستان کے قوانین یا پاکستان کے توثیق کردہ انسانی حقوق کے عالمی معاہدات کے تحت حاصل ہیں۔ انسانی حقوق کی معروف کارکن خالد غوث نے روزگار کے رجحانات، جنس کی بنیاد پر امتیازی سلوک، استحصال اور ایک جیسے کام پر مردوں اور عورتوں کے لیے غیر مساوی معاوضے جیسے موضوعات پر ایک مقالہ پیش کیا۔ ایچ بی ڈبلیوز اور گھریلو ملازمین کے حقوق پر مامور گھریلو ملازمین کی تنظیم کی عہدیدار زہرا علی نے کہا کہ ان ملازمین کے لیے ہمہ گیر پالیسی کے حوالے سے یکساں معاوضے پر ایک خاص قسم کی مشکل پیش آئی تھی کیونکہ ان کے کام کی نوعیت مختلف تھی خاص طور پر ایچ بی ڈبلیوز مہارت یافتہ ملازمین تھے۔ سماجی کارکن ڈاکٹر سجاد نے کام کے دوران پیش آنے والے حادثات اور زچگی کے دوران خواتین ملازمین کو درپیش صحت کے مسائل بارے گفتگو کی۔ سول سوسائٹی کی کارکن فرحت پروین نے لیبر سے متعلقہ قوانین پر سیر حاصل گفتگو کی اور خواتین مزدوروں کے لیے اجتماعی معاملات سازی کی اہمیت اجاگر کی۔ شرکاء میں خواتین ملازمین، طلباء و طالبات، سماجی کارکن، خواتین ڈاکٹرز اور سول سوسائٹی کے نمائندوں کی بہت بڑی تعداد شامل تھی۔

(ایچ آر سی پی، کراچی چیپٹر)

2014 میں سندھ میں 1261 خواتین جبری شادی کیلئے اغواء

کراچی سندھ حکومت نے خواتین اور بچوں کے تحفظ کے لیے قوانین کے اطلاق کی کوششوں کے سلسلے میں 2014 میں جبری شادی کے لیے خواتین کے اغوا کے ایک ہزار 1261 مقدمات درج کیے ہیں۔ یہ اعداد و شمار ڈی آئی جی سندھ پولیس آفتاب پٹھان نے ایف آئی اے سندھ کی جانب سے منعقدہ مشاورتی ورکشاپ کے موقع پر بتائے۔ ڈی آئی جی پٹھان نے بتایا کہ پانچ ملزمان قید میں ہیں جبکہ 369 ملزمان کا ٹرائل جاری ہے، دس سال سے کم عمر بچوں کے اغوا کے 45 مقدمات بھی درج کیے گئے ہیں، ایک اور مقدمہ بھی درج کیا گیا ہے جس میں مغوی کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ورکشاپ میں موجود شرکا نے کہا کہ سندھ میں انسانوں کی اسمگلنگ کی وارداتیں روکنے کے لیے فوراً مشترکہ ٹاسک فورس بنائے جانے کی ضرورت ہے جہاں متعلقہ قوانین کا اطلاق نہ ہونے کے باعث ایسے مقدمات کا اضافہ ہوا ہے۔ تقریب میں این جی اوز کے نمائندوں، وکلا، سندھ پولیس، متعلقہ ایجنسیوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں نے شرکت کی جس میں انہوں نے انسانوں کی اسمگلنگ کے واقعات پر معاشرے کی بے حسی پر افسوس کا اظہار کیا۔ ایف آئی اے سندھ کے ڈپٹی ڈائریکٹر اشفاق عالم نے انسانی اسمگلنگ کے متعدد مقدمات کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ اندرون اور بیرون ملک جن لوگوں کو اسمگل کیا گیا، انہیں بازیاب کرا کر مجرموں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان بدقسمت افراد کے لئے کوئی سہولیات یا تھوڑے عرصے کے لیے سر چھپانے کی جگہ نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی ایسا ادارہ قائم ہے جو انہیں مناسب معلومات کے ساتھ ساتھ رہنمائی بھی فراہم کرے تا کہ آئندہ ایسے مجرموں کے شکنجے میں نہ پھنس سکیں۔ ایف آئی اے کے حکام نے بتایا کہ ایجنسی کی جانب سے بازیاب کرائے گئے غلامی کا شکار ہزاروں مزدور بھی اسی طرح کی بدقسمتی کا شکار ہیں جنہیں فوری طور پر سر چھپانے کے لیے چھت اور بحالی کے اقدامات کی ضرورت ہے۔

(بشکریہ ڈان اردو)

بیوی کو گلا دبا کر قتل کر دیا

عمرکوٹ 25 دسمبر کو بودر فارم تھانے کی حدود گوٹھ ڈگو فارم میں شوہر موڑو بھیل نے اپنی 42 سالہ بیوی، 7 بچوں کی ماں شریعت رحمت بھیل کو مویشیوں کے لیے گھاس لانے کے بہانے دن دیہاڑے کھیت میں لے جا کر تشدد کر کے گلا دبا کر قتل کر دیا۔ اطلاع پر بودر فارم پولیس نے نعش اپنی تحویل میں لے کر بودر فارم تھانے پہنچائی اور ضروری کارروائی کے بعد پوسٹ مارٹم کے لئے سول ہسپتال عمرکوٹ بھیج دیا گیا اور پوسٹ مارٹم کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کر دی۔ پولیس نے مقتولہ کے بھائی عارب بھیل کی فریاد پر قتل کا مقدمہ درج کر دیا۔ مقتولہ کے بھائی کے مطابق اس کا بہنوئی نشئی ہے۔ قتل سے ایک دن قبل زمیندار نے اسے بچوں کے کپڑوں وغیرہ کے لئے چھ ہزار روپے دیئے تھے۔ ان روپیوں سے وہ اپنے لئے دو جوڑے کپڑوں کے لے آیا جس پر اس کی بہن مقتولہ رحمت نے اس سے بچوں کے لئے کپڑے نہ لانے کے متعلق پوچھا تو اس نے طیش میں آ کر رحمت بی بی کو گلا دبا کر قتل کر دیا۔ پولیس نے قاتل کو گرفتار کرلیا ہے۔

(او کہول)

خاتون کونسلر جاں بحق

اوکاڑہ 16 جنوری 2015ء کو ضلع گوادر کے ساحلی شہر اورماڑہ تحصیل میں محلّہ جونالین کے علاقہ مکین کو معلوم ہوا کہ محلّہ میں موجود ایک سرکاری کوارٹر میں چند پولیس اہلکار اور ایک سب انسپکٹر ایک خاتون سے جنسی زیادتی کر رہے ہیں۔ علاقہ مکینوں نے ٹیم بنائی جس میں چند نوجوان اور لیڈی کونسلر شامل تھیں۔ جنہوں نے بروقت سرکاری کوارٹر میں گھس کر سرکاری پولیس اہلکاروں کے خلاف مزاحمت کی جس پر پولیس کانسٹیبلان اور سب انسپکٹر نے سرکاری اسلحہ سے ان پر اندھا دھند فائرنگ کھول دی۔ جس کے نتیجے میں لیڈی کونسلر گل نساء زوجہ تمیزالدین سکنہ اورماڑہ موقع پر ہی جاں بحق ہوگئی اور زبیر ولد گوہر خان، ساگر ولد ماسٹر مسافر علی ساکنان تحصیل اوماڑہ شدید زخمی ہوگئے۔ وقوعہ کے بعد تحصیل اورماڑہ کے تمام کاروباری لوگوں نے اپنی دکانیں، مارکیٹ اور کاروبار بند کر کے پولیس اہلکاروں کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ مظاہرین مشتعل ہوگئے۔ اطلاع ملتے ہی گوادر کے حلقہ 51 سے کامیاب ایم پی اے میر حمل کلمتی، ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر گوادر، ڈی ایس پی پولیس اور دیگر انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے آفیسران اورماڑہ پہنچ گئے۔ مظاہرین نے متعلقہ بالا افسران سے مطالبہ کیا کہ ذمہ داران اہلکاروں اور انسپکٹر کے خلاف قتل اور اقدام قتل کا مقدمہ درج کیا جائے۔ فوری طور پر ان ملزمان کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔ بعدازاں پولیس نے ملوث اہلکاروں، سب انسپکٹر کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کیا اور واقعہ میں ملوث تمام اہلکاروں کو ان کی نوکریوں سے برطرفی کر کے نوٹیفکیشن جاری کر دیئے گئے۔ ذرائع کے مطابق مذکورہ بالا سب انسپکٹر کہدہ شیر جان، ہیڈ کانسٹیبل عمران، ہیڈ کانسٹیبل نصیر، ہیڈ کانسٹیبل افضل اور کانسٹیبل ظہور گزشتہ کئی عرصے سے علاقہ میں معاشرتی برائیوں میں سرگرم تھے۔

(نامہ نگار)

اغواء کے بعد زبردستی نکاح کا الزام

عمرکوٹ 20 دسمبر کو تحصیل کنری کے علاقے میں خاتون گل ناز کے شوہر ہونے کے دعویدار ظہور نے پولیس کو مقدمہ درج کراتے ہوئے اپنا موقف اختیار کیا تھا کہ اس کی بیوی گل ناز نے کو اس کے لواحقین اغواء کر کے لے گئے ہیں۔ تاہم پولیس نے خاتون کو بازیاب کرا کر عدالت میں پیش کیا۔ خاتون نے عدالت میں بتایا کہ اسے لواحقین نے اغواء نہیں کیا تھا۔ البتہ چند ماہ قبل ظہور نے ساتھیوں کی مدد سے اسے اغواء کر کے زبردستی نکاح نامے پر دستخط کروائے تھے۔ اس نے ظہور سے نکاح نہیں کیا اور نہ ہی وہ اس کی بیوی ہے۔ وہ اس پر جسمانی تشدد کرتا رہا جہاں سے وہ موقع ملتے ہی بھاگ کر اپنے والدین کے گھر چلی گئی تھی۔ عدالت نے گل ناز کو اپنے والدین کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

(اوکھول)

گھریلو جھگڑے پر بیوی قتل

خیرپورمیرس 11 دسمبر کو خیرپورمیرس کے گاؤں مٹھل ناریجو میں ملزم حضور بخش نے گھریلو تنازعے سے مشتعل ہو کر اپنی بیوی کو قتل کر دیا اور فرار ہوگیا۔ مقتولہ کا باپ محمد عمر ناریجو کا کہنا تھا کہ ملزم کئی دیگر مقدمات میں مطلوب تھا۔ اس نے ہماری بیٹی کو بلاوجہ قتل کیا ہے۔ امان اللہ کا کہنا تھا کہ ملزم نے مقتولہ سے چار سال قبل پسند کی شادی کی تھی اور وہ تین بیٹیوں کا باپ ہے۔ کچھ دنوں سے ان کے گھر میں کوئی گھریلو جھگڑا چل رہا تھا جس وجہ سے یہ وقوعہ پیش آیا ہے۔

(عبدالمنیم ابڑو)

شوہر پر تشدد کے الزامات

عمرکوٹ 19 دسمبر کو کنری شہر کے کاریا محلے کی رہائشی شادی شدہ عورت بائیس سالہ مینا لوہاری کی طرف سے اپنے شوہر کھپرو شہر کے رہائشی پپو لوہار کے خلاف عدالت میں تشدد کا الزام لگایا گیا اور درخواست دائر کردی۔ درخواست میں عورت نے شوہر سے طلاق کا مطالبہ بھی کیا تھا۔ سماعت کے دوران شوہر پپو لوہاری کی طرف سے مینا لوہار کو خوش رکھنے اور تشدد نہ کرنے کی یقین دہانی کرانے پر بیوی کی طرف سے ناراضگی ختم کر کے شوہر کے ساتھ جانے پر آمادگی ظاہر کی جس پر عدالت نے اسے اپنے شوہر کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ جس کے بعد عدالتی حکم پر پولیس نے میاں بیوی کو حفاظت سے روانہ کیا۔ بعدازاں مینا لوہاری کی ماں سمیت دیگر لواحقین نے پریس کلب کنری کے سامنے مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کی بیٹی کی زندگی خطرے میں ہے۔ شوہر جھوٹے دعوے کر کے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان کی بیٹی کو حفاظت کی خاطر ان کے حوالے کروایا جائے۔ واضح رہے کہ شوہر کی طرف سے روا رکھے جانے والے تشدد اور زیادتیوں سے تنگ آ کر متاثرہ عورت اپنے سسرالی گھر سے اپنے والدین کے گھر کنری آ گئی تھی اور شوہر سے طلاق کے لئے عدالت میں درخواست دی تھی۔ عورت کی شادی ضلع سانگھڑ کے شہر کھپرو میں کی گئی تھی۔

(اوکھول)

بزرگ شہری کو غیرقانونی حراست میں لے لیا

ڈیرہ غازی خان 7 جنوری کو ایس ایچ او تھانہ جامپور صدر ذوالفقار قریشی نے سات پولیس اہلکاروں کے ہمراہ تھانہ سخی سرور کے علاقے سے حمل خان عمر تقریباً 75 سال قوم کھوسہ بلوچ کو بغیر کسی مقدمے کے اٹھالیا، پتہ کرنے پر معلوم ہوا تھا کہ حمل خان کو کسی لڑکی کے اغواء کی وجہ سے پولیس لے گئی ہے، اہل علاقہ نے بتایا کے پولیس اہلکار ایک اے پی وی میں سوار ہو کر آئے تھے جس میں سے دو اہلکار وردی میں ملبوس تھے باقی 6 سول کپڑوں میں تھے، اس واقعہ کی جب ہم نے اپنے ذرائع سے پتہ کرنے کی کوشش کی تھی تو ایک پولیس اہلکار نے نام نہ بتانے کی شرط پر بتایا تھا کہ جامپور پولیس نے اغواء کار کے نمبر کو ٹریس کیا تھا، ٹریس کرنے کے بعد جب وہ موقعہ پر پہنچے تو انہیں وہی ایک بزرگ دکھائی دیا، تو وہ اسی بزرگ کو اٹھالائے، اور بعدازاں پولیس نے دوبارہ اسی نمبر پر رابطہ کیا تو اغواء کار نے لڑکی کو خود عدالت پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور لڑکی کی برآمدگی کے بعد پولیس حمل خان کو چھوڑ دے گی۔

(شیرافگن)

حوالات میں بند کر دیا

ڈیرہ غازی خان قریبی عزیز سے ملاقات کے لیے جانے والے کو پولیس نے حوالات میں بند کر دیا۔ باقر حسین نے بتایا تھا کہ وہ 26 جنوری کو اپنے عزیز اعجاز حسین سے ملاقات کے لیے تھانہ گیا تھا تو ایس ایچ او تھانہ سخی سرور ملک لیاقت پڑہار نے نہ صرف انہیں حوالات میں بند کر کے بلکہ ان کے خلاف زیر دفعہ 107 لگا دی۔ یہ بات انہوں نے اپنی ضمانت کرانے کے بعد اپنے عزیزوں کے ہمراہ کی تھی انہوں نے کہا کہ ایس ایچ او کے اس اقدام سے ان کی عزت نفس مجروح ہوئی ہے۔ (شیرافگن)

جنسی تشدد کے بعد قتل کر دیا

خیرپورمیرس خیر پور میرس کے گاؤں غمال مشوری میں چند نا معلوم ملزمان نے ص نامی 17 سالہ لڑکی کو جنسی تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کر دیا۔ واقعہ 3 جنوری 2015ء کو پیش آیا۔ لڑکی کے رشتہ دار امداد حسین کا کہنا تھا کہ مقتولہ روزانہ مویشیوں کے لیے گھاس کاٹنے کھیتوں میں جاتی تھی۔ وقوعہ والے دن بھی حسب معمول وہ گئی اور کافی دیر تک جب واپس نہ آئی تو ہم نے اسے ڈھونڈنا شروع کیا اور کماد کی فصل میں سے اس کی نعش ملی۔ نعش کی پوسٹ مارٹم رپورٹ سے معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ جنسی تشدد کے بعد اسے گلہ دبا کر قتل کیا گیا تھا۔ متاثرہ لڑکی کے پڑوسی نبی بخش کا کہنا تھا کہ مقتولہ کے گھر والے انتہائی شریف اور غریب انسان ہیں۔ ان کی کسی سے بھی دشمنی نہیں ہے۔

(عبدالمنیم ابڑو)

خاتون کو گھریلو تشدد کا نشانہ بنایا گیا

فیصل آباد سرگودھا روڈ کے علاقہ میں گھریلو جھگڑے کی بنا پر شوہر نے بیوی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پولیس رپورٹ کے مطابق محمود آباد کے رہائشی احسن محمود کی شادی 9 سال قبل رضیہ بی بی کے ساتھ ہوئی اور ان کے مابین اکثر لڑائی جھگڑا رہتا تھا، اسی بنا پر احسن اکثر رضیہ بی بی کو تشدد کا نشانہ بھی بناتا رہتا تھا۔ 15 جنوری کو بھی جھگڑے کے بعد شوہر نے شریک حیات کو زہریلی گولیاں کھلا دیں، جس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوگئی۔ مقتولہ 3 بچوں کی ماں تھی، بچے اپنی ماں کی نعش کے ساتھ لپٹ کر روتے رہے۔ واقعہ کی اطلاع ملنے پر ایس ایچ او سرگودھا روڈ خواجہ عمران منان نے قاتل کو گرفتار کر لیا اور مقتولہ کے بھائی غلام عباس کی رپورٹ پر مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔

(نامہ نگار)

خاوند کو مار ڈالا

فیصل آباد کھرڑیانوالہ پولیس رپورٹ کے مطابق چک 103 رب کا رہائشی 45 سالہ بشیر احمد جو کہ 6 بچوں کا باپ تھا جس کا اکثر اپنی بیوی کیساتھ جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔ بیوی نسیم اختر اپنی بیٹیوں کو لیکر میکے چلی گئی۔ 14 جنوری کو وہ اپنے گھر گاؤں پھلاہی والا میں آئی اور اپنے خاوند سے پیسے مانگے تو دوبارہ جھگڑا ہو گیا جس پر بیوی نے بیٹیوں یاسمین اور اقرار بی بی کی مدد سے خاوند بشیر احمد کے گلے میں پھندا ڈال کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کھرڑیانوالہ پولیس نے مقتول کی نعش تحویل میں لے کر 4 افراد نسیم اختر، یاسمین بی بی، اقرار بی بی اور رضوان کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر کے پوسٹمارٹم کے بعد لواحقین کے حوالے کر دی۔

(میاں نوید)

غیرت کے تصور نے
ایک اور جان لے لی

فیصل آباد چک 464 گ ب کے رہائشی منصب علی کو اپنی بہن 20 سالہ صاحباں بی بی کے کردار پر شبہ تھا اور اس نے متعدد بار اپنی بہن کو گھر سے باہر جانے سے منع کیا۔ 25 جنوری کو اسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا تو منصب علی نے طیش میں آ کر فائرنگ کر دی، جس کی زد میں آ کر صاحباں بی بی موقع پر ہی ہلاک ہوگئی جبکہ ملزم موقع سے فرار ہو گیا۔ پولیس تھانہ صدر نے اطلاع ملنے پر نعش قبضہ میں لے کر ضروری قانونی کارروائی کے بعد ورثاء کے حوالے کر دی اور مقدمہ درج کر لیا۔

(میاں نوید)

شہری پر پولیس اہلکاروں کا تشدد

سکردو سکردو ٹریفک پولیس نے گزشتہ دنوں شہر میں جگہ جگہ ناکے لگا کر گاڑیوں پر لگے کالے شیشوں اور بغیر نمبر پلیٹ گاڑیوں کے خلاف کریک ڈاؤن کیا جس دوران ایک شخص اقبال کو گاڑی کے شیشے سے کالے اسٹیکرز نہ اتارنے پر شدید تشدد کا نشانہ بنایا اور لاک اپ کر دیا۔ پولیس کی بڑھتی ہوئی زیادتیوں کے بعد شہر میں خوف و ہراس پھیل گیا ہے اور عوام پولیس گردی سے تنگ آ چکے ہیں۔ پولیس کے تشدد کا نشانہ بننے والے اقبال کا کہنا ہے کہ اس نے پولیس اہلکاروں سے کہا کہ وہ خود گاڑی سے اسٹیکر اتار دے گا لیکن پولیس اہلکار نے اس کی بات نہ مانی اور اسے شدید تشدد کا نشانہ بنا کر حوالات میں بند کر دیا۔ اس نے متعلقہ ادارے کے اعلیٰ حکام کو درخواست کے ذریعہ صورتحال سے آگاہ کیا ہے لیکن تاحال کوئی قانونی کارروائی نہیں ہوئی۔

(وزیر مظفر)

بیوی کو مار ڈالا

ٹوبہ ٹیک سنگھ گوجرہ کے نواحی گاؤں 352 ج ب کی سکینہ بی بی کی شادی کچھ گوجرہ کے افتخار سے ہوئی تھی۔ چند روز قبل دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا جس پر سکینہ بی بی ناراض ہو کر میکے چلی گئی۔ 14 جنوری کو افتخار بیوی کو منانے گیا اور اسے اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن خاتون نے انکار کر دیا جس پر افتخار نے طیش میں آ کر فائرنگ کر دی اور گولی لگنے سے سکینہ بی بی موقع پر ہی جاں بحق ہوگئی۔ ملزم جائے وقوعہ سے فرار ہو گیا۔ اطلاع ملنے پر تھانہ صدر کے اہلکار موقع پر پہنچ گئے جنہوں نے پوسٹ مارٹم کے بعد مقتولہ کی نعش ورثاء کے سپرد کر دی اور مقدمہ درج کر لیا۔ تاہم اس رپورٹ کے ارسال ہونے تک ملزم گرفتار نہیں ہو سکا۔

(اعجاز اقبال)

بہن کی جان لے لی

ٹوبہ ٹیک سنگھ مظفر گڑھ کے رہائشی بشیر کی بیٹی دلشاد بی بی کی چند سال قبل شادی ہوئی تھی اور اس کا ایک کمسن بیٹا بھی ہے، چھ ماہ قبل میاں بیوی میں ناچاقی ہونے پر دلشاد بی بی اپنے بیٹے کے ہمراہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے نواحی گاؤں 150 گ ب میں اپنی پھوپھی کے گھر آ گئی اور شوہر سے طلاق کے لیے مقامی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ چند روز قبل خاتون کا بھائی منظور بھی گاؤں آ گیا اور بہن کو طلاق لینے سے منع کرتا تھا۔ 12 جنوری کو دونوں کے درمیان اسی بات پر جھگڑا ہوا جس پر منظور نے طیش میں آ کر فائرنگ کر دی جس کی زد میں آ کر دلشاد بی بی شدید زخمی ہوگئی جبکہ منظور فرار ہو گیا۔ ریسکیو 1122 کے عملے نے خاتون کو ہسپتال منتقل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ جانبر نہ ہو سکی اور تھوڑی دیر بعد موقع پر ہی دم توڑ گئی۔ رجانہ پولیس نے قانونی کارروائی کے بعد نعش ورثاء کے سپرد کر دی اور مقدمہ درج کر لیا۔

(اعجاز اقبال)

مذہبی عدم رواداری ہندوستان کی ترقی میں رکاوٹ ثابت ہوسکتی ہے

دہلی ہم دنیا میں جس امن کے قیام کے خواہشمند ہیں، اس کی شروعات انسان کے دل سے ہوتی ہے۔ اس انمول قدر کا سب سے موزوں ترین مقام انسانی دل ہی ہوسکتا ہے۔ مسٹر اوباما کا کہنا تھا کہ ہندوستان کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ مذہبی عقائد کی بنیاد پر تقسیم نہ ہو...... وہ اسی حد تک کامیاب رہے گا جس حد تک کسی بھی بنیاد پر تقسیم نہ ہوگا اور ایک قوم کے طور پر متحد رہے گا۔ مزید کہا کہ انہیں یاد ہے کہ اسے اور اس کی بیوی مشیل کو مسیحت سے کس طرح تقویت ملتی رہی۔ مگر ایسا وقت بھی آیا جب وہ لوگ میرے عقیدے پر سوالات اٹھاتے رہے تھے جو مجھے نہیں جانتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ میں کسی اور مذہب پر یقین رکھتا ہوں۔ دنیا نے ان لوگوں کی عدم رواداری اور تشدد کا مشاہدہ کیا ہے جو اپنے عقیدے کے دفاع میں کھڑا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر درحقیقت وہ اس سے دھوکہ دہی کا ارتکاب کررہے ہیں۔ کوئی بھی معاشرہ انسان کی تاریک ترین جبلتوں سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اور مذہب کو اکثر اوقات خدا کی بصیرت کے حصول کی بجائے ان تاریک ترین جبلتوں کے اظہار کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ مسٹر اوباما نے ہندوستان کے تکثیری سماج کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے تین مختلف عقائد کی حامل تین معروف ہندوستانی شخصیات کا نام لیا......ایک مسلمان فلمی اداکار شاہ رخ خان، سکھ ایتھلیٹ ملکھا سنگھ اور ہندوستان کے شمال مشرقی قبائلی علاقے سے تعلق رکھنے والے مسیحی باکسر میری کام۔ تاہم انہوں نے اپنے سامعین کو یہ نہیں بتایا کہ ان تینوں اقلیتی کمیونٹیوں نے کسی حد تک خود پسند ہندوؤں کے ہاتھوں تکالیف بھی اٹھائی ہیں۔

(ہندوستانی نوجوانوں سے امریکی صدر اوبامہ کے خطاب سے اقتباس)

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

پرتشدد واقعات میں دو افراد ہلاک

کوئٹہ کوئٹہ کے نواحی علاقے موسیٰ کالونی میں نامعلوم افراد کی گھر میں گھس کر فائرنگ سے دو افراد ہلاک ہوگئے جبکہ باچاخان چوک پر دھماکے کے نتیجے میں چار افراد زخمی ہوگئے۔ پولیس کے مطابق 8 جنوری کو موسیٰ کالونی کے علاقے خلجی کالونی میں نامعلوم مسلح افراد نے گھر میں گھس کر جدید ہتھیاروں سے اندھادھند فائرنگ کردی۔ فائرنگ کے نتیجے میں موقع پر ایک شخص ہلاک جبکہ دوسرا شدید زخمی ہوگیا جسے ہسپتال منتقل کیا جارہا تھا کہ وہ بھی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی ہے۔ دوسری جانب کوئٹہ کے مصروف علاقے باچاخان چوک پر دھماکے کے باعث دو بچوں سمیت پانچ افراد زخمی ہوگئے۔ پولیس کے مطابق کوئٹہ کے مصروف ترین علاقے باچاخان چوک پر ملنگ ہوٹل کے قریب موٹر سائیکل میں نصب بم پھٹنے سے زوردار دھماکا ہوا جسکے نتیجے میں دو بچوں سمیت پانچ افراد زخمی ہوگئے۔ زخمیوں کو فوری طور پر سول ہسپتال پہنچایا گیا۔ دھماکے کے بعد سیکورٹی فورسز اور پولیس نے پورے علاقے کو گھیرے میں لے لیا جبکہ صوبائی وزیر داخلہ سرفراز بگٹی نے بھی جائے وقوعہ کا دورہ کیا۔ ادھر بروری کے علاقے وحدت کالونی میں نامعلوم افراد نے سرکاری افسر کے گھر پر دستی بم سے حملہ کیا تاہم اس میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا۔ (نامہ نگار)

پولیو ٹیم کی حفاظت پر مامور پولیس اہلکار کو فائرنگ کرکے ہلاک کر دیا گیا

کراچی مسلح افراد نے پولیو کے قطرے پلانے والی ٹیم کی حفاظت پر مامور پولیس اہلکار کو فائرنگ کرکے ہلاک کردیا۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی نے سینیئر پولیس افسر چوہدری اسد کے حوالے سے بتایا ہے کہ موٹر سائیکل سوار ملزمان نے پاپوش نگر کے علاقے میں پولیو ٹیم کی حفاظت پر مامور پولیس اہلکار پر فائرنگ کی اور فرار ہوگئے۔ تاہم اس واقعے کے بعد بھی علاقے میں انسداد پولیو مہم جاری رہی۔ یاد رہے کہ اس سے قبل 19 جنوری کو بھی کراچی کے علاقے اورنگی ٹاؤن میں انسدادِ پولیو مہم کے دوران فائرنگ سے ایک پولیس اہلکار تبسم علی شدید زخمی ہوگیا تھا۔ واضح رہے کہ پاکستان کا شمار دنیا کے ان تین ممالک میں ہوتا ہے، جہاں پولیو وائرس پایا جاتا ہے۔ ملک میں پولیو کے بڑھتے ہوئے کیسز کے باعث جون 2014 میں عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے پاکستان سے بیرون ملک سفر کرنے والے افراد کے لیے پولیو ویکسین کو لازمی قرار دیا تھا۔ المیہ یہ ہے کہ کچھ پاکستانی والدین پولیو ویکسین کو حرام قرار دے کر اپنے بچوں کو پولیو کے قطرے پلوانے سے گریز کرتے ہیں۔ دوسری جانب بہت سے پولیو رضا کار اس بیماری کے خلاف جنگ میں اپنی جانیں یا اپنے ہاتھ پاؤں گنوا چکے ہیں۔ پولیو ٹیموں پر حملے کے ساتھ ساتھ کراچی فرقہ ورارانہ، لسانی اور سیاسی تشدد اور قتل وغارت غاری کا بھی نشانہ بنتا رہتا ہے، جس کے نتیجے میں اب تک متعدد افراد اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔ (بشکریہ بی بی سی اردو)

مسجد پر حملہ، ایک سکاؤٹ ہلاک

اورکزئی ایجنسی پاکستان کے قبائلی علاقے لوئر اورکزئی ایجنسی کے علاقے کلایہ میں ایک میزائل حملے میں مسجد پر راکٹ حملے کے نتیجے میں ایک سکاؤٹ ہلاک جبکہ چار زخمی ہوگئے ہیں۔ اورکزئی ایجنسی میں پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر میں ڈیوٹی پر مامور لیویز اہلکار نے بی بی سی کو بتایا کہ یہ واقعہ 9 جنوری 2014ء کو جمعہ کے خطبے کے دوران پیش آیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جیسے ہی جمعے کا خطبہ شروع ہوا، مسجد سے دو گز کے فاصلے پر دو راکٹ آ کر گرے اور نماز پڑھنے کے لیے آنے والے سکاؤٹس میں سے ایک شہید اور چار زخمی ہو گئے۔ لیویز اہلکار کے مطابق چار زخمیوں میں سے ایک کی حالت تشویش ناک ہے اور اسے طبی امداد کے لیے سی ایم ایچ کوہاٹ منتقل کیا گیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس واقعے سے ایک گھنٹہ قبل بھی مسجد سے کچھ فاصلے پر ایک راکٹ فائر ہوا تھا جس کے نتیجے میں ایک شخص بھی زخمی ہوا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ حملے کے نتیجے میں مسجد کی بیرونی دیواریں متاثر ہوئی ہیں۔ پولیٹیکل انتظامیہ کے مطابق یہ میزائل خیبر ایجنسی کی جانب سے فائر ہوئے۔ یاد رہے کہ پاکستانی فوج اورکزئی ایجنسی سے متصل خیبر ایجنسی میں خیبرون کے نام سے آپریشن کررہی ہے۔ یکم جنوری کو لوئر اورکزئی ایجنسی میں کلایہ کے قریب ہی والی بال کے میدان میں دھماکہ خیز مواد پھٹنے کے نتیجے میں ایک بچے سمیت تین افراد ہلاک جبکہ نو لوگ زخمی ہو گئے تھے۔ (نامہ نگار)

گلا دبا کر قتل کر دیا

خیرپور میرس 12 دسمبر کو گاؤں وڈ بھٹی میں عطا محمد نامی شخص کو گلہ دبا کر اور کلہاڑیوں کے وار کر کے قتل کر دیا گیا۔ مقتول کے بھائی پنہل شیخ کا کہنا تھا کہ ان کی کسی سے بھی دشمنی نہیں ہے۔ ملزمان نے مقتول کو قتل کر کے بڑا ظلم کیا ہے۔ مقتول صبح کو اپنی بکریاں معمول کے مطابق چرانے گیا تھا۔ اس کے ساتھ اور بھی چرواہے تھے۔ مگر شام کو مقتول کی نعش ملی۔ پڑوسی محمد آچر کا کہنا تھا کہ مقتول روزانہ بکریاں لے کر کھیتوں میں جاتا تھا اور شام کو واپس آتا تھا۔ بہت غریب آدمی تھا۔ ان کی کسی سے دشمنی نہیں تھی۔ جبکہ مقتول کے بھتیجے حاکم علی شیخ کی فریاد پر قادر بخش، حاجن علی اور صدر کے خلاف کمبٹ تھانے میں درج کیا گیا تھا۔

(عبدالمنیم)

بچے

ایک سال میں 700 بچے ہلاک

ننگر پارکر تھر میں بچوں کی اموات کا سلسلہ جاری ہے مٹھی کے سول اسپتال میں غذائی قلت کا شکار ایک اور نو مولود بچے نے دم توڑ دیا۔صحرائی علاقوں مٹھی، ڈیپلو اور ننگر پارکر کے اسپتالوں میں 150 سے زائد بچے اب بھی زیر علاج ہیں۔واضح رہے کہ گزشتہ ماہ (دسمبر 2014) میں 145 سے زائد بچے لقمہ اجل بنے جس کے بعد ایک سال کے دوران تھر میں دنیا سے رخصت ہونے والے بچوں کی تعداد 700 سے تجاوز کر گئی ہے۔مٹھی، چھاچھرو اور ننگر پارکر کے اضلاع غذائی قلت کا زیادہ شکار ہیں۔یاد رہے کہ تھر کی آبادی کا بڑا حصہ خط غربت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے جبکہ صحت کی سہولیات کا بھی شدید فقدان ہے جس کے باعث دسمبر اور جنوری کے مہینے کی سخت سردی میں بچوں میں قلت اور نمونیا سمیت دیگر بیماریوں تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ (بشکریہ ڈان اردو)

محکمہ صفائی کی غفلت سے بچی کی ہلاکت

نواب شاہ 10 جنوری 2015 کو نواب شاہ کے علاقے تاج کالونی کی رہائشی چار سالہ معصوم بچی ثانیہ ولد آصف بھٹی کھلے مین ہول میں گری۔ چار سالہ بچی اپنے گھر سے کھیلنے کے لئے باہر نکلی اور غائب ہو گی کئی گھنٹوں تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ بچی کی نعش گھر کے سامنے کھلے مین ہول سے برآمد ہوئی، بچی کے ورثاء نے بچی کی نعش کے ہمراہ تعلقہ میونسپل ایڈمنسٹریشن کے خلاف احتجاج کیا اور بتایا کہ ان کی بچی گھر سے کھیلنے کے لئے نکلی اور گھر کے سامنے کھلے مین ہول میں جا گری جس کی تمام تر ذمہ داری متعلقہ انتظامیہ پر عائد ہوتی ہے ورثاء نے اپنے احتجاج میں اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ ان کی بچی کی ہلاکت سے متعلق قتل کا مقدمہ درج کیا جائے اور تمام تر ذمہ دار افسران کو سزا دی جائے۔ بچی کے لواحقین نے بتایا کہ تاج کالونی کے مکینوں کی جانب سے متعدد بار احتجاج کیے جانے کے باوجود ان کھلے مین ہولوں کو بند نہیں کیا گیا تھا اور منظور نظر افراد کو ٹھیکے دیکر مین ہولوں کے لئے مختص وسائل ہڑپ کر لیے جاتے رہے ہیں جس کے باعث تاج کالونی میں بیشتر مقامات پر کھلے مین ہولوں کا شکار ہونے والے متعدد افراد اور بالخصوص بچوں کے لواحقین کا مداوا نہیں ہو سکا ہے۔ مین ہول میں گر کر ہلاک ہونے والی بچی کے لواحقین کے احتجاج پر ضلعی انتظامیہ کا ایک ہنگامی اجلاس دربار ہال میں طلب کیا گیا اور ڈپٹی کمشنر ضلع بے نظیر آباد طاہر حسین سانگی نے اس واقعہ کا سختی سے نوٹس لیا اور متعلقہ ذمہ داران افسران اور ٹھیکیداروں کے خلاف کارروائی کا حکم صادر کیا۔ دوسری جانب ضلعی انتظامیہ کی جانب سے ورثاء سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے ضلعی افسران نے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے علاقے کے تمام تر مسائل کا سدباب کرنے کا یقین دلایا۔ جس کے بعد تاج کالونی کے علاقے کی گلیوں اور صفائی اور حالت زار کو بہتر بنانے کے اقدامات اور کھلے مین ہولوں کا مستقل بندوبست کرنے کے اقدامات شروع کر دیئے گئے ہیں

(آصف البشر خان)

بچی کو جنسی تشدد کا نشانہ بنانے کی کوشش

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہائشی سیف الرحمٰن نے بتایا کہ اسکی نو سالہ کمسن بیٹی (ث) گھر کے باہر کھیل رہی تھی کہ محمد صدیق سکنہ 348 گ ب اسے ٹافیوں کا لالچ دیکر موٹر سائیکل پر ساتھ لے گیا، جب انہوں نے بیٹی کی تلاش شروع کی تو قریبی کھیتوں میں محمد صدیق اسکی بیٹی کے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کر رہا تھا، جو انہیں دیکھ کر فرار ہو گیا، چٹیانہ پولیس نے مقدمہ درج کر لیا۔

(اعجاز اقبال)

خانہ بدوش پولیو ویکسین سے محروم

گنداوہ ضلع جھل مگسی میں موسم سرما میں قلات اور خضدار ضلع سے آنے والے خانہ بدوشوں کے بچے پولیو کے قطروں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ قلات اور خضدار سے نقل مکانی کر کے خانہ بدوش ضلع جھل مگسی کے پہاڑی دامن میں آ کر آباد ہوتے ہیں۔مگر وہاں ان کے بچوں کو پولیو کے قطرے نہیں پلائے جاتے۔ یا تو ان خانہ بدوشوں کی لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے یا پھر محکمہ صحت جھل مگسی لاپرواہی برتتا ہے۔اس سے یہ مرض ختم ہونے کے امکان کم ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ خانہ بدوش جھل مگسی سے قلات اور خضدار کے درمیانی پہاڑوں میں جا کر مقیم ہوتے ہیں۔ وہاں بھی ان کے بچوں کو پولیو کے قطرے نہیں ملتے۔ اور یہاں بھی قطروں سے محروم رہ جاتے ہیں۔اس طرح اس مرض کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے خدشات بڑھ جاتے ہیں۔

(رحمت اللہ)

مالکان کے تشدد سے گھریلو ملازمہ جاں بحق

فیصل آباد پیپلز کالونی کے علاقہ میں قتل ہونے والی 10 سالہ ملازمہ کا پوسٹ مارٹم نہ کئے جانے پر اہل خانہ سراپا احتجاج بن گئے۔ پولیس کے مطابق نور پور کے رہائشی رضوان کی 10 سالہ بیٹی ماریہ شادمان کالونی میں رہائش پذیر زعیم شاہ کے گھر میں تقریباً ڈیڑھ سال سے کام کر رہی تھی۔ 12 جنوری کو ماریہ کپڑے استری کر رہی تھی کہ اس سے مالکن کا سوٹ جل گیا، جس پر مالکن ،اسکے شوہر اور بیٹے نے اسے تشدد کا نشانہ بنایا۔معصوم بچی مالکوں کا تشدد برداشت نہ کر سکی اور دم توڑ گئی۔ بعد ازاں پیپلز کالونی پولیس نے پوسٹ مارٹم کیلئے نعش کو الائیڈ ہسپتال منتقل کیا مگر اسکا بروقت پوسٹ مارٹم نہ کیا گیا، جس پر مقتولہ کے ورثاء مشتعل ہو گئے اور احتجاج کا سلسلہ شروع کر دیا۔اس موقع پر مشتعل مظاہرین نے نعرے بازی کی تاہم پولیس افسران نے مذاکرات کے بعد مظاہرین کو منتشر کیا ہے۔

(میاں نوید)

13 سالہ بچہ علاج نہ ملنے پر جاں بحق

پارا چنار کرم ایجنسی کے علاقے جالندھر سے تعلق رکھنے والا تیرہ سالہ طالب علم اختیار حسین کے دونوں گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔اختیار حسین کے والد نے بتایا کہ بیٹے کے علاج کے لئے انتہائی غربت کی حالت میں اپنی جمع پونجی خرچ کر ڈالی تاہم انتہائی غربت کے باعث اپنے بیٹے کا علاج جاری نہ رکھ سکا اور اس کا بیٹا زندگی اور موت کی کشمکش میں بتلا رہنے کے بعد ابدی نیند سو گیا۔اختیار حسین کے والد نے بتایا کہ انہوں نے بیٹے کے علاج میں مدد کے لیے مخیّر حضرات سے اپیل بھی کی تھی مگر کسی نے بھی ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ (محمد حسن)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 26 دسمبر سے 25 جنوری تک کے دوران ملک بھر میں 133 افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں 44 خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران 38 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچالیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 17 خواتین شامل ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 63 افراد نے گھریلو جھگڑوں و مسائل سے تنگ آ کر اور 13 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں 47 نے زہر کھا/پی کر، 29 نے خود کو گولی مار کر اور 42 نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے 171 واقعات میں سے صرف 19 واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26 دسمبر	س	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	گاؤں دونہ، منگلور، سوات	درج	آج
26 دسمبر	خرم مسیح	مرد	25 برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	نارتھ ناظم آباد	-	ایکسپریس
26 دسمبر	رضا عقیل	مرد	23 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو آگ لگا کر	شادباغ، لاہور	-	نوائے وقت
26 دسمبر	-	خاتون	25 برس	-	-	-	خود کو آگ لگا کر	گڈانی، لسبیلہ، بلوچستان	-	جنگ
27 دسمبر	اللہ وسایا	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	گنڈا سنگھ محسن والا، قصور	-	جنگ
27 دسمبر	امبرینہ	خاتون	17 برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈھڈی والا، فیصل آباد	-	جنگ
28 دسمبر	بخت محمد	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	ڈیال روڈ، ڈی آئی خان	درج	آج
28 دسمبر	بلال	مرد	18 برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	کیماڑی	-	ایکسپریس
28 دسمبر	محمد رمضان	مرد	22 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	واربرٹن، ننکانہ	-	جنگ
28 دسمبر	شرجیل	مرد	28 برس	-	-	-	زہرخورانی	پیپلز کالونی، فیصل آباد	-	جنگ
28 دسمبر	سائرہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بشیر ٹاؤن، ساہیوال	-	جنگ
28 دسمبر	عنصر عباس	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فاروقیہ، ساہیوال	-	دنیا
28 دسمبر	کامران خان	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	کالیکی منڈی، حافظ آباد	-	خبریں
28 دسمبر	علی بخش عمرانی	مرد	21 برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں ساتھی عمرانی۔ لاڑکانہ	-	کاوش اخبار
29 دسمبر	اعجاز	مرد	-	-	-	بیماری سے دلبرداشتہ ہو کر	خود کو گولی مار کر	یوسف شاہ روڈ، جھنگ	-	جنگ
29 دسمبر	مسعود خاصخیلی	خاتون	16 برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گاؤں علی بخش۔ کوٹری	-	عوامی آواز
29 دسمبر	صاحبہ	خاتون	20 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹنڈو آدم۔ سانگھڑ	-	عوامی آواز
29 دسمبر	نصیر	مرد	22 برس	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	نوید کالونی، شاہ جیونہ	-	جنگ
30 دسمبر	بے نظیر	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	جرگا نو کلے، خزانہ پشاور	درج	آج
30 دسمبر	مشاہد	مرد	22 برس	-	-	-	خود کو گولی مار کر	کورنگی، کراچی	-	ایکسپریس
30 دسمبر	محمد عرفان	مرد	2 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	وینکے تارڑ، حافظ آباد	-	جنگ
30 دسمبر	شکیل احمد	مرد	16 برس	-	غیر شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	گڑھ فتح شاہ، فیصل آباد	-	جنگ
30 دسمبر	زاہد علی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ اسلام پورہ، جلال پور جٹاں	-	جنگ
30 دسمبر	شریمتی تاری	خاتون	25 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	گاؤں بخشو لغاری۔ ٹنڈو جام	-	کاوش اخبار
30 دسمبر	سید نثار شاہ	مرد	28 برس	-	شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	قمبر	-	کاوش اخبار
30 دسمبر	بابر علی	مرد	-	-	-	بے روزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں سمندر حاجیجو۔ گڑھی خیرو	-	کاوش اخبار
31 دسمبر	وقاص اعوان	مرد	19 برس	-	غیر شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	چک نمبر 10۔ سانگھڑ	-	کاوش اخبار
31 دسمبر	لیموں	مرد	18 برس	-	غیر شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	پھندا ڈال کر	گاؤں گنگالس۔ ڈیپلو اسلام	-	عوامی آواز

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
31دسمبر	خ	خاتون	19برس	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	سربند کلے نستہ رود، مردان	درج	آج
2جنوری	مسمات عمران	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گاؤں حاجی علی محمد ڈاھری۔ باندھی	ـ	کاوش اخبار
2جنوری	زرینہ چانڈیو	خاتون	25برس	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	قمبر	ـ	کاوش اخبار
2جنوری	صبا	خاتون	19برس	ـ	شادی شدہ	ـ	پھنداڈال کر	ٹنڈو آغا۔حیدرآباد	ـ	کاوش اخبار
2جنوری	غلام رسول	مرد	42برس	ـ	ـ	ـ	ـ	بلدیہ ٹاؤن، کراچی	ـ	ایکسپریس
3جنوری	عائشہ	خاتون	21برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہدرہ، لاہور	ـ	دنیا
3جنوری	شیما بی بی	خاتون	27برس	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	گاؤں تنگوئی تحصیل کبل، سوات	درج	روزنامہ ایکسپریس
3جنوری	فیض الرحمان	مرد	18برس	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	پھنداڈال کر	گاڑی خانہ، پشاور سٹی، پشاور	درج	ایکسپریس
4جنوری	ـ	مرد	15برس	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کرتارپور، ننکانہ	ـ	نوائے وقت
4جنوری	ساجد علی	مرد	22برس	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	چک 203 ج ب، امین پور بنگلہ	ـ	نوائے وقت
4جنوری	ن	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع حاجی آباد، چناب نگر	ـ	نئی بات
4جنوری	ـ	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	پھنداڈال کر	مہران ٹاؤن	ـ	دی نیوز
4جنوری	دولت کوہلی	مرد	18برس	ـ	ـ	ـ	پھنداڈال کر	نبی سرروڈ۔صالح سومرو	ـ	سندھ ایکسپریس
4جنوری	ریحان	خاتون	17برس	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	چونڈکو۔گاؤں کمراہو	ـ	کاوش اخبار
4جنوری	نگومیگھواڑ	مرد	21برس	ـ	ـ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	پھنداڈال کر	گاؤں جامن سموں۔اسلام کوٹ	درج	کاوش اخبار
4جنوری	خدابخش	مرد	40برس	ـ	ـ	ـ	خودکوگولی مارکر	گاؤں نندی پٹنی۔روہڑی	ـ	کاوش اخبار
6جنوری	اختر	مرد	ـ	ـ	ـ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	پھنداڈال کر	لیاقت آباد، لاہور	ـ	ایکسپریس
6جنوری	شائستہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ہربنس پورہ، لاہور	ـ	ایکسپریس
6جنوری	محمد دین	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	چک 18 کسی، وہاڑی	ـ	نیوز
6جنوری	سیتا کوہلی	خاتون	17برس	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ امان اللہ میمن	ـ	کاوش اخبار
6جنوری	فضل ربی	مرد	68برس	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	خودکوگولی مارکر	گاؤں جبر تورڈھیر، صوابی	درج	ایکسپریس
6جنوی	امڑوکوہلی	مرد	24برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	حبیب کوٹ۔کوٹ غلام محمد	ـ	کاوش اخبار
6جنوری	نعیر خان	مرد	19برس	ـ	ـ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھنداڈال کر	مہران ٹاؤن	ـ	دی نیوز
6جنوری	سلیمان	مرد	35برس	ـ	ـ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	پھنداڈال کر	قائدآباد، کراچی	ـ	ایکسپریس
6جنوری	ـ	مرد	35برس	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھنداڈال کر	کورنگی، کراچی	ـ	ایکسپریس
7جنوری	ـ	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	موضع روپے والا، منچن آباد	ـ	خبریں
7جنوری	محمد علی	مرد	45برس	ـ	ـ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	پھنداڈال کر	کینٹ ایریا، کراچی	ـ	جنگ
7جنوری	مسمات ست بھرائی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ذہنی معذوری	دریامیں کودکر	ضلع جامشورو	ـ	کاوش اخبار
7جنوری	کیشو	خاتون	20برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	گوٹھ پھلپوٹو ننگرپارضلع تھرپارکر	درج	کاوش اخبار
7جنوری	گڈی شر	خاتون	22برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گوٹھ ارباب شرضلع شکارپور	ـ	کاوش اخبار
8جنوری	عبدالجلیل	مرد	20برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	تعلقہ ڈیپلوضلع تھرپارکر	ـ	کاوش اخبار
8جنوری	تسنیم بی بی	خاتون	22برس	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	ستوکتلہ، لاہور	ـ	ایکسپریس
8جنوری	ریاست علی	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	پھنداڈال کر	ڈسٹرکٹ جیل، شیخوپورہ	ـ	ایکسپریس
8جنوری	سعدیہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	بھائیکے موڑ، اوکاڑہ	ـ	نئی بات
8جنوری	سمیرا	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	پھنداڈال کر	جوڈیشل کالونی، پاکپتن	ـ	خبریں

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
9جنوری	محمد نعمان	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکو گولی مار کر	محلہ میجر مہر دین، ڈیرہ نواب	-	خبریں
9جنوری	شفیق جٹ	مرد	-	-	شادی شدہ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکو گولی مار کر	گڑھا موڑ، ربیہ سلطان پور	-	خبریں
9جنوری	-	خاتون	26برس	-	-	-	ٹرین تلے کود کر	والٹن، لاہور	-	نوائے وقت
10جنوری	دلاور	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	نصرت آباد، چناب نگر	-	نوائے وقت
10جنوری	-	مرد	28برس	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا ڈال کر	کھارادر، کراچی	-	جنگ
10جنوری	ت	خاتون	18برس	-	غیر شادی شدہ	-	خودکو گولی مار کر	گاؤں بالا گڑھی، مردان	درج	روزنامہ آج
11جنوری	مختیار پیرزادہ	مرد	25برس	-	-	بے روزگاری سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مار کر	لطیف شاہ کالونی ضلع شکارپور	-	کاوش اخبار
11جنوری	دوست علی	مرد	28برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ حاجی ڈاتو چھنور ضلع بدین	-	کاوش اخبار
11جنوری	روبینہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	خودکو گولی مار کر	لانڈی شاہ ملگاہ، تحصیل کبل، سوات	درج	ایکسپریس
12جنوری	عدنان	مرد	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	منڈیر چوک، کھاریاں	-	جنگ
12جنوری	عدیل عباس	مرد	20برس	-	-	-	پھندا ڈال کر	بلوچ کالونی، کراچی	-	ایکسپریس
12جنوری	ناتھی کولہی	خاتون	27برس	-	غیر شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا ڈال کر	گوٹھ ترائی ابڑو ضلع تھرپارکر	درج	کاوش اخبار
13جنوری	فیصل	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	بادامی باغ، لاہور	-	دنیا
13جنوری	علی اکبر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	پسرور	-	جنگ
13جنوری	فروا	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	پھالیہ	-	جنگ
13جنوری	مشرف	مرد	25برس	-	-	-	زہر خورانی	منڈی بہاؤالدین	-	جنگ
13جنوری	شاہ زیب	مرد	26برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	دھانا نوالی روڈ، سمبڑیال	-	جنگ
13جنوری	آفاق احمد	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	کوکھر ٹاؤن، فیروزوالا	-	نوائے وقت
13جنوری	شہزادو شر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	اوباڑو ضلع گھوٹکی	-	کاوش اخبار
13جنوری	سیما بلوچ	خاتون	18برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	گوٹھ کلر شاخ ضلع سانگھڑ	-	کاوش اخبار
13جنوری	عبدالرزق بروہی	مرد	25برس	-	-	ذہنی معذوری	پھندا ڈال کر	گڑھی خیرو ضلع لاڑکانہ	-	کاوش اخبار
14جنوری	ارشد	مرد	25برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	امین پور بنگلہ، فیصل آباد	-	جنگ
14جنوری	عاصمہ بی بی	خاتون	35برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شادمان کالونی، گجرات	-	جنگ
14جنوری	آفاق احمد	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	کھوکھر محلہ، شیخوپورہ	-	جنگ
14جنوری	محمد عرفان	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	ٹرین تلے کود کر	محلہ نارمل سکول، گکھڑ منڈی	-	جنگ
14جنوری	محمد نواز	مرد	22برس	-	-	-	ٹرین تلے کود کر	تھانہ روڈ، نارنگ منڈی	-	جنگ
14جنوری	نسرین	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	برکی، لاہور	-	نوائے وقت
14جنوری	عظمیٰ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	پرانی منڈی، پتوکی	-	نوائے وقت
16جنوری	راشد	مرد	-	-	-	گرفتاری کے خوف سے	خودکو گولی مار کر	خدیجہ ٹاؤن، کوٹ عبدالمالک	-	جنگ
16جنوری	سجاد علی	مرد	27برس	-	شادی شدہ	-	خودکو گولی مار کر	مصطفیٰ ٹاؤن، لاہور	-	جنگ
16جنوری	عبدالقدر	مرد	25برس	-	-	-	پھندا ڈال کر	جڑانوالہ، فیصل آباد	-	جنگ
16جنوری	خدیجہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سمندری، فیصل آباد	-	جنگ
17جنوری	انعم	خاتون	17برس	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	رائیونڈ، لاہورا	-	جنگ
17جنوری	مسکان	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	رائیونڈ، لاہور	-	جنگ
17جنوری	محمد آصف	مرد	40برس	-	-	-	پھندا ڈال کر	سیالکوٹ	-	جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
17 جنوری	ظفر اقبال	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	خود کو آگ لگا کر	مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد	ـ	جنگ
18 جنوری	کامران	مرد	18 برس	ـ	غیر شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	ملک پارک، لاہور	ـ	ایکسپریس
19 جنوری	غلام مرتضیٰ	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	چک 93 شمالی، سرگودھا	ـ	جنگ
19 جنوری	عاطف	مرد	23 برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	سوھاگہ، سرگودھا	ـ	جنگ
19 جنوری	بوٹا	مرد	50 برس	ـ	ـ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہر خورانی	چک 208 رب، فیصل آباد	ـ	جنگ
19 جنوری	لیاقت	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	رحمان پورہ، مریدکے	ـ	جنگ
19 جنوری	محمد فاروق	مرد	15 برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	پکا میانہ، دلے والا	ـ	نئی بات
20 جنوری	عبدالرشید	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	خود کو گولی مار کر	سردریاب، چارسدہ	ـ	راولپنڈی نیوز
20 جنوری	ندیم مدثر	مرد	30 برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شادباغ، لاہور	ـ	جنگ
20 جنوری	اللہ معافی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	خود کو گولی مار کر	23/2 ایل، اوکاڑہ	ـ	جنگ
20 جنوری	محمد یعقوب	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں جلیل پور، نارووال	ـ	جنگ
20 جنوری	سکینہ	خاتون	40		شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	کنویں میں کود کر	گوٹھ اڑ پھٹر، چھاچھرو ضلع تھرپارکر	ـ	کاوش اخبار
20 جنوری	نائف علی مگسی	مرد	27		ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	موہن جودڑو ضلع لاڑکانہ	ـ	کاوش اخبار
20 جنوری	جمیل مسیح	مرد	30 برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	کوٹری ضلع جامشورو		کاوش اخبار
20 جنوری	عبدالرشید خان	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	خود کو گولی مار کر	وینو گڑھی سردریاب، چارسدہ	درج	آج
21 جنوری	کنول	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	گاؤں جلیل پور، نارووال	ـ	جنگ
21 جنوری	تنویر عباس	مرد	14 برس	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	دریا خان	ـ	جنگ
21 جنوری	ـ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں 53/3، ماموں کانجن	ـ	جنگ
21 جنوری	ذیشان	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	پھندا ڈال کر	محلہ کوٹ غلام محمد، گوجرہ	ـ	نوائے وقت
21 جنوری	غلام فرید کانڈرو	مرد	48 برس	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندا ڈال کر	کوٹری، ضلع جامشورو	ـ	کاوش اخبار
21 جنوری	حیدر رونائی	مرد	50 برس	ـ	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا ڈال کر	گوٹھ مولوی نور محمد رونائی ضلع دادو	ـ	کاوش اخبار
21 جنوری	حاکم سولنگی	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا ڈال کر	گوٹھ مٹھو سولنگی۔ ٹھاروشاہ ضلع	ـ	کاوش اخبار
22 جنوری	جعفر	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	ـ	چک منصورہ، بنگلہ حیات	ـ	نئی بات
22 جنوری	یاسمین	خاتون	17 برس	ـ	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھندا ڈال کر	چک منصورہ، بنگلہ حیات	ـ	نئی بات
22 جنوری	ریاض	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	گاؤں فتو والا، شیخوپورہ	ـ	جنگ
22 جنوری	ـ	مرد	22 برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ناظم آباد، فیصل آباد	ـ	جنگ
22 جنوری	ـ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	ـ	چک کلیانہ، پاکپتن	ـ	جنگ
22 جنوری	غلام قادر	مرد	24 برس	ـ	غیر شادی شدہ	شادی نہ ہونے پر	پھندا ڈال کر	موضع حسن شاہ، جھنگ	ـ	ایکسپریس ٹریبون
22 جنوری	ـ	مرد	38 برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گلشن عزیز، کوٹ سامبھا، رحیم یار خان	ـ	ایکسپریس ٹریبون
22 جنوری	عارف	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	زہر خورانی	گاؤں شاہ منصور، صوابی	درج	آج
23 جنوری	علی حسن الیاس	مرد	22 برس	ـ	ـ	ـ	پھندا ڈال کر	بھینس کالونی، کراچی	ـ	دی نیوز
23 جنوری	ثناء اللہ رحیم	مرد	25 برس	ـ	ـ	ـ	زہر خورانی	محمود آباد، کراچی	ـ	دی نیوز
24 جنوری	آسیہ ممتاز حیدر	خاتون	35 برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ڈیفنس، کراچی	ـ	دی نیوز
25 جنوری	عائشہ	خاتون	30 برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ ملوک آباد، سیوہن ضلع جامشورو	ـ	عوامی آواز اخبار
25 جنوری	مختیار حسین بڑدی	مرد	28 برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گوٹھ بڑدی، ہنگورجہ ضلع	ـ	کاوش اخبار

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
27دسمبر	عزیز پٹھان	مرد	-	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	-	حیدرآباد	-	کاوش اخبار
27دسمبر	بھاون کمار	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	سامارو، عمرکوٹ	-	کاوش اخبار
27دسمبر	صبا	خاتون	20برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹنڈوآدم، سانگھڑ	-	کاوش اخبار
29دسمبر	کائنات	خاتون	16برس	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	رسالپور، نوشہرہ	درج	آج
29دسمبر	زکیہ	خاتون	27برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں لوہ مری	-	عوامی آواز
30دسمبر	محمد عرفان	مرد	30برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	ایم سی ہائی سکول، ننکانہ	-	خبریں
2جنوری	نصراللہ	مرد	-	-	-	-	-	شاہین ٹاؤن، پشاور	درج	آج
3جنوری	الف	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہدرہ، لاہور	-	ایکسپریس
3جنوری	وقار	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شام نگر، لاہور	-	ایکسپریس
3جنوری	الطاف	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	سوتر منڈی، لاہور	-	ایکسپریس
3جنوری	فداحسین	مرد	-	-	-	انصاف نہ ملنے پر دلبرداشتہ	خودکو آگ لگاکر	محلہ نورشاہ بخاری، اسلام آباد	-	خبریں
3جنوری	محمد یوسف	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	ضلع حیدرآباد	-	کاوش اخبار
3جنوری	فیاض راجپر	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	ضلع حیدرآباد	-	کاوش اخبار
4جنوری	رضوان جتوئی	مرد	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قاسم آباد، حیدرآباد	-	سندھ ایکسپریس
4جنوری	ثمینہ	خاتون	26برس	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	محلہ غورسے، جپلو، گلگت بلتستان	-	بانو عباس
8جنوری	مٹھوکولہی	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چندن موری ضلع ٹیاری	-	کاوش اخبار
11جنوری	رخسانہ	خاتون	17برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹنڈوآدم، ضلع سانگھڑ	-	کاوش اخبار
11جنوری	اٹل خان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	مدیجی، لاڑکانہ	-	کاوش اخبار
12جنوری	عبدالجبار ابڑو	مرد	17برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مٹھی ضلع تھرپارکر	-	کاوش اخبار
12جنوری	ثریا	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کاہنہ، لاہور	-	خبریں
12جنوری	ریاض	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ہنجروال، لاہور	-	خبریں
13جنوری	ذیشان	مرد	20برس	-	-	-	خودکو آگ لگاکر	بھاٹی گیٹ، لاہور	-	جنگ
13جنوری	عثمان مہر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ نندامہر ضلع لاڑکانہ	-	کاوش اخبار
14جنوری	معین خان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	باچا گڑھی خزانہ، پشاور	درج	آج
17جنوی	-	مرد	-	-	-	-	خودکو آگ لگاکر	پریس کلب، حیدرآباد	-	نوائے وقت
19جنوری	کامران	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جوہرٹاؤن، لاہور	-	خبریں
19جنوری	اختر جلبانی	مرد	28برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رادن ضلع دادو	-	کاوش اخبار
19جنوری	معشوق علی	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کڈن ضلع بدین	-	کاوش اخبار
20جنوری	ب	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گل جبہ، تحصیل کبل، سوات	درج	ایکسپریس
20جنوری	مسمات لطیفاں ناریجو	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ راصیدوریو گمبٹ، خیرپور	-	کاوش اخبار
20جنوری	ثریا بھنڈ	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ الہ ڈینو گمبٹ، خیرپور	-	کاوش اخبار
20جنوری	فداحسین	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ چکرواریاسو ضلع خیرپور	-	کاوش اخبار
21جنوری	رفعت بی بی	خاتون	16برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں کھیاڑے کلاں، ننکانہ	-	ایکسپریس
21جنوری	انیلا راجپر	خاتون	30برس	-	-	ذہنی معذوری	زہرخورانی	غلام حیدرشاہ کالونی نوابشاہ	-	کاوش اخبار
22جنوری	احسان اللہ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بارہ گئی کیمپ، صوابی	درج	آج
24جنوری	فیاض چانڈیو	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ چھوداؤ۔گمبٹ ضلع خیرپور	-	کاوش اخبار
24جنوری	مسمات رضیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	پولیس کی ناانصافی کے غلاف	زہرخورانی	گوٹھ درمحمد سہول۔میہڑ ضلع دادو	-	کاوش اخبار
25جنوری	مسمات انور	خاتون	28برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چونڈکو ضلع خیرپور	-	کاوش اخبار

تعلیم

دوسکولوں کونذر آتش کر دیا گیا

پارا چنار وسطی کرم ایجنسی کے علاقے منڈان اور کندالی بابا میں 30 دسمبر کو نامعلوم افراد نے دو پرائمری سکول نذر آتش کر دیتے ہیں۔ نامعلوم افراد نے منڈان اور کندالی بابا میں دو پرائمری سکول کو آگ لگا دی جس سے دونوں سکول مکمل طور پر جل گئے۔ واقعے کے بعد سکیورٹی فورسز اور نامعلوم افراد کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ بھی ہوالیکن ان میں کسی ہلاکت کی اطلاع نہیں ملی ہے۔ گزشتہ پانچ برسوں کے دوران کرم ایجنسی میں 60 سے زائد سرکاری سکولوں کو نقصان پہنچایا جا چکا ہے۔ شدت پسندوں کے خلاف وسطی کرم میں گزشتہ دوسالوں سے آپریشن جاری ہے اور گزشتہ ایک ہفتے کے دوران پچاس سے زائد شدت پسندوں کی سکیورٹی فورسز کے ساتھ جھڑپوں میں مارنے کی اطلاعات موصول ہورہی ہے۔

(محمد حسن)

طلباء کے داخلے کو یقینی بنایا جائے

باجوڑ ایجنسی باجوڑ ایجنسی میں 1000 کے قریب طلباء سیٹوں کی کمی کی وجہ سے داخلے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایجنسی میں 4 کالجز ہیں تاہم طلباء کے لیے مختص نشستیں انتہائی کم ہیں۔ علاوہ ازیں اساتذہ کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ باجوڑ ایجنسی کے تمام کالجز میں عملے کی کمی کا مسئلہ کئی سالوں سے چلا آ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے طلباہ کو شدید پریشانی کا مطالبہ کرنا پڑ رہا ہے۔ باجوڑ ایجنسی کے طلباء نے اعلیٰ حکام سے اپیل کی ہے کہ اس مسئلے کا فوری حل نکالا جائے۔ اور سینکڑوں طلباء کا تعلیمی سال ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ اور ایمرجنسی بنیادوں پر داخلوں سے محروم 1000 طلباء کے لیے موجودہ کالجز میں داخلوں کا بندوبست کیا جائے اور آئندہ کے لیے مستقل حل نکال کر کالجز میں سیٹوں کا اضافہ کرکے ان کے لیے سٹاف کا بندوبست کیا جائے۔

(شاہد حبیب)

سکول کی خستہ حال عمارتوں کی تعمیر نو کا مطالبہ

فیصل آباد عرصہ دراز سے محکمہ تعلیم کے اپنے سروے کے مطابق قابل مرمت قرار دی گئی سکولز کی مخصوص عمارتوں کی مرمت کیلئے کوئی فنڈز جاری نہ ہو سکے۔ سینکڑوں سرکاری سکولوں کو مکمل یا جزوی طور پر ناقابل استعمال یا مرمت کے قابل قرار دیا گیا ہے لیکن عرصہ دراز سے سرکاری سکولز کی خستہ حال عمارتوں اور مخصوص کمروں کی مرمت اور تعمیر نو کیلئے کوئی خاص اقدامات نہیں اٹھائے گئے جس کے باعث سرکاری سکولز میں کلاس رومز کی چھتوں سے پلستر گرنے اور طلبہ کے زخمی ہونے کے واقعات آئے روز رونما ہو رہے ہیں۔ چار روز میں دو سرکاری سکولز میں خستہ حال عمارت کے باعث کمروں کی چھتوں سے پلستر گرنے کے دو واقعات پیش آ چکے ہیں جن میں مجموعی طور پر چار طلبہ زخمی ہوئے۔ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کارخانہ بازار اور گورنمنٹ اسلامی مدرسہ ہائی سکول کی عمارتوں کے مخصوص حصوں کو محکمہ تعلیم کے اپنے سروے رپورٹ میں ناقابل استعمال اور قابل مرمت قرار دیا گیا ہے لیکن متعدد سال گزرنے کے باوجود ان دونوں سکولز کو عمارت کی مرمت کی مد میں کوئی فنڈز نہیں مل سکے۔ کمرے کی چھت سے پلستر گرنے کے واقع کے بعد گورنمنٹ اسلامی مدرسہ ہائی سکول کے سروے کے دوران سکول انتظامیہ نے بتایا کہ سکول کے 5 کمرے انتہائی خستہ حالی کا شکار ہیں جبکہ گزشتہ دو سال سے عمارت کی مرمت کیلئے کوئی فنڈز فراہم نہیں کیے گئے۔ محکمہ تعلیم ذرائع کے مطابق سینکڑوں سرکاری سکولز کی عمارتوں کو جزوی طور پر یا مخصوص بلاکس کو ناقابل استعمال یا قابل مرمت قرار دیا جا چکا ہے لیکن فنڈنگ کی کمی کے باعث سینکڑوں سکولز کی عمارتوں کے ان جزوی خستہ ہال حصوں کو نہ تو مرمت کیا گیا اور نہ ان کی تعمیر نو ممکن ہو سکی۔ ای ڈی او ایجوکیشن بشیر احمد زاہد گورایہ نے روزنامہ دنیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ضلع بھر کے سکولز کی عمارتوں کے ناقص حصوں کی تفصیلی رپورٹ ایک ہفتہ تک طلب کر لی گئی ہے۔ تمام خستہ حال عمارتوں کو ترجیحی بنیادوں پر درست کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ تمام سکولز سربراہان کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ جو کلاس رومز کی چھتیں خستہ حال ہیں ان میں بچوں کو بٹھا کر معصوم جانوں کو خطرے میں نہ ڈالا جائے۔ ان بچوں کو کسی متبادل کلاس یا کھلی جگہوں پر بیٹھانا شروع کر دیں۔ آئندہ ہفتے ضلع بھر کے سکولز کی عمارتوں کے ناقص حصوں کی نشاندہی ہو جائے گی جس پر وہ ضلعی انتظامیہ اور بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کی مدد سے ترجیحی بنیادوں پر مرمت کا عمل شروع کروا دیں گے

(میاں نوید)

طلباء وطالبات کا احتجاج

عمرکوٹ 22 دسمبر کو سامارو شہر میں طالبات نے میرپور خاص تعلیمی بورڈ کے خلاف فرقان شاہ، ساجد کھوسو، جیرام مالھی، امن میگھواڑ و دیگر کی رہنمائی میں احتجاجی ریلی نکالی۔ مظاہرین نے شاہد لطیف چوک سامارو میں دھرنا دیا۔ اس موقع پر طالبات نے کہا کہ میرپور خاص تعلیمی بورڈ والے مختلف امتحانی نتائج میں ہیرا پھیری کر کے سرکاری کالجوں اور سکولوں میں تعلیم پانے والے طالبہ اور طالبات کے نمبرز میں کمی کر کے پرائیویٹ سکول میں تعلیم پانے والوں کو زیادہ نمبر دیتے ہیں۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ اس معاملے کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کی جائے۔ بورڈ کے ذمہ داران کے خلاف کارروائی کر کے سرکاری اداروں میں تعلیم پانے والے طلبا و طالبات سے انصاف کیا جائے۔

(اوکھومل)

گرلز سکولز کے قیام کا مطالبہ

تورغر ایچ آر سی پی کے ضلعی کور گروپ تورغر نے 4 دسمبر کو ضلعی تعلیمی افسر تورغر سے ملاقات کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ تحصیل جدباہ میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے مڈل اور ہائی سکول تعمیر کیا جائے۔ کور گروپ کی کاوش سے جدباء میں گرلز ہائی سکول اور گرلز مڈل سکول کی منظوری دے دی گئی ہے مگر حکام سکول کی عمارت کی تعمیر کے لیے اقدامات نہیں کر رہے۔ اعلیٰ حکام سے مطالبہ ہے کہ جدباء میں مذکورہ منظور شدہ سکولوں کو جلد از جلد قائم کیا جائے گا۔

(محمد زاہد)

سکول کی چار دیواری تعمیر کی جائے

فیصل آباد جڑانوالہ گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول کی چار دیواری نہ ہونے سے سینکڑوں طالبات کی زندگیاں خطرے میں ہیں۔ نواحی گاؤں 126 گ ب میں قائم گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول کی تقریبا 80 فٹ لمبی چار دیواری موجود ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے سکول میں زیر تعلیم سینکڑوں طالبات کی زندگیاں خطرے میں گھر چکی ہیں۔ سکول کونسل کے ارکان نے سکول کو سکیورٹی فنڈ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

(نامہ نگار)

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 25 دسمبر سے 24 جنوری تک 24 افراد پر کارو کاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 17 خواتین اور 7 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
27 دسمبر	سون خاتوں بہلکانی	خاتون	24 برس	شادی شدہ	صدیق بہلکانی	گلا گھونٹ کر	خاوند	گوٹھ سلیم کھوسو، تنگوانی، کشمور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
28 دسمبر	شکیلہ سیلرو	خاتون	۔	۔	دیدار سیلرو	بندوق	بھائی	گوٹھ اللہ ڈنو، گولوڈرو، گڑھی یاسین، شکارپور	۔	۔	۔	روزنامہ کاوش
28 دسمبر	انور بروہی	مرد	۔	۔	دیدار سیلرو	بندوق	پڑوسی	گوٹھ اللہ ڈنو، گولوڈرو، گڑھی یاسین، شکارپور	۔	۔	۔	روزنامہ کاوش
30 دسمبر	آمنہ سہریانی	خاتون	35 برس	شادی شدہ	سلطان سہریانی اور ساتھی	کلہاڑی	خاوند	گوٹھ بہار سہریانی، کندھ کوٹ، کشمور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
30 دسمبر	نور اللہ جاگیرانی	مرد	38 برس	شادی شدہ	سلطان سہریانی اور ساتھی	بندوق	پڑوسی	گوٹھ بہار سہریانی، کندھ کوٹ، کشمور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
30 دسمبر	بختاور سندرانی	خاتون	30 برس	شادی شدہ	جمشیر سندرانی	بندوق	خاوند	گوٹھ اسمائیل سندرانی، گڑھی یاسین، شکارپور	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
31 دسمبر	لیلیٰ چانڈیو	خاتون	25 برس	شادی شدہ	غوث بخش شابرانی	لاٹھی	خاوند	گوٹھ مینہل شابرانی، قمبر۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
03 جنوری	غلام فرید شیخ	مرد	35 برس	شادی شدہ	طارق شیخ	بندوق	چچا	نواب شیخ، احمد پور، خیرپور میرس۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
03 جنوری	کنیز زینب شر	خاتون	۔	شادی شدہ	ثابت علی شر	بندوق	سابق منگیتر	گوٹھ سکھر شر، فیض گنج، خیرپور میرس۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
04 جنوری	صاعقہ کھوسو	خاتون	18 برس	شادی شدہ	رشید کھوسو	کلہاڑی	خاوند	ٹنڈو حیدر، حیدرآباد۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
04 جنوری	غلام شبیر کھوسو	مرد	۔	۔	رشید کھوسو	کلہاڑی	رشتے دار	ٹنڈو حیدر، حیدرآباد۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
04 جنوری	امینہ کنرانی	خاتون	۔	شادی شدہ	رضا محمد کنرانی	بندوق	خاوند	گوٹھ پنہل کنرانی، ٹھل، جیکب آباد	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
09 جنوری	فاطمہ دھاریجو	خاتون	18 برس	شادی شدہ	قمر نظیر دھاریجو	بندوق	رشتے دار	بانجی گوٹھ، پنو عاقل، سکھر۔ سندھ	۔	۔	۔	روزنامہ کاوش
10 جنوری	شریمتی تارہ	خاتون	30 برس	شادی شدہ	رائے چند کمار	کلہاڑی	خاوند	دھورونارو، عمرکوٹ۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
10 جنوری	ممتاز خاتوں	خاتون	۔	شادی شدہ	لطیف رند	۔	خاوند	لاڑکانہ۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
11 جنوری	پیروزاں باجکانی	خاتون	۔	شادی شدہ	قدرت اللہ باجکانی	بندوق	رشتے دار	گوٹھ پیارو باجکانی، تنگوانی، کشمور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
11 جنوری	منصب گجرانی	مرد	۔	۔	قدرت اللہ باجکانی	بندوق	۔	گوٹھ پیارو باجکانی، تنگوانی، کشمور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
15 جنوری	مومل شر	خاتون	۔	شادی شدہ	بشیر احمد شر	بندوق	خاوند	گوٹھ نور الدین شر، اوباوڑو، گھوٹکی۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
16 جنوری	شہزادی چانڈیو	خاتون	55 برس	شادی شدہ	عثمان چانڈیو	بندوق	خاوند	سائیٹ ایریا جونیجہ کالونی حیدرآباد۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
17 جنوری	علی حسن چانڈیو	مرد	۔	شادی شدہ	حبدار چانڈیو	بندوق	رشتے دار	رپڑی، گمبٹ، خیرپور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
18 جنوری	بخشل خاتوں جتوئی	خاتون	۔	شادی شدہ	جتون جتوئی اور ساتھی	کلہاڑی	خاوند	گونو جتوئی، رستم، شکارپور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
18 جنوری	صاحبہ	خاتون	30 برس	شادی شدہ	۔	بندوق	خاوند	تھرڑی، جیکب آباد۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
21 جنوری	صاحب خاتوں میرانی	خاتون	30 برس	شادی شدہ	دوندو میرانی	بندوق	خاوند	گوٹھ ب بھورو میرانی، غوثپور، کشمور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
23 جنوری	جلال جمالی	مرد	۔	شادی شدہ	مظفر بلوچ	بندوق	۔	دوڑ، نواب شاہ۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 25 دسمبر سے 25 جنوری تک 71 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 45 خواتین شامل ہیں۔ 36 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 9 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
28 دسمبر	۔	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	داتا دربار، لاہور	درج	۔	نیشن
28 دسمبر	ف	بچی	5 برس	غیر شادی شدہ	یونس، شعیب	اہل علاقہ	یار محمد کالونی، لاڑکانہ	درج	گرفتار	خبریں
28 دسمبر	ع	بچی	13 برس	غیر شادی شدہ	ارشاد	اہل علاقہ	اڈا رنگ شاہ، پاکپتن	درج	۔	نوائے وقت
29 دسمبر	۔	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	جاوید	اہل علاقہ	حدو کے، فیروز والا	درج	۔	نوائے وقت
29 دسمبر	فیصل	مرد	15 برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	گاؤں حیسو کی شیر، حجرہ شاہ مقیم	۔	۔	نوائے وقت
29 دسمبر	عدنان	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	سرفراز	اہل علاقہ	شورکوٹ	درج	۔	نوائے وقت
31 دسمبر	عبدالقدیر	بچہ	11 برس	غیر شادی شدہ	پھوڈل کٹپر	اہل علاقہ	گاؤں ٹگھاٹی۔صالح پٹ	۔	۔	کاوش اخبار
31 دسمبر	۔	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	منڈیالی برج، نارنگ منڈی	درج	۔	نوائے وقت
یکم جنوری	ر	خاتون	۔	۔	محسن پرویز، نذیر	اہل علاقہ	58/9 ایل، چیچہ وطنی	۔	۔	نوائے وقت
3 جنوری	معین	بچہ	8 برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	گرین ٹاؤن، لاہور	درج	۔	خبریں
3 جنوری	ع	خاتون	16 برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	منچن آباد	درج	۔	خبریں
3 جنوری	ص	خاتون	17 برس	۔	نامعلوم افراد	نامعلوم	سوبو دیرو ضلع خیر پور	درج	۔	کاوش اخبار
6 جنوری	بشیر احمد	بچہ	12 برس	۔	جام بھیل	اہل علاقہ	گوٹھ کریم بخش لوری۔ نبی سر روڈ ضلع عمرکوٹ	درج	۔	کاوش اخبار
6 جنوری	ع	خاتون	۔	۔	محمد دین، بابر، ریحان، حبیب، شکیل	۔	گاؤں چندراں کلراں، حجرہ شاہ مقیم	درج	۔	خبریں
6 جنوری	ش	خاتون	20 برس	۔	محمد دین، بابر، ریحان، حبیب، شکیل	اہل علاقہ	گاؤں چندراں کلراں، حجرہ شاہ مقیم	درج	۔	خبریں
6 جنوری	علی رضا	مرد	14 برس	غیر شادی شدہ	سعید احمد	معلم	مدینہ ٹاؤن، ننکانہ	درج	۔	نوائے وقت
6 جنوری	د	بچہ	11 برس	غیر شادی شدہ	کامران	اہل علاقہ	ڈسکہ	۔	۔	نوائے وقت
6 جنوری	ذ	بچہ	12 برس	غیر شادی شدہ	کامران	اہل علاقہ	ڈسکہ	۔	۔	نوائے وقت
6 جنوری	محمد اشفاق	بچہ	9 برس	غیر شادی شدہ	محمد خان	اہل علاقہ	میاں چنوں	درج	گرفتار	نوائے وقت
6 جنوری	حافظ معاویہ	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	عاشق، طاہر	اہل علاقہ	گاؤں ڈھول پھاڑ، قصور	۔	۔	خبریں
6 جنوری	رضوان احمد	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	عابد، خرم	اہل علاقہ	راؤ خانوالہ، قصور	۔	۔	نوائے وقت
7 جنوری	م	بچی	12 برس	غیر شادی شدہ	۔	۔	چک 62 ای جی، عارف والہ	۔	۔	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
7 جنوری	یاسین	بچہ	13 برس	غیر شادی شدہ	حسن، احمد	اہل علاقہ	نواں پنڈ، سیالکوٹ	درج	گرفتار	نوائے وقت
7 جنوری	ج	بچی	-	غیر شادی شدہ	عظیم	اہل علاقہ	ادریس نگر، ملکہ ہانس	-	-	نوائے وقت
8 جنوری	الف	بچی	7 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	میاں دادکوٹ، حافظ آباد	-	-	ایکسپریس ٹربیون
8 جنوری	م	خاتون	-	شادی شدہ	فخر حیات	اہل علاقہ	پنجری پور، اوکاڑہ	درج	-	نوائے وقت
8 جنوری	ر	خاتون	-	-	محمد یونس	بہنوئی	چک *289 ای بی، لگومنڈی	درج	-	نوائے وقت
8 جنوری	ج	خاتون	15 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	سرکلر روڈ، پسرور	-	-	نوائے وقت
8 جنوری	م	خاتون	18 برس	غیر شادی شدہ	ماجد، عبدالرشید	اہل علاقہ	میراں پور، مظفرگڑھ	درج	-	خبریں
9 جنوری	غلام عباس	بچہ	-	غیر شادی شدہ	کاشف	اہل علاقہ	کسووال	درج	گرفتار	نوائے وقت
8 جنوری	-	بچی	8 برس	غیر شادی شدہ	محمد اعظم	اہل علاقہ	چک نور، فیصل آباد	-	-	نیوز
8 جنوری	س	بچہ	13 برس	شادی شدہ	مراد، سچل، حنیف چانڈیو	اہل علاقہ	ذیل پاک کالونی، حیدرآباد	-	گرفتار	ایکسپریس ٹربیون
11 جنوری	عمران جلالی	مرد	17 برس	-	-	-	پنوعاقل ضلع سکھر	درج	-	کاوش اخبار
12 جنوری	ن	خاتون	-	شادی شدہ	رفیق	اہل علاقہ	بدومرادے، شیخوپورہ	درج	-	خبریں
12 جنوری	ک	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	راناٹاؤن، فیروزوالا	درج	-	نوائے وقت
13 جنوری	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	موہلنوال چوہنگ، لاہور	درج	-	جنگ
13 جنوری	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	رشتہ دار	موہلنوال چوہنگ، لاہور	درج	-	جنگ
13 جنوری	-	خاتون	20 برس	-	عمر، عابد	اہل علاقہ	بستی لنگارواں، شجاع آباد	درج	-	ایکسپریس
13 جنوری	ز	بچی	8 برس	غیر شادی شدہ	ارشد	بہنوئی	باغبانپورہ، لاہور	درج	گرفتار	نئی بات
13 جنوری	ر	بچی	7 برس	غیر شادی شدہ	فرمان	اہل علاقہ	چونگی امرسدھو، لاہور	درج	گرفتار	نوائے وقت
13 جنوری	س	بچی	9 برس	غیر شادی شدہ	صدام	اہل علاقہ	گاؤں ڈنگہ شمیر، حافظ آباد	درج	گرفتار	نوائے وقت
13 جنوری	آصف	مرد	-	غیر شادی شدہ	احسن، ذیشان، حمزہ حسین	اہل علاقہ	تھانہ کوٹ لدھا، قلعہ دیدار سنگھ، گوجرانوالہ	-	-	نوائے وقت
13 جنوری	محمد علی	مرد	14 برس	غیر شادی شدہ	عبیداللہ	اہل علاقہ	علامہ مشرقی پارک، شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت
13 جنوری	ص	خاتون	10 برس	-	-	اہل علاقہ	موہن جودڑو ضلع لاڑکانہ	درج	-	کاوش اخبار
14 جنوری	-	خاتون	19 برس	-	-	-	شیراکوٹ، لاہور	درج	-	نیشن
16 جنوری	مشرف علی	بچہ	13 برس	-	ماٹھومیوانی اور راجا بلوچ	اہل علاقہ	ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	-	-	کاوش اخبار
17 جنوری	ع	خاتون	-	غیر شادی شدہ	جاوید	چچا	قصبہ قبولہ، پاکپتن	-	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
17 جنوری	سلیمان	بچہ	ـ	غیر شادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	لاہور روڈ، فیروز والہ	ـ	ـ	نوائے وقت
17 جنوری	م ب	خاتون	ـ	ـ	منشی	اہل علاقہ	محلّہ نور پور پارک، ساہیوال	ـ	ـ	نوائے وقت
18 جنوری	ص	خاتون	ـ	ـ	علی زین	اہل علاقہ	موضع آبلے والا، چناب نگر	درج	ـ	نوائے وقت
19 جنوری	مولا بخش ملاح	بچہ	12 برس	ـ	پوڑیو، کرڑ، علو، نواز جاکرو	اہل علاقہ	جھوک شریف ضلع ٹھٹھہ	ـ	ـ	کاوش اخبار
19 جنوری	ذاکر علی لاشاری	بچہ	7 برس	ـ	شبیر جعفری	اہل علاقہ	گوٹھ شاہ محمد شاہ۔ تنگوانی ضلع جیکب آباد	ـ	ـ	کاوش اخبار
19 جنوری	سونیا	بچی	6 برس	غیر شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	محلّہ احمد آباد، سانگلہ ہل	ـ	ـ	خبریں
20 جنوری	ـ	خاتون	14 برس	غیر شادی شدہ	مختیار	اہل علاقہ	صفاں والا چوک، پھول نگر	ـ	ـ	نوائے وقت
20 جنوری	عثمان	بچہ	ـ	غیر شادی شدہ	حسنین	اہل علاقہ	رحمت آباد، سرگودھا روڈ	درج	ـ	نوائے وقت
20 جنوری	ک	بچی	10 برس	غیر شادی شدہ	سلیم	اہل علاقہ	سیالکوٹ روڈ، گوجرانوالہ	ـ	ـ	نوائے وقت
22 جنوری	ـ	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	محمد عظیم	اہل علاقہ	چک 541 ای بی، بورے والا	ـ	ـ	ایکسپریس
22 جنوری	ـ	خاتون	20 برس	غیر شادی شدہ	عتیق	اہل علاقہ	چک بستی میراج پورہ، پاکپتن	ـ	ـ	ایکسپریس
22 جنوری	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	عابد، ارشد	اہل علاقہ	دھوپ سڑی، ننکانہ	ـ	ـ	ایکسپریس
22 جنوری	ـ	خواجہ سرا	ـ	ـ	لیاقت، ظہور، صابر	اہل علاقہ	دیپالپور، اوکاڑہ	ـ	ـ	ایکسپریس
22 جنوری	ـ	خواجہ سرا	ـ	ـ	لیاقت، ظہور، صابر	اہل علاقہ	دیپالپور، اوکاڑہ	ـ	ـ	ایکسپریس
22 جنوری	ـ	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	نور احمد، عظمت	اہل علاقہ	راضی بہادر شاہ، اوکاڑہ	ـ	ـ	ایکسپریس
22 جنوری	ـ	خاتون	ـ	ـ	فاروق، خادم	اہل علاقہ	عبداللہ بستی، دیپالپور	ـ	ـ	ایکسپریس
23 جنوری	ش	بچی	8 برس	ـ	مولوی نو عالم	اہل علاقہ	بھٹائی کالونی سائٹ کوٹری ضلع جامشورو	درج	گرفتار	کاوش اخبار
23 جنوری	گ	بچی	13 برس	ـ	حسین احمد، قادر اور گلزار مکرانی	اہل علاقہ	ضلع گھوٹکی	درج	ـ	کاوش اخبار
23 جنوری	ش ب	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	عدنان، رضوان	اہل علاقہ جھنگ	ـ	ـ	ـ	نوائے وقت
23 جنوری	ز	خاتون	ـ	ـ	ببلو	اہل علاقہ	ساہیوال	ـ	ـ	نوائے وقت
23 جنوری	عبیداللہ	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	یوسف	اہل علاقہ	گاؤں مڑھ چھٹہ، حافظ آباد	ـ	ـ	نوائے وقت
24 جنوری	ـ	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	غلام نبی	اہل علاقہ	چک قادر پور منچن، پاکپتن	درج	ـ	نیوز
24 جنوری	ص	خاتون	ـ	شادی شدہ	فاروق بھٹی	اہل علاقہ	موضع بوہڑ باٹھ، افسیانوالہ	درج	ـ	خبریں
25 جنوری	م	بچی	5 برس	ـ	مقامی	اہل علاقہ	ضلع گھوٹکی	ـ	ـ	کاوش اخبار

صحت

قبائلی علاقوں میں انجیکشن کے ذریعے پولیومہم کا آغاز

پشاور پاکستان میں پہلی مرتبہ انجکشن کے ذریعے قبائلی علاقوں میں انسداد پولیومہم کا آغاز کر دیا گیا ہے۔فاٹا سیکرٹریٹ ذرائع کے مطابق قبائلی علاقوں میں انسداد پولیومہم انجکشن کے ذریعے کرانے کی مہم کے تحت پہلے مرحلے میں ایف آر بنوں کے سترہ ہزار تین سو 93 بچوں کو ٹیکے لگائے جائیں گے۔ذرائع کا کہنا ہے کہ 5 جنوری کو شروع ہونے والی مہم میں اب تک پانچ ہزار سے زائد بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگائے جا چکے ہیں۔پانچ روزہ انسداد پولیومہم 9 جنوری کو اختتام پذیر ہو گی۔ماہرین کا خیال ہے کہ قطروں کے مقابلوں میں انجکشن کے ذریعے پولیوویکسن دینا زیادہ موثر ہے۔اس طریقے میں انجکشن کے ذریعے غیر فعال پولیو وائرس جسم میں داخل کیے جاتے ہیں اور عام طور پر یہ کام کوئی طبی ماہر ہی سرانجام دیتا ہے۔پاکستان دنیا کے ان تین ممالک میں شامل ہے جہاں یہ بیماری اب بھی پائی جاتی ہے۔

(نامہ نگار)

سخت سیکیورٹی میں ایک روزہ انسداد پولیومہم

پشاور 18 جنوری کو خیبر پختونخوا کے دارالحکومت پشاور میں ایک روزہ خصوصی انسداد پولیومہم چلائی جارہی ہے۔مہم کے دوران 7 لاکھ سے زائد بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے پلانے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔اس دوران سیکیورٹی کے بھی سخت انتظامات کیے گئے ہیں۔محکمہ صحت کی جانب سے 4 جنوری کو پشاور میں معطل کی جانے والی ایک روزہ خصوصی پولیومہم 2 ہفتے بعد دوبارہ شروع کی گئی ہے۔پشاور کی 97 یونین کونسلوں میں 5 سال سے کم عمر کے 7 لاکھ سے زائد بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے پلانے کا ہدف رکھا گیا ہے۔واضح رہے کہ 2014 میں ملک میں 297 پولیو کیس سامنے آئے تھے جن میں سے اکثریت خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقوں سے رپورٹ ہوئے۔2014 میں سامنے آنے والے پولیو کیسز کی تعداد گزشتہ 10 سال میں سب سے زائد رہی ہے۔پاکستان میں رپورٹ ہونے والے 89 فیصد کیس خیبر پختونخوا اور فاٹا میں سامنے آئے ہیں، جو دنیا بھر میں سامنے آنے والے ایسے کیسوں کا 82 فیصد ہے۔

(نامہ نگار)

خصوصی افراد کے مسائل کے حل پر زور

گلگت بلتستان ویژن ویلفیئر فاؤنڈیشن گلگت بلتستان کے ایک نمائندہ وفد نے 27 جنوری کو ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے گلگت بلتستان ریجنل دفتر کا دورہ کیا اور کوآرڈینیٹر برائے گلگت بلتستان اسرار الدین اسرار صاحب کے ساتھ ملاقات کی۔اس ملاقات کے دوران گلگت بلتستان میں موجود خصوصی افراد کو درپیش مسائل اور مشکلات کے حوالے سے تفصیلی بات چیت کی گئی۔وفد کی جانب سے گلگت بلتستان انتظامیہ کی جانب سے خصوصی افراد کو زندگی کے تمام شعبوں میں یکسر نظر انداز کیے جانے پر شدید تحفظات کا اظہار کیا گیا۔اور بتایا گیا کہ علاقے میں موجود تعلیم یافتہ خصوصی نوجوانوں کو ملازمت کے مواقع سے دور رکھا جارہا ہے جس کی وجہ ان میں شدید مایوسی اور بے چینی پھیل رہی ہے۔اسرار الدین اسرار صاحب نے اس دوران بات چیت کرتے ہوئے علاقے میں موجود خصوصی افراد کے عزم و حوصلے کو سراہتے ہوئے اسے معاشرے کے دیگر افراد کے لیے مثالی قرار دیا۔انھوں نے خصوصی افراد کو یکجا کرنے اور ان کے مسائل کو حکام بالا تک پہنچانے میں کوشاں ویژن ویلفیئر فاؤنڈیشن گلگت بلتستان کی خدمات کو سراہا۔اسرار الدین اسرار صاحب نے نگران صوبائی حکومت پر زور دیا کہ خصوصی افراد کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کیے جائیں۔انہوں نے اس دوران وفد کے مطالبات کو جائز قرار دیتے ہوئے یہ باور کروایا کہ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان اپنے دائرے کار کے اندر رہتے ہوئے گلگت بلتستان میں موجود خصوصی افراد کے مسائل حل کروانے کے لیے ہر ممکن اقدام کرے گا۔وفد کی قیادت راقم الحروف کر رہے تھے

(ارشاد کاظمی)

ڈاکٹروں کی خالی اسامیاں پُر کی جائیں

فیصل آباد ایک سال سے زائد کا عرصہ گزرنے کے باوجود جنرل ہسپتال غلام محمد آباد اور جنرل ہسپتال سمن آباد میں سپیشلائزیشن کرنے والے پی جی ٹرینی ڈاکٹرز کی تعیناتی نہ ہو سکی۔ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی کمی کے باعث چیک اپ اور علاج کے لئے روزانہ آنے والے سیکڑوں مریضوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔سیکرٹری صحت کی جانب سے فیصل آباد میں قائم ہونے والے جنرل ہسپتال غلام محمد آباد اور سمن آباد میں سپیشلائزیشن کرنے والے بالترتیب پچیس پچیس پی جی ٹرینی ڈاکٹرز کی تربیت دینے کی منظوری دی گئی تھی لیکن ایک سال سے زائد کا عرصہ گزرنے کے باوجود اس پر عمل درآمد نہ کیا جاسکا۔ڈاکٹروں کی شدید کمی ہونے پر سیکڑوں مریض علاج معالجہ کے لئے خوار ہو رہے ہیں۔ڈاکٹروں کی کمی کے باعث یہاں آنے والے مریضوں کو اپنی باری کے لئے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔شہر کے بڑے سرکاری الائیڈ و سول ہسپتال میں درجنوں پی جی ٹرینی ڈاکٹرز بغیر معاوضہ کے کام کرنے پر مجبور ہیں۔اگر جنرل ہسپتال غلام محمد آباد اور سمن آباد میں پی جی ٹرینی کی نشستوں کو بحال کر دیا جائے تو بغیر معاوضہ کے کام کرنے والے ڈاکٹروں کو بھی روزگار کے مواقع میسر آسکیں گے۔اس سلسلہ میں ایم ایس جنرل ہسپتال غلام محمد آباد ڈاکٹر مسعود اقبال کا کہنا تھا کہ سیکرٹری ہیلتھ کی جانب سے پی جی ٹرینی کے لئے ڈاکٹروں کی منظوری دی گئی تھی لیکن ابھی تک کوئی ٹرینی نہیں بھجوایا گیا۔جنرل ہسپتال میں ڈاکٹروں کی شدید کمی ہے اس بارے میں مشیر صحت کو بھی آگاہ کیا گیا تھا۔اگر پی جی ٹرینی ہی مل جائیں تو کافی حد تک ڈاکٹروں کی کمی دور ہو سکتی ہے۔

(میاں نوید)

طبی سہولیات کی کمی

تورغر ضلع تورغر میں موجود صحت کے بنیادی مراکز میں طبی سہولیات کا شدید فقدان ہے۔سب سے بڑا مسئلہ ادویات کی عدم دستیابی کا ہے۔مزید برآں وہاں تعینات ڈاکٹرز ڈیوٹی نہیں دیتے جس کے باعث علاج معالجے کے لیے آنے والے مریضوں کو مایوس ہو کر واپس لوٹنا پڑتا ہے۔محکمہ صحت کی ضلعی انتظامیہ اپنے فرائض سے غفلت برت رہی ہے اور صوبائی حکام اس مسئلے کا نوٹس نہیں لے رہے۔

(محمد زاہد)

ادویات کا فقدان

تاندلیانوالہ تاندلیانوالہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں ادویات کی قلت کے باعث مریض مشکلات کا شکار ہو گئے۔تفصیلات کے مطابق تاندلیانوالہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں ایمرجنسی وارڈ اور آؤٹ ڈور میں ادویات کی شدید قلت کے باعث دور دراز سے آنے والے مریضوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔جہاں مریضوں سے منہ مانگے دام وصول کئے جاتے ہیں۔شہریوں کا ڈی سی او سے نوٹس کا مطالبہ ہے۔

(میاں نوید)

پندرہ ہزار والدین کا بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے سے انکار

اسلام آباد خیبر پختونخوا کے شہر پشاور میں پندرہ ہزار کے قریب والدین نے اپنے بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے سے انکار کر دیا ہے۔ابتدائی سرکاری رپورٹ کے مطابق پولیو کے قطرے پلانے کی مہم کے پہلے روز چودہ ہزار نو سو والدین نے اپنے بچوں کو اس وائرس سے بچاؤ کے قطرے دینے سے انکار کر دیا تھا۔تاہم حکام کا کہنا ہے کہ ماضی کی نسبت پولیو کے قطرے پلانے سے انکار کرنے والے والدین کی تعداد میں کمی واقع ہو رہی ہے۔پشاور میں جن بچوں کو اتوار کے روز قطرے پلائے نہیں جا سکے تھے انھیں یہ دوا دینے کے لیے ہیلتھ ورکرز اب بھی گھر گھر جا رہے ہیں۔پشاور میں سات لاکھ سے زیادہ بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے دینے کا ہدف رکھا گیا تھا جس کے لیے چار سو سے زائد ٹیمیں تشکیل دی گئی تھیں۔خیبر پختونخوا میں ای پی آئی کے فوکل پرسن ڈاکٹر امتیاز علی شاہ نے بتایا کہ اگرچہ اب بھی ایسے لوگ ہیں جو بچوں کو پولیو کے قطرے دینے سے انکار کرتے ہیں اور یہ لوگ پشاور کے مختلف علاقوں میں رہتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ ماضی کی نسبت اب اس رجحان میں کمی آ رہی ہے۔انھوں نے کہا کہ ماضی میں صفر اعشاریہ تین سے صفر اعشاریہ سات فیصد تک والدین تھے جو بچوں کو اس بیماری سے بچاؤ کے قطرے دینے سے انکار کرتے تھے اور اب یہ تعداد صفر اعشاریہ پانچ فیصد تک آ گئی ہے۔محکمہ صحت کے اعلیٰ حکام کا کہنا ہے کہ ایسے والدین کو راضی کرنے کے لیے کوششیں جاری ہیں لیکن اب تک کوئی موثر پیغام یا اشتہاری مہم ترتیب نہیں دی جا سکی جس سے لوگوں میں پولیو کے قطروں کی افادیت سے آگاہی پیدا کی جا سکے۔ایسی اطلاعات بھی ہیں کہ انکار کرنے والے والدین کی تعداد میں کمی بیشی آتی رہتی ہے۔کسی ایک مہم میں ان کی تعداد کم تو کبھی ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ماہرین کے مطابق انکار کرنے والے والدین اب بھی موجود ہیں اور وہ اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔گزشتہ ماہ چارسدہ میں نامعلوم افراد نے ایسے پمفلٹ بھی جاری کیے تھے جن میں کہا گیا تھا کہ یہ قطرے مضرِ صحت ہیں۔سرکاری حکام کہتے ہیں کہ یہ تاثر غلط ہے کہ اس ویکسین سے بانجھ پن ہو سکتا ہے بلکہ اس کا مقصد صرف اور صرف پولیو کے وائرس کو ختم کرنا ہے۔اس کے علاوہ انسداد پولیو کی ٹیموں کی حفاظت کے لیے بھی حکام کا کہنا ہے کہ بہتر منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔پاکستان میں دسمبر 2012 کے بعد سے اب تک حکام کے مطابق 70 سے زیادہ حملے ہو چکے ہیں ان میں سب سے زیادہ حملے خیبر پختونخوا میں ہوئے ہیں۔پاکستان سے اس سال اب تک پولیو کے 270 سے زیادہ مریض سامنے آئے ہیں جو اب تک کی سب سے زیادہ تعداد بتائی گئی ہے۔دنیا میں پاکستان پولیو کے حوالے سے ان تین ممالک میں سرفہرست ہے جہاں پولیو کا وائرس اب بھی موجود ہے۔بین الاقوامی سطح پر اس بارے میں تشویش پائی جاتی ہے۔اس سال سب سے زیادہ مریض پاکستان کے قبائلی علاقوں سے سامنے آئے ہیں جن کی تعداد 160 تک بتائی گئی ہے جبکہ خیبر پختونخوا سے اس سال اب تک 65 بچوں میں اس وائرس کی تصدیق ہو چکی ہے۔

(بی بی سی اردو)

تھیلیسیمیا کا شکار دس بچے ایڈز میں مبتلا

اسلام آباد تھیلیسیمیا کے مرض کا شکار پانچ سے 16 سال کی عمر کے دس بچوں میں مبینہ طور پر انفیکشن زدہ خون کی منتقلی سے ان کے ایڈز میں مبتلا ہونے کا انکشاف ہوا ہے۔اس بات کی تصدیق 3 دسمبر کو پاکستان تھیلیسیمیا فیڈریشن کی جنرل سیکریٹری ڈاکٹر یاسمین راشد نے کی۔انہوں نے ڈان کو بتایا کہ تمام بچوں کے ایچ آئی وی ٹیسٹ کیے گئے جس کی مثبت رپورٹ آئی تاہم میں کسی فرد واحد پر الزام عائد نہیں کرنا چاہتی کیونکہ پاکستان میں بے شمار لوگوں کو غیر محفوظ طریقے سے خون منتقل کیا جاتا ہے۔پاکستان انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (پمز) کے وائس چانسلر ڈاکٹر جاوید اکرم کے مطابق چھ بچوں کا تعلق جڑواں شہروں اسلام آباد اور راولپنڈی سے ہے۔انہوں نے بتایا کہ پمز ہسپتال نے متاثرہ بچوں کو مفت علاج اور بون میرو ٹرانس پلانٹ کی فراہمی کی پیشکش کی ہے۔تھیلیسیمیا خون کی موروثی بیماری ہے اور یہ والدین کی جینیاتی خرابی کے باعث اولاد میں منتقل ہوتی ہے، اس مرض میں جسم میں ہوموگلوبن کی پیداوار بند ہو جاتی ہے۔اس مرض کا شکار مریض کو مستقل سرخ خون کے خلیات کی ضرورت پڑتی ہے۔ڈاکٹر یاسمین نے ڈان کو مزید بتایا کہ میں یہ خبر سن کر دنگ رہ گئی، میں نے دس سال قبل خون کی منتقلی کے ایکٹ کے نفاذ کے لیے کوششیں کی تھیں لیکن ان قوانین کا نفاذ نہ ہو سکا جس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں لوگوں کو ناقص خون منتقل کیا جاتا ہے اور وہ ایڈز، ہیپاٹائٹس سمیت متعدد خطرناک بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ بیماریوں سے بچاؤ کے لیے ہر قسم کے خون کی منتقلی سے قبل اس کا باقاعدہ صحیح معائنہ ہونا چاہیے۔اس موقع پر انہوں نے تسلیم کیا کہ تھیلیسیمیا کا شکار لوگ اس طرح کے واقعات کا زیادہ شکار ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اکثر مختلف جگہوں سے خون کی منتقلی کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔پمز کے وائس چانسلر ڈاکٹر جاوید اکرم نے مطالبہ کیا کہ معاملے کی حساسیت کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت کو فوری طور پر اقدامات کرنے چاہئیں۔انہوں نے کہا کہ نجی کلینک اور دیگر ادارے موت بانٹ رہے ہیں اور انہیں فوری طور پر روکنے کی ضرورت ہے، مجھے خطرہ ہے کہ اس سے مزید لوگ متاثر ہو سکتے ہیں۔تھیلیسیمیا سے آگاہی اور خاتمے کے لیے پاکستان میں قائم تنظیم (ٹی اے پی پی) کی صدر عائشہ عابد بھی اس واقعے پر بہت افسردہ نظر آئیں۔انہوں نے ڈان سے گفتگو میں کہا کہ تھیلیسیمیا کے مریضوں کے لیے خون زندگی ہے، انہیں ایک ماہ میں ایک سے تین مرتبہ خون کی منتقلی کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے، ان کے والدین کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ منتقل کیا جانے والا خون ٹیسٹ شدہ ہے۔نیشنل ہیلتھ سروسز کی وزیر سائرہ افضل تارڑ نے ڈان کو بتایا کہ انہوں نے ڈی جی صحت کو اس حوالے سے تفصیلی رپورٹ جمع کرانے کی ہدایت کر دی ہے اور واقعے کے ذمہ داران کا پتہ لگانے کے لیے کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔اس موقع پر انہوں نے وعدہ کیا کہ غیر رجسٹرڈ شدہ بلڈ بینک اور غیر ٹیسٹ شدہ خون بیچنے والوں کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

(بشکریہ ڈان اردو)

ہیلتھ ورکرز کا احتجاج

حیدرآباد 7 نومبر کو سپریم کورٹ اور وفاقی حکومت کے احکامات نظر انداز کیے جانے کے خلاف لیڈی ہیلتھ ورکرز کی بڑی تعداد نے سول لائن میں واقع پروفیشنل کوآرڈینیٹر برائے نیشنل پروگرام پرائمری ہیلتھ کیئر اینڈ فیملی پلاننگ سندھ کے دفتر کے سامنے احتجاج مظاہرہ کیا۔اس موقع پر لیڈی ہیلتھ ورکرز رہنما صدیقہ مظفر نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کنٹریکٹ پر کام کرنے والی لیڈی ہیلتھ ورکرز کو مستقل نہ کرنا اور 10 ہزار روپے رشوت مانگنا، اعلیٰ عدلیہ کے احکامات کی خلاف ورزی اور توہین عدالت ہے۔انہوں نے کہا کہ پی سی سندھ روشن بھٹی نے ٹنڈو الہ یار کی 560 لیڈیز ہیلتھ ورکرز سے فی آرڈر دس ہزار روپے رشوت طلب کی جا رہی ہے۔انہوں نے مطالبہ کیا کہ ٹنڈو الہ یار کی تمام لیڈی ہیلتھ ورکرز کو آفر آرڈر جاری کیے جائیں۔مظاہرین نے کہا کہ لیڈی ہیلتھ ورکرز دیانتداری اور جانفشانی کے ساتھ اپنے فرائض ادا کر رہی ہیں اور شہریوں کو صحت کی سہولیات فراہم کر رہی ہیں۔لہذا انہیں مستقل نہ کرنا ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔

(لالہ عبدالحلیم)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

ہیڈ کانسٹیبل سمیت چار افراد ہلاک

ڈیرہ اسماعیل خان 15 جنوری کو خیبر پختونخوا کے جنوبی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے پولیس کے ہیڈ کانسٹیبل کو دو بھائیوں اور ایک ساتھی سمیت ہلاک کر دیا ہے۔ پولیس کے مطابق یہ واقعہ بعد مغرب ڈیرہ اسماعیل خان کے محلّہ حیات اللہ میں پیش آیا۔ پولیس کے مطابق نامعلوم افراد نے اے ایس آئی قیصر جہاں کے گھر پر دستک دی اور ان پر گیٹ کے قریب فائرنگ کی۔ اس موقعے پر قیصر جہاں کے دو بھائی عنصر جہاں اور خرم جہاں کے علاوہ ان کے گھر پر کام کرنے والا مستری الطاف عرف کاکا موجود تھے۔ حملہ آوروں نے ان تینوں کو بھی فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ پولیس کا کہنا تھا کہ قیصر جہاں انتہائی قابل پولیس اہلکار تھے اور انھوں نے ٹارگٹ کلنگ کے کئی واقعات کی کامیاب چھان بین کی تھی جس وجہ سے انھیں دھمکیاں موصول ہو رہی تھیں۔ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا اس وقت ان کے مکان میں مرمت کا کام ہو رہا تھا۔ پولیس اہلکاروں نے بتایا کہ دو حملہ آور موٹر سائیکل پر آئے اور مکان کی دہلیز ہی سے فائرنگ شروع کر دی۔ موقعے سے نائن ایم ایم کی گولیاں ملی ہیں۔ ایسی اطلاعات بھی ہیں کہ حملے کے وقت دستی بم بھی پھینکا گیا تھا لیکن پولیس نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ اس حملے کے بعد علاقے میں سخت خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔

(نامہ نگار)

اٹھا کر غائب کر دیا گیا

پسنی 25 دسمبر کو پسنی کے علاقے میں سکیورٹی فورسز کی جانب سے سرچ آپریشن کیا گیا۔ اس دوران گاؤں ترانی شادی کور بازار میں سکیورٹی فورسز کے اہلکاروں دس افراد کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ ان تمام دس افراد کو جو ابھی تک لاپتہ ہیں ان کے اہل خانہ کے مطابق یہ تمام افراد پیشے کے لحاظ سے کسان اور مزدور ہیں۔ ان کا کسی پارٹی یا سیاسی مذہبی جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کے اہل خانہ نے مطالبہ کیا کہ ان بے گناہ افراد کو جلد از جلد بازیاب کیا جائے۔ اور اگر ان کے خلاف کوئی ثبوت ہے تو ان کو عدالت میں پیش کر کے ان کا ٹرائل کیا جائے۔

(نامہ نگار)

گاڑی کے قریب دھماکہ، ایک سیکورٹی اہلکار ہلاک

سبی یکم جنوری کو سبی میں جاکر روڈ پر ہرنائی پھاٹک پر سیکورٹی فورسز کی گاڑی کے قریب دھماکا ہوا، دھماکے میں 5 اہلکار زخمی ہوئے تھے جن میں ایک اہلکار زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہلاک ہوا جبکہ دیگر 4 کو طبی امداد دی جا رہی ہے۔ ڈی پی او انوار کھیتران نے بھی سیکورٹی اہلکار کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے۔ انوار کھیتران کا کہنا تھا کہ زخمی ہونے والے 4 اہلکاروں کو سی ایم ایچ (کمبائنڈ ملٹری اسپتال) منتقل کر دیا گیا ہے، جہاں زخمیوں کو طبی امداد دی جا رہی ہے۔ ڈی پی او کا کہنا تھا کہ زخمیوں میں 2 اہلکاروں کی حالت نازک ہے۔ دھماکے کے حوالے سے تصدیق نہ ہو سکی کہ یہ کس قسم کے بارودی مواد سے کیا گیا جبکہ فوری طور پر کسی کی بھی جانب سے دھماکے کی ذمہ داری قبول نہیں کی۔ واضح رہے کہ بلوچستان کے مختلف علاقے شورش کا شکار ہیں جس میں عسکریت پسندوں کی جانب سے سیکورٹی اہلکاروں کی گاڑیوں، سرکاری تنصیبات، گیس پائپ لائنز اور ریلوے ٹریک کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ (ڈان اردو)

ایف سی چیک پوسٹ پر حملہ، 7 اہلکار ہلاک

کوئٹہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے ضلع لورالائی میں فرنٹیئر کور کے ایک کیمپ پر حملہ ہوا ہے جس میں سات ایف سی اہلکار ہلاک ہو گئے ہیں۔ کوئٹہ میں ایف سی کے ذرائع نے بتایا ضلع لورالائی کے علاقے میں بڑی تعداد میں شدت پسندوں نے فرنٹیئر کور کی چیک پوس پر حملہ کیا۔ ایف سی ذرائع کا کہنا ہے کہ 11 جنوری کو چچلو چیک پوسٹ پر حملے کے نتیجے میں سات ایف سی اہلکار ہلاک ہوئے ہیں۔ ذرائع کا کہنا تھا کہ اس حملے میں ایف سی کی جانب سے جوابی کارروائی میں متعدد حملہ آور بھی زخمی ہوئے ہیں۔ ایف سی نے اس حملے کے بعد شدت پسندوں کا تعاقب جاری ہے۔ یاد رہے کہ کچھ روز قبل قلعہ سیف اللہ میں انتظامیہ کے ایک اہلکار نے بتایا کہ ایئر فورس کے ملازم کو نامعلوم افراد نے گولی مار کر ہلاک کیا تھا۔ ہلاکت کے بعد اس کی لاش گوال اسماعیل زئی کے علاقے میں پھینکی گئی تھی۔ مارا جانے والا ایئر فورس کا اہلکار ان دس مغویوں میں شامل تھا جنھیں کوئٹہ اور ژوب کے درمیان سفر کے دوران قلعہ سیف اللہ سے اغوا کیا گیا تھا۔ اہلکار نے بتایا کہ ہلاک کیے جانے والے ائیر فورس کے ملازم کی جیب سے ایک پرچی ملی ہے جس کے مطابق اسے ہلاک کرنے کی ذمہ داری کالعدم تحریک طالبان نے قبول کی ہے۔ اس سے قبل فرنٹیئر کور کی سرچ آپریشن کے دوران ایک جھڑپ میں چار عسکریت پسند اور ایف سی کا ایک اہلکار ہلاک ہو گیا ہے۔ فرنٹیئر کور بلوچستان کے مطابق یہ سرچ آپریشن ضلع خضدار کے علاقے مشکے سناڑی میں کیا گیا۔ (نامہ نگار)

دھماکہ خیز مواد پھٹنے سے سکیورٹی اہلکار ہلاک

پارا چنار 14 جنوری کو افغان سرحد کے قریب لوئر کرم ایجنسی کے علاقے شہید انو ڈنڈ میں سکیورٹی فورسز کی گاڑی پر بارودی سرنگ کے دھماکے میں دو اہلکار ہلاک جبکہ تین زخمی ہو گئے۔ سرکاری ذرائع اور پولیٹیکل حکام کے مطابق لوئر کرم ایجنسی میں پاک افغان سرحد کے قریب شہید انو ڈنڈ میں نواب شہید چیک پوسٹ کے قریب دہشت گردوں نے کچے راستے میں بارودی سرنگ نصب کر رکھی تھی کہ اس دوران وہاں سے گزرنے والی فورسز کی گاڑی بارودی سرنگ سے ٹکرا گئی جس کے نتیجے میں گاڑی مکمل تباہ ہو گئی اور اس میں سوار دو اہلکار موقع پر اور تین شدید زخمی ہو گئے جنہیں سی ایم ایچ ٹل پہنچا دیا گیا۔ دھماکے کے بعد فورسز نے علاقے کو گھیرے میں لے کر دہشت گردوں کی تلاش شروع کر دی۔

(محمد حسن)

پٹرول پمپ کے ملازم پر پولیس کا تشدد

سکردو سکردو پولیس کے اہلکاروں نے 25 جنوری کو پٹرول پمپ کے ملازم کو تھانے لے جا کر تشدد کا نشانہ بنایا۔ 20 سالہ محمد اشرف حیدر فلنگ اسٹیشن پر ڈیوٹی کر رہا تھا کہ تھانہ سکردو کی گاڑی میں سوار ڈرائیور لیاقت نے حاجی حبیب اینڈ برادرز پٹرول پمپ کی پرچی دے کر رقم ادا کرنے کو کہا جس پر ملازم اشرف نے پولیس اہلکار کو بتایا کہ یہ ان کے پٹرول پمپ کی پرچی نہیں ہے لہٰذا وہ رقم ادا نہیں کر سکتا جس پر پولیس اہلکار طیش میں آیا اور ملازم کو زبردستی گاڑی میں ڈال کر تھانے لے گیا جہاں پر ایس ایچ او جعفر حسین سمیت کئی پولیس اہلکاروں نے محمد اشرف کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔ بعد ازاں پٹرول پمپ کے مالک ایڈوکیٹ علی حیدر نے تھانے پہنچ کر ملازم کو رہائی دلائی۔ اس واقعہ کے خلاف پمپ مالک نے ایس پی سکردو کو بھی درخواست دی لیکن ایس پی سکردو نے خاموش رہنے کو کہا بصورت دیگر پمپ مالکان کے خلاف ایف آئی آر کرنے کی دھمکیاں دیں۔ پمپ مالکان نے آئی جی پولیس سے نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔

(وزیر مظفر)

اقلیتیں

احمدی عبادت گاہ پر حملے کے مجرم کو سزائے موت

لاہور لاہور میں انسدادِ دہشت گردی کی خصوصی عدالت نے ساڑھے چار برس قبل احمدیوں کی عبادت گاہ پر حملے کے جرم میں ایک حملہ آور کو سزائے موت جبکہ دوسرے کو عمر قید کی سزا سنائی ہے۔ یہ حملہ 28 مئی 2010 کو ماڈل ٹاؤن کے علاقے میں واقع عبادت گاہ پر کیا گیا تھا۔ ماڈل ٹاؤن کے علاوہ حملہ آوروں نے گڑھی شاہو میں بھی ایک عبادت گاہ پر حملہ کیا تھا اور ان دونوں حملوں میں 87 افراد ہلاک اور 100 سے زیادہ زخمی ہوئے تھے۔ گڑھی شاہو میں عبادت گاہ پر حملہ کرنے والے دو حملہ آور پولیس مقابلے میں ہلاک ہو گئے تھے جبکہ ماڈل ٹاؤن میں حملہ کرنے والے تین میں سے ایک دہشت گرد کو ہلاک کر دیا گیا تھا جبکہ دو دہشت گردوں معاویہ اور عبداللہ عرف محمد کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔ معاذ نے اس کارروائی کے دوران خودکش حملہ کرنے کی بھی کوشش کی تھی لیکن وہ اس کوشش میں شدید زخمی ہو گیا تھا۔ وکیلِ استغاثہ رائے آصف نے بی بی سی اردو کو بتایا کہ 17 جنوری کو انسدادِ دہشت گردی کی عدالت کے جج نے معاویہ کو سات بار سزائے موت، دو مرتبہ عمر قید کی سزا دینے کا حکم دیا جبکہ عبداللہ کو کم عمر ہونے کی وجہ سے نو مرتبہ عمر قید کی سزا سنائی۔ اس کے علاوہ دونوں مجرمان کو 33،33 لاکھ روپے جرمانہ بھی ادا کرنا ہوگا۔ لاہور پولیس نے قتل، اقدامِ قتل اور انسدادِ دہشت گردی ایکٹ کے علاوہ دیگر فوجداری دفعات کے تحت ان دونوں عبادت گاہوں پر حملوں کے الگ الگ مقدمات درج کیے تھے۔ تھانہ ماڈل ٹاؤن میں درج مقدمے میں عبداللہ عرف محمد اور معاویہ نامزد ملزم تھے جبکہ دیگر ملزم نامعلوم لکھے گئے تھے۔ گڑھی شاہو کی عبادت گاہ پر حملے کے سلسلے میں چھ نامعلوم افراد کے خلاف درج کروایا گیا تھا۔ احمدیوں کی دونوں عبادت گاہوں پر مسلح حملہ آوروں نے جمعے کی دوپہر اس وقت حملے کیے تھے جب بڑی تعداد میں لوگ عبادت کے لیے جمع تھے۔ مقامی پولیس حکام کے مطابق تین مسلح افراد نے ماڈل ٹاؤن کے سی بلاک میں واقع احمدی عبادت گاہ جبکہ اسی دوران پانچ سے چھ مسلح افراد گڑھی شاہو میں واقع عبادت گاہ میں گھسے اور وہاں موجود افراد پر فائرنگ کی اور انہیں یرغمال بنا لیا۔ اس دور میں پنجاب کے وزیرِ قانون رانا ثناء اللہ خان نے ایک نجی ٹی وی چینل کے پروگرام میں کہا تھا کہ لاہور میں ہونے والے حملے سکیورٹی اداروں کی کوتاہی کا نتیجہ ہیں اور یہ کہ حملہ آوروں کی تعداد چھ کے قریب تھی اور وہ جنوبی اور شمالی وزیرستان سے دس روز قبل لاہور آئے تھے۔

(بی بی سی اردو)

فائرنگ سے ایک شخص ہلاک

جھل مگسی جھل مگسی کے صدر مقام گنداوہ میں یکم جنوری کو گنداوہ سٹی کے ایس ایچ او غلام علی کنرانی معمول کی گشت پر معمور تھا کہ گنداوہ بس سٹاپ پر مسلح شخص اس سے ملا جس کو ایس ایچ او نے ہتھیار پولیس کے حوالے کرنے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ انکار کرنے پر دونوں طرف سے فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ ایک پولیس اہلکار محمد شریف لاشاری پولیس کی فائرنگ سے مارا گیا۔ بہادر خان کے ورثاء نے بتایا کہ بہادر خان ملازم تھا اور ہر شام کو ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر آتا تھا۔ اس کے پاس اسلحہ نہیں تھا۔ ایس ایچ او گنداواہ نے پس پردہ کسی کے کہنے بہادر خان کو ہلاک کر دیا اور پولیس اہلکار اپنے پولیس اہلکاروں کی فائرنگ سے ہلاک ہوا ہے۔ مقتول بہادر خان لاشاری کے ورثاء نے عدالت میں کیس کرنے کا کہنا کیونکہ پولیس نے ایس ایچ او گنداواہ کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کر دیا۔ واضح رہے کہ گنداواہ میں انتظامیہ اور پولیس بااثر افراد کے دباؤ کا شکار ہے۔ علاوہ ازیں ڈی ایس پی ہی پی پی او کے فرائض بھی انجام دے رہا ہے جو کہ قانون کے خلاف ہے۔ لوگوں کا مطالبہ ہے کہ گنداوہ میں سینئر پولیس آفیسر کو تعینات کیا جائے۔ (رحمت اللہ)

25 افراد کے قتل کا جرگہ

شکارپور ضلع شکارپور کی تحصیل خانپور کی حدود تھانہ کوٹ شاہو کے نواحی گاؤں خیسو (بڑانی) جتوئی میں کئی سال سے جتوئی برادری اور اربیلو کے مابین جاری خونی تنازع کا تصفیہ سابق ایم این اے ڈاکٹر ابراہیم خان جتوئی کی قیادت میں ہوا۔ جس میں مشیر کے طور پر کریم ڈنو بڑانی جتوئی شریک ہوئے۔ جرگے کے قائد نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مجموعی طور پر فریقین پر 25 خون ثابت کئے۔ دونوں فریقین کے بیانات سننے کے بعد مجموعی طور پر 2 کروڑ 52 لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا گیا۔ جرگے میں فی مرد کے خون کا جرمانہ 8 لاکھ روپے اور خاتون کے قتل کا جرمانہ 16 لاکھ روپے عائد کیا گیا، جن میں اربیلو بڑانی جتوئی فریق پر 5 خواتین اور 10 مردوں کا قتل ثابت ہونے پر ایک کروڑ 60 لاکھ روپے، سابقہ تصفیہ کے 13 لاکھ روپے مجموعی طور پر ایک کروڑ 73 لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا گیا۔ بڑانی جتوئی فریق پر 9 افراد اور ایک بچی کا قتل ثابت ہونے پر 88 لاکھ روپے جرمانہ سابقہ تصفیہ کے 4 لاکھ روپے مجموعی طور پر 92 لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا گیا۔ گذشتہ 4 سالوں میں ایک بچی، 5 خواتین اور 19 مردوں کو قتل کیا گیا، جس میں پہلے جرگے میں اربیلو کے گروہ کے 3 خون اور ایک زخمی ہوا تھا، اور لنو کے گروہ کا ایک خون شامل تھا۔ واضح رہے کہ تصفیے میں کچھ سال پہلے ہونے والے فیصلے کو برقرار رکھا گیا ہے۔ (شاکر جمالی)

بم دھماکے میں ایک شخص جاں بحق

کوئٹہ کوئٹہ کے علاقے سریاب روڈ پر دھماکے کے نتیجے میں ایک شخص ہلاک جبکہ ایک زخمی ہو گیا۔ 5 جنوری کو سریاب روڈ کے علاقے موسیٰ کالونی میں واقع ریلوے ٹریک کو نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی جو کہ ناکام ہو گئی۔ دھماکے کی شدت بہت زیادہ تھی جس کے باعث سریاب روڈ کا علاقہ لرز اٹھا۔ پولیس اور فرنٹیئر کور کی بھاری تعداد جائے وقوع پر پہنچ گئی۔

(نامہ نگار)

دہشت گردوں نے اغواء کر کے قتل کر دیا

قلعہ سیف اللہ قلعہ سیف اللہ کے علاقے تنگہ سے تحریک طالبان بلوچستان سے تعلق رکھنے والے دہشت گردوں نے 9 افراد کو اغواء کیا تھا۔ جس کے تین روز بعد 7 جنوری کو انہوں نے مغوی لیاقت علی کو قتل کر کے اس کی نعش پھینک دی۔ مقتول پاکستان فضائیہ کا ملازم تھا۔ طالبان نے ایک تحریری پرچی بھی پھینکی۔ جس میں انہوں نے فوجی عدالتوں کے قیام پر حکومت کو تلخ نتائج بھگتنے کی دھمکی دی۔

(جلال کاکڑ)

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط

2015ء کا پہلا پولیو کیس

اسلام آباد قومی ادارہ صحت (این آئی ایچ) کی ویرولوجی لیب نے 17 جنوری کو 2015 کے پہلے پولیو کیس کی تصدیق کر دی۔ وزارت برائے نیشنل ہیلتھ سروسز (این ایچ ایس) کے ایک عہدے دار نے بتایا اگرچہ نئے سال کا پہلا کیس سامنے آ چکا ہے لیکن اب بھی لیبارٹری میں 2014 کے کچھ ٹیسٹوں کے نتائج آنا باقی ہیں، جس کی وجہ سے پولیو کیسز کی تعداد بڑھنے کا خدشہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ تین جنوری کو خیبر پختونخوا کے علاقے ٹانک میں ایک بچہ سے اکھٹے کیے جانے والے نمونہ میں پولیو وائرس کی تصدیق ہوئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ کچھ ٹیسٹ ہو رہے ہیں اور ان کے بارے میں اگلے ایک، دو ہفتوں میں تصدیق ہو جائے گی، تاہم کچھ دوسرے کیسوں میں ضروری نمونے جمع کرنے کے بعد نتائج ایک مہینے میں آئیں گے۔ دوسری جانب، بل اینڈ ملنڈا گیٹس فاؤنڈیشن کے چار رکنی وفد نے پاکستان اور افغانستان کیلئے سینئر مشیر ڈاکٹر وقار اجمل کی قیادت میں پی ٹی آئی کے سیکریٹری جنرل جہانگیر ترین سے اسلام آباد میں ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔ ملاقات سے آگاہ ذرائع کے مطابق، خیبر پختونخوا کے سیکریٹری صحت شہرام خان ترا کئی اور صوبائی وزیر تعلیم عاطف خان بھی اس موقع پر موجود تھے۔ وفد نے پولیو کے خلاف لڑائی میں پی ٹی آئی کی زیر قیادت صوبائی حکومت سے موثر انداز میں سرگرم ہونے کی درخواست کی، کیونکہ پاکستان میں رپورٹ ہونے والے 89 فیصد کیس خیبر پختونخوا اور فاٹا میں سامنے آئے ہیں، جو دنیا بھر میں سامنے آنے والے ایسے کیسوں کا 82 فیصد ہے۔ ایک افسر نے ڈان کو بتایا کہ جہانگیر ترین نے وفد کو صوبے میں پولیو کے خلاف لڑائی میں پی ٹی آئی کی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔ خیال رہے کہ سات روزہ دورہ پر پاکستان آیا وفد وزیر اعظم نواز شریف اور پی ٹی آئی سربراہ عمران خان اور سندھ کے وزیر اعلی سے بھی ملاقاتیں کرے گا۔

(ڈان اردو)

سڑک کی مرمت کا مطالبہ

بصیرپور حجرہ شاہ مقیم روڈ کی گزشتہ دس سال سے مرمت نہ ہونے کی وجہ سے سڑک بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے۔ اس سڑک کے ساتھ قصبے اور دیہات منسلک ہیں۔ اس سڑک کی خراب صورت کی وجہ سے مقامی شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ اس سڑک کی کل لمبائی بائیس کلو میٹر ہے جبکہ بصیر پور تا جرشاہ مقیم بائیس کلو میٹر کا سفر دو گھنٹوں مں طے ہوتا ہے۔ سڑک کی خراب صورتحال کی وجہ سے سفر کرنے والی مسافر بسوں اور گاڑیوں کی ٹوٹ پھوٹ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ رات کے اوقات میں گاڑیوں کی سست رفتاری کی وجہ سے اکثر اوقات ڈاکو ان کو لوٹ لیتے ہیں۔ مقامی شہریوں نے مذکورہ سڑک کی خراب حالت کی اصلاح کے لیے متعدد درخواستیں دی ہیں۔ تاہم اس سڑک کی تعمیر و مرمت کا کام تا حال شروع نہیں ہو سکا ہے۔ محمد قاسم نے بتایا کہ بصیر پور تا حجرہ شاہ سڑک گزشتہ دس سالوں سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے تاہم اس سڑک کی مرمت کی طرف کوئی دھیان نہیں دی جا رہا ہے۔ ڈسٹرکٹ آفیسر محکمہ شاہرات حکومت پنجاب اوکاڑہ نے بتایا کہ بصیر پور حجرہ شاہ مقیم سڑک کی مرمت کے لیے تا حال فنڈز دستیاب نہیں ہیں۔ فنڈز کی وصولی پر کام شروع ہو سکے گا۔

(اصغر حسین حماد)

بجلی کی طویل لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ

پاراچنار پاراچنار کے 132 کے وی لائنوں پر 22 گھنٹے سے زیادہ بجلی کی لوڈ شیڈنگ نے ضروریات زندگی مفلوج کر دیا گیا۔ علاقے کے تمام بجلی سے منسلک کاروبار بند اور ہزاروں محنت کش بیروزگار ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ ٹیوب وغیرہ کی بندش سے پانی کی قلت کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ سمال انڈسٹری کے مالکان نے بتایا کہ ماہانہ بجلی کے بلوں کے ادائیگی کے باوجود انہیں بجلی کی طویل لوڈ شیڈنگ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

(عظمت علی)

گلیوں کی تعمیر کا کام ادھورا

ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلعی انتظامیہ کے زیر اہتمام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ٹوبہ ٹیک سنگھ محلّہ بخشی پارک کی گلیوں کی تعمیر نو کا منصوبہ شروع کیا گیا جس کے دوران ٹھیکیدار نے مذکورہ گلیوں کا سولنگ اکھاڑنے کے بعد گلیوں میں پتھر تو ڈال دیا لیکن باقی کام مکمل کیے بغیر ہی غائب ہو گیا۔ گلیوں کی تعمیر مکمل نہ ہونے کے باعث اہل علاقہ کو ا؟ مد و رفت میں شدید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مشکلات کا شکار شہریوں نے ترقیاتی کام مکمل نہ ہونے پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ اکھاڑی جانے والی گلیوں کی تعمیر جلد از جلد مکمل کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں جبکہ کام ادھورا چھوڑنے والے ٹھیکیدار اور متعلقہ افسران کے خلاف بھی کارروائی کی جائے۔

(اعجاز اقبال)

ہاریوں کی بازیابی

عمرکوٹ یکم دسمبر 2014ء سے لے کر 31 دسمبر 2014ء تک سیشن کورٹ اور ایڈیشنل سیشن کورٹ عمرکوٹ کے حکم پر مختلف علاقوں کی پولیس نے مختلف زمینداروں کی زرعی زمینوں پر چھاپے مار کر جبری مشقت کے لئے قید و بند متعدد ہاریوں کو بازیاب کروایا۔ عدالت نے بیان کے بعد آزاد ہونے والے تمام ہاریوں کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت دے دی۔ 04 دسمبر کو بودر فارم پولیس نے دیھہ 26 ہیرل کے زمیندار خادم پڑہیار کی زمین سے کولہی قبیلے کے چھ ہاری افراد کو بازیاب کرایا۔ 10 دسمبر کو چھور پولیس نے گوٹھ شیر خان منگریو کے زمیندار شیر خان منگریو کی زمین سے چھ ہاری افراد کو بازیاب کرایا۔ 17 دسمبر کو پولیس نے علاقے کے زمیندار ساجد پنجابی کی زمین سے بھیل قبیلے کے 23 ہاری افراد کو بازیاب کرایا۔ 18 دسمبر کو سامارو پولیس نے زمیندار صدیق پنجابی کی زمین سے کولہی قبیلے کے 49 ہاری افراد کو بازیاب کرایا۔ ہاریوں کے مطابق زمیندار کے کارندے لیاقت پنجابی انہیں جسمانی تشدد کا نشانہ بناتا تھا۔ 22 دسمبر کو پولیس نے علاقے کے زمیندار مقبول آرائیں کی زمین سے خاصخیلی قبیلے کے 7 ہاری افراد کو بازیاب کرایا۔ 29 دسمبر کو سامارو پولیس نے زمیندار عبدالستار کپری کی زمین سے کولہی برادری کے چھ ہاری افراد کو بازیاب کرالیا۔ 30 دسمبر کو بودر فارم پولیس نے زمیندار شفیع محمد لاشاری کی زمین سے کولہی قبیلے کے 18 ہاری افراد کو بازیاب کرایا۔

(اوکھومل)

Of the 21 IED explosions recorded in the selected districts of Balochistan in 2014, the highest number (9) occurred in Quetta, followed by the nearby Mastung district (4) and Khuzdar (2).

As many as 71 IED blasts were reported from FATA in 2014. These included 20 such explosions in Khyber Agency and 18 in Bajaur. While many of the IEDs targeted or at least appeared to be attempts to target security forces, several of these blasts targeted civilians, including women and children. The victims included many residents in various parts of FATA, including some travelling on foot or in vehicles, who were going to buy groceries.

The highest number of IED explosions in KP was reported from Peshawar (9) followed by Bannu (7), Dera Ismail Khan (5) and Hangu (4).

IED explosions in FATA in 2014	
District	**Frequency**
Khyber	**20**
Bajaur	**18**
South Waziristan	**9**
Kurram	**9**
North Waziristan	**7**
Orakzai	**5**
Mohmand	**3**
Total	**71**

The extent of use of landmines, IEDs and other lethal weapons in areas with large civilian population, which has frequently fallen prey in such explosions, is exceedingly alarming.

Military operations in many of these areas continue or have been concluded. While in some of these areas, restrictions have been imposed on the sale and trade of agriculture fertilizer, which has been used for making IEDs, such measures have not had sufficient impact.

Denying the perpetrators safe havens to operate just might hold the key. Working in collaboration with the neighboring countries and at the regional level might offer Pakistan a better chance of success in choking the supply of IEDs and other weapons from across international borders. Avenues of supplies for the deadly explosive devices from within Pakistan also need to be highlighted and closed. Apprehending the experts who have coached the terrorists in the use of IEDs and landmines might also help stem the often indiscriminate attacks. A lasting solution would also contain elements to address resentment among citizens fuelled by denial of sufficient say in running their affairs or in effectively excluding their region from the mainstream legal and administrative dispensation. ***– Correspondents***

Weapons from a war zone

Along with the rise in violence in Pakistan over the years, the use of an ever wider range of deadly weapons has also been hard to ignore. The use of many of these weapons is associated with active war zones around the world. Whereas the use of grenade or rockets in attacks was rarely reported in attacks in Pakistan just a decade ago, attacks with these and even more lethal weapons appear to have become the norm since then.

In HRCP's monitoring of 48 critical districts across six regions (Gilgit Baltistan, Interior Sindh, South Punjab, Balochistan, Khyber Pakhtunkhwa, and FATA) being monitored more closely for violations of human rights by organised actors, the indiscriminate use of improvised explosive devices (IEDs) and to a lesser degree landmines was frequently recorded from the Federally Administered Tribal Area (FATA), Khyber Pakhtunkhwa and Balochistan.

Over the course of the year 2014, landmine explosions were recorded in two of the six regions, FATA and Khyber Pakhtunkhwa (KP). All but two of the total 40 landmine explosions occurred in FATA.

Landmine explosions in 2014

Region	Frequency
Khyber Pakhtunkhwa	2
FATA	38
Total	**40**

In Khyber Pakhtunkhwa, a landmine explosion was reported from Dera Ismail Khan in January and another in the same district in July. The list for landmine blasts in FATA was a much longer one; 20 were reported from Kurram, 14 from Mohmand and two from South Waziristan. One landmine explosion was also reported from Khyber and one from Bajaur. Not all of the landmines were triggered by security personnel, several also led to casualties among the civilians.

The highest number of IED explosions across the six regions was also reported from the monitored districts in KP and FATA, followed by Balochistan.

IED explosions in 2014

Region	Frequency
Khyber Pakhtunkhwa	30
FATA	71
Balochistan	21
Total	**122**

intended to make a statement; that even the powerful local actors are not strong enough to withstand the militants' onslaught and the less prominent citizens would not stand a chance against them.

While the targeted individuals may be justified in holding that they do not really have a choice in getting involved if they want Taliban and associated militant groups off their land, it should not really come down to this. The state security apparatus should not only take the lead in countering these armed militant groups but must also take steps to ensure that at no cost must the citizens feel compelled to take up weapons in order to protect themselves.

As encouraging and gratifying as it might be that these citizens considered it important not to stand by as spectators as Taliban and their ilk wreaked havoc in the land, their stand raises serious questions. The state's obligation to protect the lives and human rights of all citizens extends to these individuals in FATA and Khyber Pakhtunkhwa as well. The obligation is particularly relevant in the case of individuals who have indeed been targeted for trying to do what the state should have been doing in the first place. Why, despite the presence of one of the largest military forces in the world and other security apparatus, should it fall to citizens to take on organised and well-armed non-state actors bent upon taking control of the state's territory?

Clearly, not enough has been done to protect these individuals in the face of very specific threats. Late in 2014, there were several reports in Bajaur, Khyber, South Waziristan and Kurram agencies in FATA, of the Taliban and other banned outfits including groups claiming to be associated with ISIS, the militant extremist group active in the Middle East, distributing pamphlets with a list of targets. The list included names of prominent tribal leaders and persons who had assisted the government in the operation against the Taliban. The pamphlets also included sectarian hate material.

While the targeted individuals may be justified in holding that they do not really have a choice in getting involved if they want Taliban and associated militant groups off their land, it should not really come down to this. The state security apparatus should not only take the lead in countering these armed militant groupsbut must also take steps to ensure that at no cost must the citizens feel compelled to take up weapons in order to protect themselves. We cannot afford even more brutalization of society that adopting such a course would entail. ***– Correspondents***

Usmanzai tribesmen meet to discuss the security situation in North Waziristan.

The notable targets

The violence by militant extremists that has been sweeping Pakistan's Federally Administered Tribal Area (FATA) and parts of the adjacent Khyber Pakhtunkhwa province has affected all aspects of life. The lives of all residents of this region have been disrupted in one way or another, yet some people have been affected more than the others. These include the tribal notables and elders, whom Taliban and other militants have targeted consistently for a number of reasons.

The tribal elders have often engaged in endeavours to respond to the mayhem and violence wrought by the militants. They have led efforts at the community level to keep the militants out of their villages and towns. Many have been instrumental in the formation of Aman lashkars and peace committees in the affected communities to defend against attacks on their neighbourhoods.

In 2013, the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) decided to more closely monitor and document the human rights violations and denial of rights by organised actors in over four dozen districts across six regions of Pakistan. The monitoring covers all seven districts of FATA and nine particularly disturbed districts of Khyber Pakhtunkhwa. During the monitoring in 2014, consistent targeting of elders and notables of various tribes was noticed. As many as 36 tribal elders and Maliks were targeted in attacks, including many in their homes and hujras (outhouse) or in their vehicles. Several were targeted in ambushes and in bombings. None of these attacks included tribal feuds. Orakzai was the only district in FATA where no targeted attack on tribal elders was recorded.In Khyber Pakhtunkhwa, five attacks on tribal elders were reported from Buner district. One attack was also reported in Peshawar and one in Upper Dir.

In 2013, the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) decided to more closely monitor and document the human rights violations and denial of rights by organised actors in over four dozen districts across six regions of Pakistan.

Tribal leaders have an obvious position of prominence within the society in Pakistan's northwestern parts. By targeting and often killing these powerful actors at the local level, Taliban and other militant groups have also tried to deter or subdue the citizens into submission. The attacks are

Militants' attacks on tribal elders in FATA (2014)

District	**Frequency of attacks**
Khyber	10
South Waziristan	5
Bajaur	11
Mohmand	8
North Waziristan	1
Kurram	1
Total	**36**

borders Orakzai Agency to the south, Kurram Agency to the southwest and Peshawar to the east.

In 2014, besides targeted attacks, the particularly alarming incidents reported from Khyber included five attacks on educational institutions; three in March and two in October. Although no casualties occurred in these attacks, the destruction of school property created fear among parents and teachers and sent a message of opposition to all education that did not find approval of militants.

Most of the targeted attacks and other violations reported from Khyber Agency took place in Bara and Jamrud sub-districts, bordering Peshawar, and in Tirah Valley. The agency has been one of the key routes for supplies for NATO forces in Afghanistan.

Some of the emblematic cases of targeted attacks reported from Khyber Agency in 2014 included an assault on a check post in Sher Khel Dara area, which is an entry point into Tirah Valley, on December 7. Four personnel of the security forces were killed and another four injured when unidentified militants attacked the post. Some of the militants were also killed and injured in the attack.

Early in the morning on October 26, an unidentified suicide bomber in Parmela area of Tirah Valley targeted members of a peace committee, volunteers organised at the community level with some official support to ensure peace in their area, in the middle of a busy market. Seven volunteers died and 19 persons were injured.

In August, three targeted attacks on NATO supply trucks in Jamrud tehsil caused the death of five persons and injuries to another two. In all cases, unidentified assailants fired firing on the tankers and targeted the drivers and conductors of the vehicles.
On December 25, a local tribal elder and Jirga member was killed by militants of the TTP in Khyber Agency when the militants stopped the public transport vehicle he was travelling in and opened indiscriminate fire on him. He died instantly.

In March, a targeted attack in Lashoro area of Jamrud tehsil on security personnel guarding polio vaccinators led to the killing of 10 members of the local Khasadar police force and one child.

The targeted attacks in Khyber have not occurred in isolation; lawlessness and presence of TTP and other militant extremist groups who find refuge in Khyber, adjacent areas and across the border in Afghanistan has led to the prevailing state of affairs.

In October 2014, the military started an operation in Khyber Agency (Operation Khyber One). When news of the imminent army operation spread, tens of thousands of residents fled the area, adding to the existing layer of IDPs from FATA. The military operation has not translated into any serious decline in targeted attacks or killings in these attacks.

Until the state shows the commitment to reclaim its writ in large swathes of territory controlled by the militants things are unlikely to change. In the meanwhile, impunity for the perpetrators of targeted attacks appears set to continue to embolden the attackers and their handlers. Mainstreaming FATA and treating it as a part of Pakistan in terms of the laws applied there and extending the constitutional human rights guarantees and the superior courts' jurisdiction would go some way in refuting the Ilaqa Ghayr tag associated with this long-suffering region and stemming the long list of human rights violations and excesses.

Not much has changed – A militiaman from the Khyber Rifles stands guard at the Khyber Pass in 1958.

Targeted in Khyber

The Federally Administered Tribal Area (FATA) bordering Afghanistan has long been referred to as Ilaqa Ghayr (meaning an alien territory) in Pakistan. To many people in the country the term might have been a reference to lawlessness in the area or because the region offered a refuge and considerable immunity from the reach of the law applicable elsewhere in Pakistan. Unfortunately, lawlessness is no longer a distinguishing feature of any one region in the country and the adjacent provinces of Khyber Pakhtunkhwa and Balochistan in particular have seen a fair share of similar troubles.

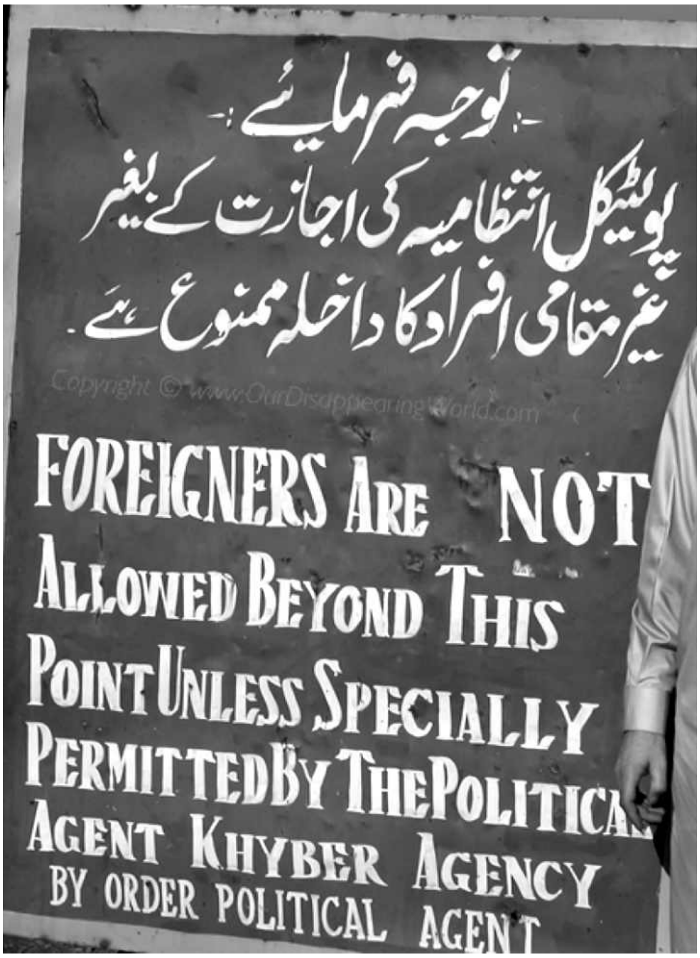

According to HRCP's monitoring of the human rights situation in the most volatile districts of six regions of Pakistan, i.e. Gilgit Baltistan, Khyber Pakhtunkhwa, Balochistan, South Punjab and Interior Sindh, FATA recorded the highest number (48%) of targeted attacks in 2014. Khyber Agency stood out among the seven agencies of FATA being monitored; Khyber reported 100 of the total 228 (44%) cases of targeted attack reported from FATA in 2014. In many of these attacks, security forces were targeted at check posts or with improvised explosive devices (IEDs) during patrols. The militants that the security forces are fighting there have also launched targeted attacks against government officials, local tribal elders who support government efforts to establish peace in the area, and trucks supplying the NATO forces in Afghanistan.

Khyber Agency has been home to various militant extremist groups including Tehrik-e-Taliban Pakistan (TTP), Mangal Bagh's Lashkar-e-Islam, Ansar-ul-Islam, etc., and the militants move across the border with Afghanistan, which lies to the west. Khyber

Targeted attacks in Khyber Agency in 2014

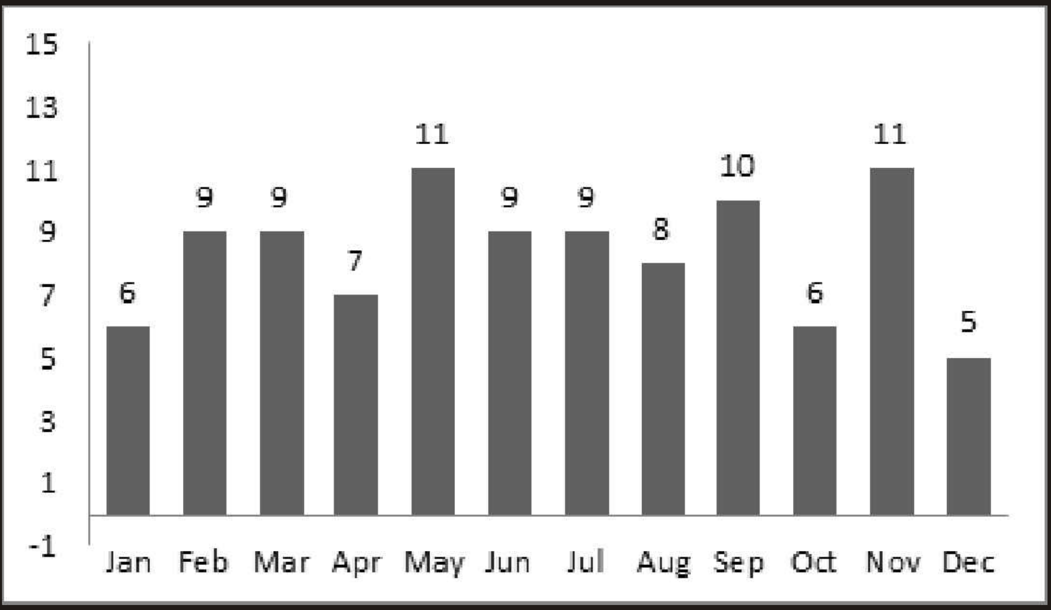

August

- A private school was attacked in Panjgur, Balochistan, by unidentified men. The staff room and principal's office were torched. No one was reported hurt. Schools in this region had received threats from an organization called Al Furqan Islam for promoting co-education and 'western' syllabus.
- In Bajaur, FATA, on August 14, a madrassa in Charmang was targeted with a planted bomb. The bomb exploded when the students were leaving the building, injuring six and killing a 12-year-old girl.

September

- In Bannu, KP, a girls' school was bombed at night by unidentified militants. The building was damaged but no one was hurt in the incident.
- In Kech, Balochistan, unidentified men set a school on fire and some books, furniture, and computer were burned down. The school had been receiving threatening phone calls demanding the administration to stop teaching the English language under what the callers branded western curriculum.

October:

- In Bajaur, FATA, a bomb planted near a government girls' primary school in Anayat Kaki the previous night exploded at 7:30 in the morning. At the time of the explosion children were arriving at the school and a young student was injured. No one took responsibility for the attack but similar attacks in the past had been claimed by militant groups who opposed girls' education.

December:

- In Dera Ismail Khan, KP, two bombs exploded in a government girls' college around midday. The building was damaged but no one was hurt because the college was closed on the orders of the government following the December 16 Peshawar attack on Army Public School. No one claimed responsibility for the attack.
- In Diamer, Gilgit Baltistan, 12 unidentified persons entered a public boys' school and tied up all the employees. They also beat them, took their belongings and threatened them to close the school. The attackers said that all English-medium schools were un-Islamic.
- In FATA, three schools were attacked. Two public primary schools suffered arson attacks by unidentified assailants at night. The buildings and infrastructure of the schools in Mundan and Kundali Baba areas of central Kurram were destroyed. Unidentified militants bombed a school in South Waziristan at a time when the school was not open. No casualties were reported in these attacks.

Most of the bombings of school buildings took place at night when the schools were closed. The majority of the perpetrators remained unidentified and only in a few cases did they claim responsibility for the attacks. Some of the schools had also received threats from militants prior to the attacks. The militants had mainly threatened the schools for co-education, continuing to teach girl students, teaching in English, and promoting 'western' syllabus.

Instructions have been issued for increasing security at schools but it would be naïve to assume that the systematic assault on schools can be countered by deputing the odd guard or placing sandbags or setting up pickets outside schools.

Besides tackling the issue of terrorism at large, efforts to raise awareness about the importance of education need to be prioritised. The use of the state's coercive apparatus might be unavoidable in some instances but it is even more important to expose and counter in a holistic manner the mindset and the narrative that seek to justify attacks by finding excuses of what is taught at schools and in which language.

-- Correspondents

Some of the other reported attacks on educational institutions in the more closely monitored districts are as follows:

January

- On January 6, 2014, a teenaged schoolboy,

Aitzaz Hasan, was killed while trying to prevent a suicide bomber from targeting his school in Hangu, Khyber Pakhtunkhwa (KP). The suicide bomber, who was approaching the school with mainly Shia students, had asked Aitzaz for directions. Aitzaz was later honoured by the government for saving the lives of hundreds of students.
- Unidentified persons bombed a girls' primary school situated in Said Akbar village in Khyber Agency of FATA. The explosion damaged two rooms, a yard, and the main gate of the school. However, there were no casualties.
- In Bannu, KP, unidentified persons installed explosives in a school. The blast damaged the building to such an extent that the school had to be closed until repair and reconstruction.

February

- Explosives planted by militants destroyed parts of a government girls' primary school in Bannu district, KP. However, there were no casualties in the explosion.
- In Hangu, KP, militants killed three teachers of a local government primary school. The militants had earlier sent threatening pamphlets to the teachers asking them to stop teaching at the school. Two unidentified assailants on a motorbike shot and killed the three at the main gate of the school and escaped. The Education Department had not provided the teachers security despite their specific requests.

March

- Four schools, three in Khyber Agency and one in North Waziristan, FATA, were attacked by unidentified militants. One of the schools was ransacked, while the other three were blown up with explosives. All four attacks took place at night and there were no casualties.

May

- A madrassa of the Barelvi sect was attacked by extremists from another sect in Astor, in Gilgit Baltistan. Books and equipment at the madrassa were set on fire at night. No one was hurt.
- In Bannu, KP, two girls' primary schools were blown up at night. Around 125 students at the two schools were deprived of education facilities because of the two attacks. No group claimed responsibility.
- In Peshawar, KP, a private boys' school was blown up by unidentified persons early in the morning. The school was not open at that time and no one was hurt.
- Two school in FATA, one in Mohmand Agency and one in Bajaur, were bombed at night.
- In Balochistan, a cadet college situated in Panjgur was attacked with rockets and gunfire. Students were present in the college at the time but no one was hurt. A school van was shot at by unidentified gunmen in the same region but the passengers were unharmed. The vehicle was owned by a private school that had received a threatening letter from an extremist group calling itself Tanzimul Islami Al-Furqan. In the letter they had accused the school of "corrupting the minds of young girls with western education".

Instructions have been issued for increasing security at schools but it would be naïve to assume that the systematic assault on schools can be countered by deputing the odd guard or placing sandbags or setting up pickets outside schools.

June

- Unidentified men set fire to a girls' school in Mastung, Balochistan, at night when the building was empty.

Education in the line of fire

Malala's blood-soaked school uniform at the Nobel Peace Centre in Oslo.

Malala Yousafzai, the youngest recipient of the Nobel Peace Prize, has become the icon of Pakistan's struggle against terrorists' war on education. However, the heroism of many other students in Pakistan who, like Malala, faced attacks at the hands of terrorists for the pursuit of education has not been sufficiently recognised.

Since 2013, HRCP has been monitoring more closely 48 districts which it considers critical because of human rights excess and violations by organised actors there. In many of these districts spread across six regions repeated threats and attacks on schools were reported in 2014.

Out of the 28 cases of attacks on education institutions reported from these districts in 2014, as many as 12 occurred in Federally Administered Tribal Area (FATA) and in Khyber Pakhtunkhwa.

Pakistan saw its worst terrorist attack in terms of fatalities on December 16, 2014. Seven militants belonging to the Tehreek-e-Taliban Pakistan (TTP) attacked Army Public School in Peshawar, Khyber Pakhtunkhwa. Around 150 people at the school were killed, at least 135 of them schoolchildren. The rest were teachers or other staff. All the militants were also killed or blew themselves up. The outrage over the deliberate targeting of children paved the way for calls for stringent laws to try the individuals accused of acts of terrorism and establishment of military courts to try terrorism suspects. Also, after the December 16 attack, Pakistan ended the five-year informal moratorium on carrying out the death penalty and resumed executions.

2014: Attacks on educational institutions in monitored districts in six regions

Gilgit Baltistan	Balochistan	Interior Sindh	South Punjab	Khyber Pakhtunkhwa	FATA	Total
2	4	0	0	10	12	28

Schools targeted in the monitored districts in 2014

Boys' schools	Girls' schools	Co-education schools
14	11	3

2014: Casualties in attacks on educational institutions in monitored districts

Females killed	Females injured	Males killed	Males injured	Total
3	6	153	121	283

HRCP Expert Group on Communities Vulnerable because of their Belief:

A forum that brings together representatives of various religious minority communities in the country.

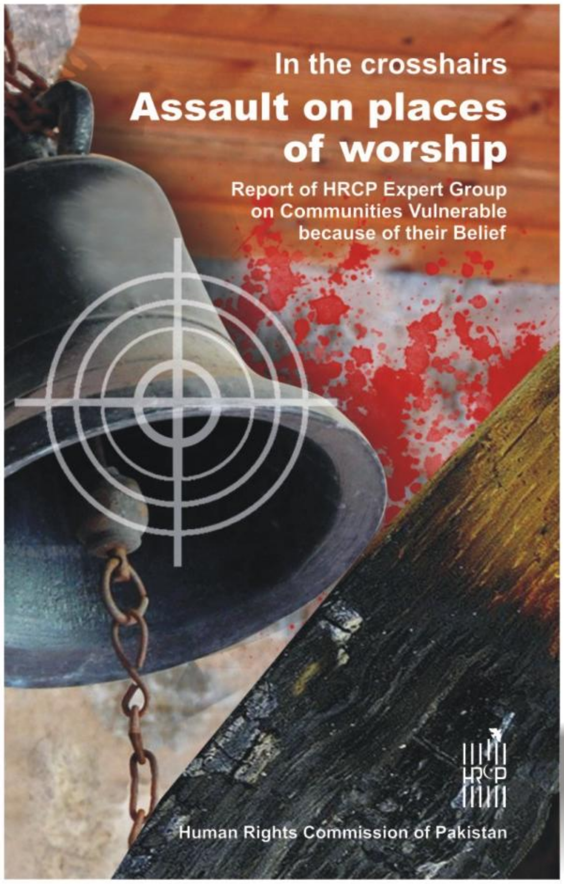

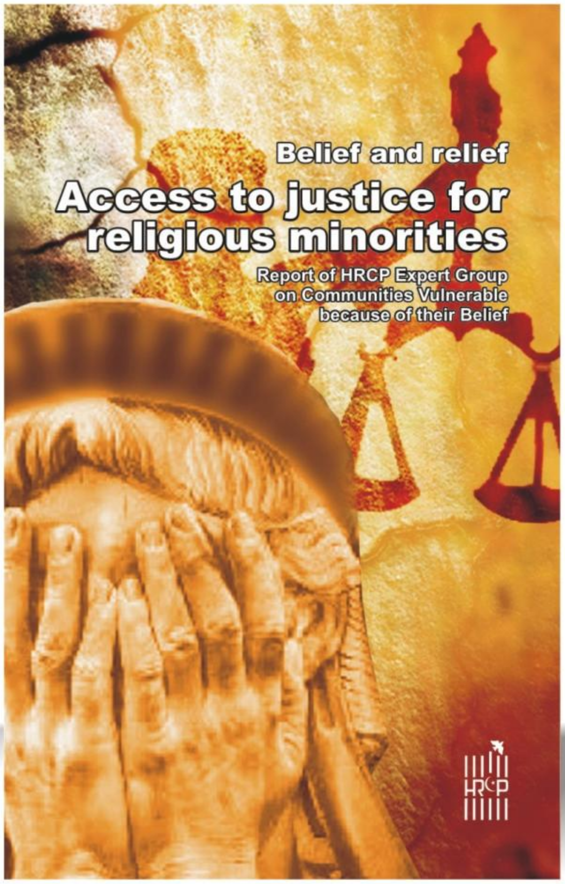

The expert group met twice in 2014. In the first meeting held in July, the group dwelled at length on attacks on places of worship of religious minorities and the motives for the attacks. The group members discussed whether the attacks were religiously motivated or if other factors were at play. In its second meeting in November, the expert group discussed various aspects of access to justice for members of religious minority communities and sects. The deliberations focused in particular on issues of legal representation, attitude of police and judges, social prejudice, discrimination and poverty, and special problems of women from religious minority communities and sects. Reports of both these meetings have been published and are available at the HRCP website.

Comprising men and women from both religious majority and minority communities, the expert group includes lawyers, academics and members of civil society.

The need to establish the group was felt on account of growing incidents of violence, intolerance and discrimination towards members of minority and vulnerable communities across the country. It was considered important that members of religious minority communities should lead the discussion on the issues that affect them on account of their religious beliefs in order to find solutions.

Deliberations of the expert group provide the core of HRCP's advocacy regarding freedom of religious belief and also in emphasising equality and protection of all human rights for all human beings irrespective of religious belief.

Neither less nor more

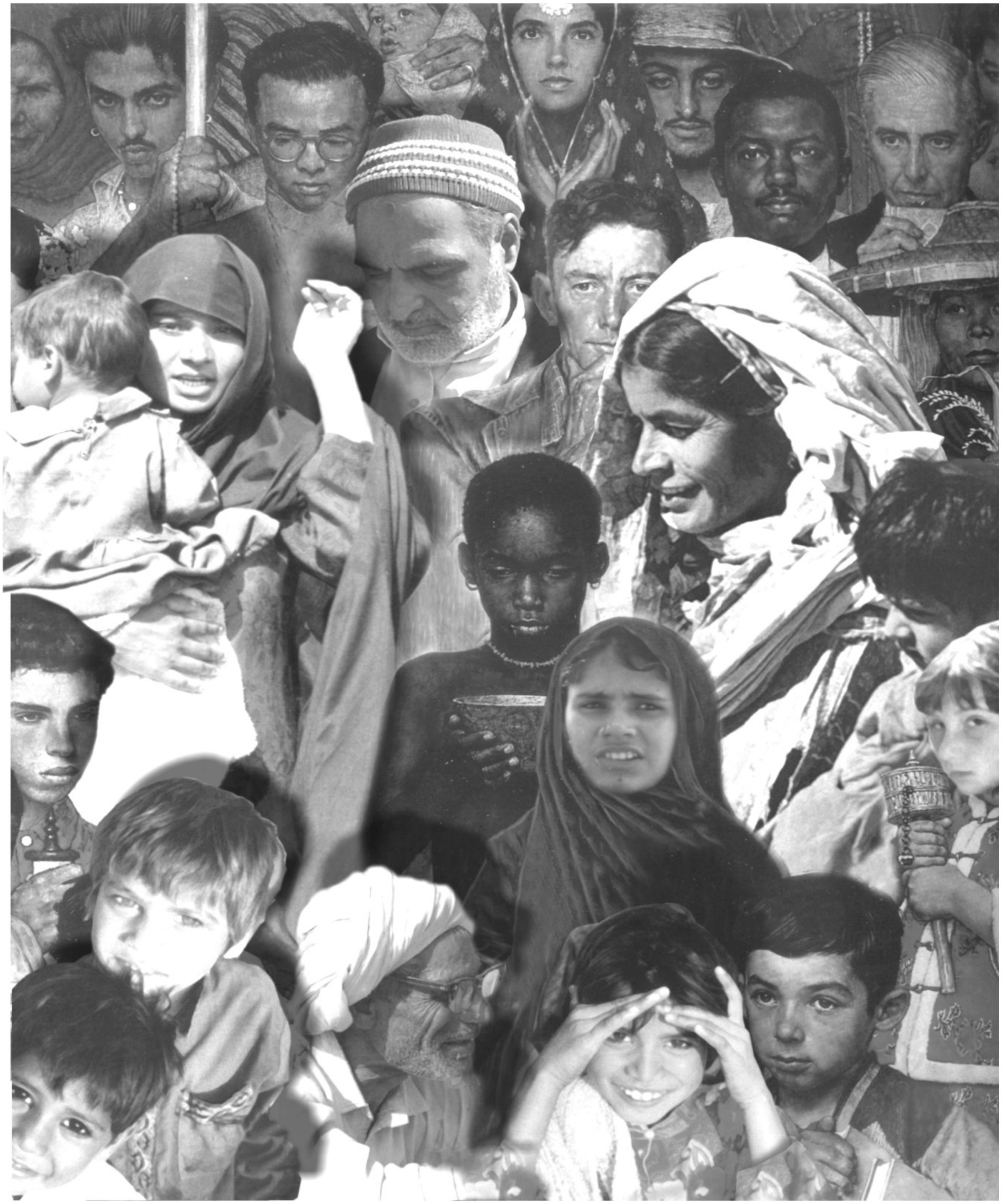

Your rights are neither less nor more than anyone else's, whether you are rich or poor, man or woman, Muslim or non-Muslim, and whether you belong to one political group or another.

Text simplified from UDHR – Article 2

Human Rights Commission of Pakistan

جہدحق Monthly JEHD-E-HAQ

Monthly JEHD-E-HAQ - February 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22..... شمارہ نمبر 02 ...... فروری2015..... قیمت 5روپے

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

فون : 35864994-35838341 فیکس : 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org

پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

Monthly JEHD-E-HAQ - February 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22..... شمارہ نمبر 02 ...... فروری2015..... قیمت 5روپے